المسلک المنصور

فی

احوال من فی القبور

المعروف

خزینۂ براہین

مؤلف

ترجمان مسلک علمائے دیوبند

سرمایہ اہلسنت، فاتح فرق باطلہ، مناظر اسلام

علامہ خضر حیات بھکروی مدظلہ العالی

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝

(پھر تم بعد اس کے ضرور ہی مرنے والے ہو، پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے)

(ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

قرآن وسنت، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، اتباع تابعینؒ، آئمہ حقدمینؒ،
مفسرینؒ، محدثینؒ اور اکابر علماء دیوبندؒ کے مستند حوالہ جات کا مجموعہ

المسلک المنصور

فی

احوال من فی القبور

المعروف

خزینہ براہین

مرتب

مناظر اسلام علامہ خضر حیات بھکروی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ حسینیہ نزد لوہاراں مسجد
اٹک شہر 0334-8917139

نام کتاب:۔۔۔۔۔ المسلک المنصور فی احوال برزخ القبور

تالیف:۔۔۔۔۔ مناظر اسلام علامہ خضر حیات بھکروی مدظلہ العالی

طبع اول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جون 2006ء

طبع دوم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جولائی 2011ء

طبع سوم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مارچ 2013ء

(ملنے کے پتے)

☆ مکتبہ حسینیہ اٹک	☆ اسلامی کتب خانہ (عبدالرحمن پلازہ) صوابی
☆ المحسن اسلامک ٹریڈرز [illegible] اٹک	☆ مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راولپنڈی
☆ مکتبہ حسینیہ (جامعہ ضیاء العلوم) سرگودھا	☆ مکتبہ ضیاء القرآن [illegible] ڈیرہ اسماعیل خان
☆ مکتبہ حقانیہ دیرہ (اٹک)	☆ مکتبہ [illegible] بہاولپور
☆ مکتبہ حقانیہ تلہ گنگ	☆ مکتبہ اسلام ابن حبیب پشین کوئٹہ
☆ اشاعت اکیڈمی (پشاور)	☆ مکتبۃ الاشاعت پشاور
☆ مکتبہ اشرفیہ کمال پلازہ۔ کوہاٹ	☆ التوحید اسلامی کیسٹ ہاؤس جھنگ
☆ مکتبہ تعلیم القرآن مجاہد آباد منڈی بہاؤالدین	☆ مکتبہ محمدیہ گوجرہ چوک منڈی بہاؤالدین
☆ مکتبہ حقانیہ ڈی سی روڈ (گوجرانوالہ)	☆ جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان
☆ مکتبہ علمیہ (اکوڑہ خٹک)	☆ مکتبہ فاروقیہ ہزارہ روڈ حسن ابدال
☆ مکتبہ میزان (میانوالی)	☆ مکتبہ امام محمد بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5
☆ مکتبہ اسلامیہ (جامعہ اسلامیہ) فیصل آباد	☆ مکتبہ طاہریہ (بنارس) کراچی

نوٹ:

کوشش کی گئی ہے کہ عبارت اور بالخصوص آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ میں کسی قسم کی غلطی نہ رہے مگر پھر بھی بتقاضائے بشریت اگر کمپوزنگ کی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو مطلع کریں۔ ان شاء اللہ العزیز آئندہ ایڈیشن میں آپ کے شکریہ کے ساتھ اس کی تصحیح کردی جائے گی۔

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
آرائے گرامی	8	اہم انکشاف	63
حرف آغاز	17	محقق ٹمن کی زبانی تحقیق اور وجہ تسمیہ	72
مقدمہ	19	محقق ٹمن بدھ کمپنی سے ایک سوال	73
عقیدہ اہلسنت دربارہ عذاب وثواب قبر	20	اہلسنت والجماعت کی تعریف	77
طائفہ اولیٰ کا نظریہ	21	صاحب تقریر دلپذیر کا بے خبری سے اعتراف حق	83
طائفہ ثانیہ کا نظریہ	22	تمام اہل اسلام سے اپیل	84
طائفہ ثالثہ کا نظریہ	29	صاحب تقریر دلپذیر کی اشد حماقت	86
مفہوم قبر	32	مناظر موصوف کی جماعت کا اصل عقیدہ	91
مفہوم برزخ	34	مناظر موصوف کی جماعت کا دعویٰ	91
عذاب قبر کی حقیقت	36	جماعت اشاعت التوحید والسنہ کی طرف سے جواب دعویٰ	92
طائفہ رابعہ کا نظریہ	40		
اصل اختلاف کی تنقیح	56	مناظر موصوف کی تحریف قرآن	93
فریق ثانی کا دعویٰ	56	مناظر موصوف کا دعویٰ	96
ہمارا جواب دعویٰ	56	مناظر موصوف کو کھلا چیلنج	96
تقریر دلپذیر کے عنوان میں دجل اور اصل مسئلہ سے فرار	60	قرآن پاک کی تفسیر کا اصول فریق مخالف کے اکابر سے	98

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
آرائے گرامی	8	اہم انکشاف	63
حرف آغاز	17	محقق ٹمن کی نرالی تحقیق اور وجہ تسمیہ	72
مقدمہ	19	محقق ٹمن بد کمپنی سے ایک سوال	73
عقیدہ اہلسنت دربارۂ عذاب وثواب قبر	20	اہلسنت والجماعت کی تعریف	77
طائفہ اولیٰ کا نظریہ	21	صاحب تقریر دلپذیر کا بے خبری سے اعتراف حق	83
طائفہ ثانیہ کا نظریہ	22	تمام اہل اسلام سے اپیل	84
طائفہ ثالثہ کا نظریہ	29	صاحب تقریر دلپذیر کی اشد حماقت	86
مفہوم قبر	32	مناظر موصوف، جماعت کا اصل عقیدہ	91
مفہوم برزخ	34	مناظر موصوف کی جماعت کا دعویٰ	91
عذاب قبر کی حقیقت	36	جماعت اشاعت التوحید والسنہ کی طرف سے جواب دعویٰ	92
طائفہ رابعہ کا نظریہ	40		
اصل اختلاف کی تنقیح	56	مناظر موصوف کی تحریف قرآن	93
فریق ثانی کا دعویٰ	56	مناظر موصوف کا دعویٰ	96
ہمارا جواب دعویٰ	56	مناظر موصوف کو کھلا چیلنج	96
تقریر دلپذیر کے عنوان میں دجل اور اصل مسئلہ سے فرار	60	قرآن پاک کی تفسیر کا اصول فریق مخالف کے اکابر سے	98

عنوان	صفحہ
آیات مبارکہ کی تفصیل اور حیات شہداء کی حقیقت	101
آیات مبارکہ کی تفسیر احادیث نبوی سے	105
آیات مبارکہ کی تفصیل تابعین اور دیگر مفسرین کے اقوال سے	116
مناظر موصوف کا دجل عظیم	120
آیات کی تفصیل علماء دیوبند سے	121
نور ونیر کے گھر کی شہادت	133
ہمارا عقیدہ	139
حیات انبیاءؑ کی وضاحت	141
رفیق اعلیٰ سے کیا مراد ہے؟	150
اوکاڑوی صاحب اینڈ کمپنی کی خصوصیات	171
مناظر موصوف بریلویت کے ڈگر پر	172
اوکاڑوی صاحب کی شان رسالت میں لرزہ خیز عبارت	181
اوکاڑوی صاحب کا صحابہ کرامؓ کے بارے میں گستاخانہ نظریہ	184
عقائد کے بارے میں مولانا سرفراز خان صاحب کے بیان کردہ سنہری اصول	191
صاحب تحریر دلپذیر کی پانچ دھاندلیاں	208
مناظر موصوف کی اکابرین دیوبند سے بغاوت اور ان پر حماقت کا الزام	224
عبارات اکابر در مفہوم قبر	225
مناظر صاحب کا چیلنج قبول ہے	245
علماء بریلویہ کا عقیدہ	256
محقق ممن اینڈ کمپنی کا عقیدہ	256
صاحب مقدمہ کا تعارف	258
المہند علی المفند کے نام میں تحریف اور اس کے نتائج	261
خلاصہ وتوضیح المہند	262
المہند اور مسئلہ حیات	267
المہند کی عبارت کا خلاصہ	274
نظریہ شیخ القرآنؒ	287
بحث الانبیاء احیاء فی قبورھم۔ الخ	292
بحث من صلّٰی علیّ عند قبری۔۔ الخ	292
خاتمۃ الکتاب	311
موت کی تعریف	322
آخری التماس	347

انتساب

میں اپنی اس تالیف کا انتساب

تمام

اکابرین علماء دیوبندؒ

اور

اولیاء امتؒ

کی طرف کرتا ہوں۔

جن کی

محنت، اخلاص اور جہاد سے کفر وشرک کے مراکز ویران ہوئے۔

اور ہر طرف

☆☆ ..... **توحید وسنت** کا نور چمکا ...... ☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

المسلک المنصور

فی

احوال من فی القبور

المعروف

خزینہ براہین

مؤلف

ترجمان مسلک علمائے دیوبند

سرمایہ اہلسنت، فاتح فرق باطلہ، مناظر اسلام

علامہ خضر حیات بھکروی مدظلہ العالی

مکتبہ حسینیہ اٹک

عرض ناشر

اکابرین علمائے دیوبند کی خدمات کا ایک اہم ترین پہلو، ہر باطل قوت و نظریے کی تردید ہے۔ اس شعبے میں مناظر اسلام مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، اور مناظر اسلام مولانا محمد منظور نعمانی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

مسلک علمائے دیوبند کی حقیقی وارث اور ترجمان جماعت۔۔ ''جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ'' کو بھی یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ اپنے اکابر کی طرز پر ہر باطل فتنے کی سرکوبی ان کے حصے میں آئی۔ ان فتنوں میں سے رفض و قادیانیت، رضاخانیت اور غیر مقلدیت بطور خاص شامل ہیں۔

اس جماعت کے مناظرین کی اس طویل فہرست میں ایک روشن نام۔۔ مناظر اسلام، وکیل احناف، قاطع شرک و بدعت علامہ خضر حیات بھکروی صاحب مدظلہ العالی کا ہے، جنہیں وہ خداداد مناظرانہ صلاحیتیں حاصل ہیں، جن کا اعتراف ان کے مخالفین بھی کرتے ہیں۔

گزشتہ کچھ عرصے سے دیوبندیت کے لبادے میں لپٹا ایک مخصوص ٹولہ جو اکابرین دیوبند کا باغی[1] ہونے کے ساتھ ساتھ، اکابر کے مسلک کا دفاع کرنے والوں پر طرح طرح کے الزامات لگا کر، اپنے چند مخصوص رضاخانی عقائد کے تحفظ میں کوشاں نظر آتا ہے۔

زیر نظر کتاب میں اسی گروہ کے ان مخصوص عقائد کی نشاندہی اور قرآن و سنت اور اکابرین امت کے 500 کے لگ بھگ حوالہ جات کے ذریعے رد کیا گیا ہے۔

اس کتاب کو جو مقبولیت نصیب ہوئی، وہ قارئین سے مخفی نہیں۔ مکتبہ حسینیہ اٹک۔۔۔ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن اعلیٰ امپورٹڈ کاغذ پر شائع کرنے کی سعادت

---

[1] تفصیل کیلئے علامہ خضر حیات صاحب کی تالیف ''اکابر کا باغی کون؟'' مطالعہ فرمائیں۔

حاصل کر رہا ہے۔ جس سے اس کتاب کے حسن میں مزید کتنا اضافہ ہوا ہے؟ یہ قارئین ہی فیصلہ کر کے ہمیں آگاہ فرمائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ۔۔۔۔۔۔۔ اس کتاب کے مؤلف مناظر اسلام علامہ خضر حیات بھکروی صاحب کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ اور ان کی خدمات قرآن و سنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

طالب دعا

انتظامیہ مکتبہ حسینیہ اٹک

{تاثرات علماء کرام}

شیخ التفسیر، استاذ العلماء، ولی کامل، تلمیذ شیخ القرآن

حضرت مولانا قاری محمد اشرف صاحب مدظلہ العالی

(ڈیرہ اسماعیل خان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

الحمد للہ!! مولانا خضر حیات صاحب کی کتاب ھذا الموسوم بہ "(المسلک المنصور فی احوال من فی القبور المعروف خزینہ براہین)" ان کی زبان سے مقدمہ کا کچھ حصہ سنا...... اور باقی مسائل کے متعلق حوالہ جات کا تذکرہ سنا۔ کتاب بہت عمدہ ہے اور مسلک اہلسنت والجماعت کی پوری پوری وضاحت بیان کی گئی ہے، اور مخالفین کے ہر سوال کا جواب دیا گیا ہے، ہر ممکن اشکال کا انتہائی آسان انداز میں حل پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف مدظلہ العالی کی یہ کوشش قبول فرمائے، اور اس کتاب کو مسلمین کیلئے ذریعہ ہدایت اور مؤلف کیلئے نجات آخرت کا سبب بنادے۔

بندہ فقیر...... محمد اشرف، آخر میں تمام جماعتی احباب سے عرض گذار ہے کہ اس کتاب کا ہر جماعتی عالم اور طالب علم کے پاس ہونا ضروری ہے، اور اس کا مطالعہ کرنا نہایت ہی مفید ہے۔

فقط

الفقیر (مولانا قاری) محمد اشرف (صاحب)

آف ڈھکی ۲۶ مئی ۲۰۰۶

حال نزیل میانوالی

تلمیذ شیخ القرآنؒ، استاذ العلماء

حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحبؒ (ٹمن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد:

آج بروز سوموار ۴ مئی ۲۰۰۶، شام کو موضع سکا ایک دینی اجتماع میں حاضری کا شرف حاصل ہوا...... علاقہ بھر سے علماء کرام کی مجلس میں حاضری نصیب ہوئی، برادر مکرم مولانا خضر حیات صاحب مدظلہ العالی بھی تشریف لائے...... حضرت اپنی تازہ تصنیف "المسلک المنصور فی احوال من فی القبور" کا مسودہ بھی ہمراہ لائے، اور علماء کرام کی مجلس میں اس سے متعدد مقامات پڑھ کر سنائے...... بندہ چونکہ آنکھ کے آپریشن کی وجہ سے اس وقت خود تو اس مسودہ کتاب کو نہ پڑھ سکا...... البتہ مجلس علماء میں پڑھے جانے والے مقامات نے...... ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ، مولانا نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ نہایت مدلل انداز سے اپنے موقف کو پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اور اپنے مخاطبین علماء سے نہایت مضبوط علمی سوالات فرما کر، ان سے ان کے مدلل جوابات کا مطالبہ فرمایا۔

ماشاء اللہ۔ مولانا، نہایت صاحب مطالعہ عالم دین ہیں اور تصنیف کا پورا ذوق رکھتے ہیں، اپنے موقف کو نہایت مدلل طور پر پیش فرمانے کی عمدہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

بندہ نے جن مقامات کی سماعت کی ان کو انتہائی مفید پایا اور انشاء اللہ، عوام الناس کو بھی اس سے خوب فائدہ ہوگا۔ اور کتاب کے جن باقی مقامات کی سماعت و قرأت نہ ہو سکی، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ انشاء اللہ، وہ بھی اسی طرح مفید ہوں گے اور مخلوق خدا کو فائدہ ہوگا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ، مولانا کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ جہاں جہاں بھول ہو گئی ہو، اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے اور اصلاح کی توفیق دے۔ اس کو

ایمان وعقائد کی اصلاح وثبات کا ذریعہ بنائے اور ہر خاص وعام کیلئے اسے مفید بنائے۔

آمین ثم آمین

احقر الوری بندہ عاجز (حضرت مولانا) خلیل الرحمن (صاحب) آف لمن ۱۵ مئی ۲۰۰۶ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عمدۃ الاذکیاء، واعظ بالقرآن

حضرت مولانا علامہ احمد شعیب خان مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

آج سے تقریباً نصف صدی قبل...... واں بھچراں (میانوالی) کے ریگستانوں پر رئیس المفسرین، سند المحدثین حضرت مولانا حسین علیؒ نے اشاعت التوحید والسنہ کی جو شمع روشن کی...... اس کی روشنی کو چار سو پھیلانے میں ان کے جن اہم تلامذہ نے اعلیٰ کردار ادا کیا ان میں شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیریؒ، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ، پیر طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ، فخر المحدثین حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ، ولی کامل حضرت مولانا قاضی نور محمدؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد امیر صاحبؒ (سرگودھا) کا نام سرفہرست ہے۔

انہوں نے تمام ظلم وستم کا ڈٹ کر مقابلہ کر کے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سر انجام دیا...... ان کے توحید وسنت کے بیان پر مشتمل خطبات نے دنیائے کفر وشرک کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا، لیکن افسوس کہ دارالعلوم دیوبند سے اپنی نسبت ظاہر کرنے والے افراد "دیوبندیت" کی آڑ میں اس قافلہ حق وصداقت کی راہ میں روڑے اٹکانے لگ گئے، اور مسئلہ حیات النبی ﷺ وسماع عند القبر، عذاب وثواب قبر کے مسائل کی آڑ لیکر ان کے عظیم مشن "اشاعت التوحید والسنہ" کو روکنے کی ناکام کوشش کی، مگر یہ قافلہ توحید و سنت رواں دواں رہا۔

اس کارواں کو اپنے مشن سے ہٹانے کے لئے کتابیں لکھی گئیں، مناظرے، مباحثے،

تقاریر، طعن وتشنیع اور پروپیگنڈے کئے گئے...... بقول شاعر

؎ غیروں کو کیا پڑی ہے کہ رسوا کریں ہمیں ان سازشوں میں ہاتھ کسی آشنا کا ہے

چنانچہ جن مذکورہ مسائل کو بنیاد بنا کر اشاعت التوحید والسنہ کے پروگرام کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی، انہی مسائل کی حقیقت عوام الناس کے سامنے پیش کرنے کے لئے الاخ المکرم، عمدۃ المدرسین، شہسوار میدان مناظرہ، فاضل نکتہ داں، حضرت مولانا علامہ خضر حیات صاحب نے قلم اٹھایا ہے۔ مجھے ان کی کتاب کے بعض حصے دیکھنے کا زریں موقع نصیب ہوا، بے اختیار دل سے دعا نکلی کہ! اللہ کرے زور قلم اور زیادہ...... (آمین)

سنجیدہ انداز بیان، سلیس اور خوبصورت انداز تحریر...... پرزور دلائل...... بذریعہ سوال وجواب مسئلہ ذہن نشین کرانے کی انفرادیت...... مضبوط حوالہ جات کی موجودگی...... یہ وہ خوبیاں ہیں، جنہوں نے کتاب کی افادیت میں چار چاند لگا دیے ہیں۔

اشاعت التوحید والسنہ کے معتزلہ ہونے کا فتویٰ لگانے والوں پر فاضل مولف نے اہل السنت والجماعت کے صحیح عقائد پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ اگر اہل السنت و الجماعت کی حقیقی مصداق ہے تو یہی جماعت ہے، اور مخالفین کے پاس سوائے جھوٹی فتویٰ بازی کے اور کچھ نہیں...... نیز اس ضمن میں حضرت شیخ القرآنؒ پر اس مسئلہ میں ایک مختلف رائے رکھنے کا الزام لگانے والوں پر ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت الشیخؒ کا عقیدہ قرآن وسنت کی روشنی میں وہی تھا جو اشاعت التوحید والسنہ کا ہے۔ مخالفین کی جانب سے تیز وتند لہجہ، اخلاق سے گری ہوئی تحریریں وتقریریں، الزام تراشیاں، دروغ گوئی...... ان سب اسباب کے باوجود فاضل مذکور نے اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

{کما قال اللہ: لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا...... اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى...(القرآن)}

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو جملہ قارئین کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے اور مخالفین کو تعصب کی عینک اتار کر پڑھنے کی توفیق دینے کے بعد ضد وعناد سے بچا کر اہل حق کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

کما قال اللہ: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فقط...... (حضرت مولانا) احمد شعیب خان بادوزئی

۲۲ مئی ۲۰۰۷ء، خطیب جامع مسجد بیت العزۃ ۔ میانوالی (پنجاب) پاکستان

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عالم باعمل، استاذ الحفاظ، پیکر اخلاص

حضرت مولانا قاری امیر محمد ربانی صاحب مدظلہ العالی

امیر جمعیت اشاعت التوحید والسنہ (لیٹی) تلہ گنگ چکوال

میں اللہ رب العزت کو ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک سمجھتا ہوں، سیدی و مرشدی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از خدا تمام کائنات سے بالا و برتر، افضل واکمل، اور شافع محشر سمجھتا ہوں...... آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیار حق، ہدایت یافتہ اور تمام امت میں سے اعلیٰ وافضل مانتا ہوں اور تمام صحابہؓ سے ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کو افضل مانتا ہوں اور تمام صحابہؓ اور تمام امت سے خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر امت، سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مانتا ہوں، صحابہ کرامؓ کے بعد آئمہ دینؒ میں سے حضرت نعمان بن ثابت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو افضل مانتا ہوں اور انہی کی فقہ کا مقلد ہوں۔

برصغیر کی مختلف جماعتوں میں سے ترجمان علماء دیوبندؒ جماعت اشاعت التوحید والسنہ کو حق پر سمجھتا ہوں اور شروع تعلیم سے اسی جماعت سے وابستہ ہوں، لیکن دیوبند کی باقی جماعتوں کے بارے میں اعتدال اور نرمی کے معاملے کا خواہاں رہا ہوں، لیکن کئی دوسری جماعتوں کی طرف سے اشاعت التوحید والسنہ کے خلاف سختی کی وجہ سے اور خصوصاً ایک چکوالی جماعت کے رویہ اور فتووں سے انتہائی پریشان ہوتا اور سوچتا کہ یہ جماعت پتہ نہیں کس کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ایسا کرتی ہے۔

اور ماشاء اللہ جب سے تلہ گنگ میں ایک بزم کے نام سے چند بطن پرور

مولویوں کی جماعت وجود میں آئی ہے، تو اس وقت سے تلہ گنگ میں سوائے مسئلہ حیات الاموات کے کوئی دوسرا مسئلہ ہی نہیں رہا۔ کچھ دن پہلے ایک کتابچہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جو اس بزم کی طرف سے شائع ہوا، الحمد للہ میں نے اس کو حرف بحرف بغور پڑھا، پڑھ کر حیران بھی ہوا کہ اس بزم میں ایسے حضرات بھی ہیں جن کا وہ عقیدہ نہیں، جو اس کتابچے میں درج ہے۔ لیکن بطن پروری کے لئے وہ بزم میں شامل ہیں۔ اور جو کچھ تقریر دلپذیر میں درج ہے، ایسے عقائد بریلویوں کے ہیں۔ ایسے عقائد سے اکابرین علماء دیوبندؒ کا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے، میں حیران ہوں کہ یہ لوگ عقائد بریلویوں والے رکھ کر اپنے آپ کو دیوبندی کیسے کہلواتے ہیں؟ اور جمعیت اشاعت التوحید والسنہ والوں کو دیوبندیوں سے خارج اور معتزلہ کس منہ سے کہتے ہیں...... شرم ان کو مگر نہیں آتی!

دارالعلوم دیوبند کی جس مقصد کے لئے بنیاد رکھی گئی اور حضرت علامہ مولانا شیخ الہندؒ نے جن رسومات اور بدعات کو قلع قمع کیا، یہ بزم ان بدعات اور رسومات کی ترویج میں لگی ہوئی ہے، الحمد للہ.. جماعت اشاعت التوحید والسنہ کے بانی مبانی اکابرین علماء دیوبندؒ خصوصاً حضرت علامہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جن کو ثانی ابوحنیفہؒ مانا جاتا ہے، کے تلمیذ رشید مفسر قرآن محدث اعظم حضرت علامہ مولانا حسین علی صاحبؒ ہیں۔

الحمد للہ.. جماعت اشاعت التوحید والسنہ، اپنے بانی اور اکابرین دیوبند کے عقائد حقہ اور مسلک کی تبلیغ وترویج میں اور قرآن وسنت اور فقہ حنفی اور عقائد علماء دیوبندؒ کے خلاف کرنے والوں کے خلاف بروقت میدان عمل میں موجود ہے۔

اللہ رب العزت نے حق کی سربلندی کے لئے برادر محترم فاضل اجل محقق عالم دین مناظر اسلام مولانا خضر حیات مدظلہ العالی کو لمبی زندگی نصیب فرمائے، جنہوں نے قرآن وسنت، فقہ حنفی اور عقائد علمائے دیوبند کی روشنی میں تقریر دلپذیر کا مفصل ومدلل اور محققانہ ومنصفانہ جواب تحریر فرمایا، اور جماعت اشاعت التوحید والسنہ پر بہتان لگانے والوں پر واضح کردیا ہے کہ جماعت اشاعت التوحید والسنہ کے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہیں، بزم بطن پرور مولوی جو کہیں کہتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا خضر حیات بھکروی

صاحب مدظلہ العالی کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنہوں پوری بصیرت اور انصاف کے ساتھ تقریر دل پذیر پر "تنقید بے نظیر" فرما کر اہل السنت والجماعت کے مسلک منصور پر براہین کا خزینہ جمع کر کے جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا۔

احقر...... امیر محمد ربانی (خادم مدرسہ اشاعت القرآن لیتی) ۱۲ اپریل ۲۰۰۶ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عمدۃ الاماثل مدرس نکتہ داں

حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب مدرس جامعہ صدیقیہ واہ کینٹ

الحمد للہ المنعم الجلیل والصلوٰۃ والسلام علیٰ من بعث بالدلیل الذی فیہ شفاء لکل علیل وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین ہم مقدمات الدین وحجج الھدایۃ والیقین اما بعد! فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

{اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ط ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۔۔ الآیۃ}

بندہ افقر الفقراء الی اللہ العاجز سعید الرحمٰن غفر لہ الحنان عرض کرتا ہے کہ کوئی فرد بشر موت سے مستثنیٰ نہیں ہے، انبیاء کرامؑ کی ذوات قدسیہ ہوں یا غیر انبیاء کرام، موت ہر ایک کے لئے ایک حقیقت ہے اور امت کا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔

{کما قال اللہ تعالیٰ: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۔۔ الآیۃ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۔۔ الآیۃ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔۔ الآیۃ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۔۔ الآیۃ}

تمام علماء اسلام کا ایک متفق علیہ فیصلہ ہے کہ موت کی حقیقت یہ ہے انقطاع تعلق الروح عن الجسد ظاھرا وباطنا اور اس بات پر بھی تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ یوم البعث قیامت کا دن ہے، جس فرد بشر پر بھی موت آ گئی قیامت تک وہ روح

کا تعلق حیات جو موت کی وجہ سے منقطع ہو گیا تھا، بدن عنصری کے ساتھ عادۃً قائم نہیں کیا جاتا، اور اس بات پر بھی تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ موت کے بعد جو حیات ہوتی ہے وہ حیات برزخیہ ہے، جس کیلئے نہ اعادہ روح شرط ہے اور نہ ہی حیات برزخیہ لفظ میت کے اطلاق کے منافی ہے۔ جس کی تشریح خود امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارواحھم فی طیر خضر کے الفاظ سے فرما دی ہے۔

اب بندہ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ان مسلم حقائق کے بعد بھی قیامت سے پہلے مردوں کے دفن کرنے کے فوراً بعد ہی یوم البعث کا دعویٰ کس بنیاد پر کیا جاتا ہے؟ اب تک تو ہم یہی پڑھتے آئے اور اپنے اساتذہ کرام سے سنتے آئے کہ قبر میں اہل قبور کی حیات دنیویہ، حقیقیہ، حسیہ، سماع سلام ودعا پکار، غالی فرقہ بریلویہ کا عقیدہ ہے۔ لیکن ہمیں یہ سن کر اور پڑھ کر انتہائی تعجب ہوا کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو دیوبندی کہلانے والے بھی بریلویہ کی تقلید میں اس لاعلاج مرض کے مریض ہیں۔ بندہ نے تقریر دلپذیر کے کئی مقامات پڑھے اور حیرت کی حد ہو گئی کہ نفس مسئلہ تو اپنے مقام پر ہے، تقریر دلپذیر میں قرآن اور حدیث اور کتب اکابرین کو جس بے دردی کے ساتھ تحریف وتخریب کا نشانہ بنایا گیا اور خصوصاً قرآنی واقعات مثلاً حضرت عزیرؑ اور حضرت سلیمانؑ کے واقعات کو جس ڈرامائی انداز میں پیش کیا گیا، شاید علماء یہود بھی شرما جائیں۔ ایسی جارحانہ فتویٰ بازی وتوہین آمیز کلمات جن کی زد سے رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر علماء دیوبند تک کوئی ہستی بھی محفوظ نہ رہی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے، اخی المکرم المحترم المعظم ..... مناظر اسلام مولانا خضر حیات صاحب کو جنہوں نے اپنی گوناں گوں تدریسی مصروفیات کے باوجود احقر اور استاذی المحترم مولانا نور محمد صاحب اور جماعت کے مخلص احباب کے پرزور اصرار پر تقریر دلپذیر کا بروقت نوٹس لے کر تمام اہل حق خصوصاً جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ اور میں لکل فن رجال کے تحت بلا مبالغہ یہ بات کہتا ہوں کہ جس مدلل انداز میں تقریر دلپذیر کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے، شاید اس کی مثال نادر الوجود ہو۔

بندہ نے یہ کتاب "المسلک المنصور" شروع سے لے کر آخر تک بالاستیعاب بنظر عمیق مطالعہ کی ہے، اور ہر مقام پر لطف میں تجھ دپایا ہے اور لسان سے یہی دعا نکلتی رہی اللھم زد فزد، اور کتاب ھذا سے جس طرح عوام الناس مستفیض ہوں گے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر طلباء کرام، فضلاء عظام اور خطباء اسلام بھی مستفیض ہوں گے، خصوصاً مقدمہ میں عذاب وراحت قبری مع سوال وجواب، مذاہب اہل السنت والجماعت کی مدلل توضیح و تشریح جس تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے، اس سے پہلے کسی کتاب میں یکجا مفصلاً اور عام فہم انداز میں نظر سے نہیں گزری۔ جس سے ہر غیب آدمی کے تمام تر اشکالات رفع ہو جاتے ہیں، اسی طرح بحث المھند علی المفند اور من صلیٰ علی عند قبری ۔۔۔الخ اور الانبیاء احیاء ۔۔الخ اور مفہوم قبر عند الاکابر اور نظریہ شیخ القرآن وتوضیح خطبہ صدیق اکبرؓ وغیرھا مضامین کو جس انداز میں مبرہن اور مدلل بیان کیا گیا ہے، مصنف کی جلالت شان و نظر عمیق و وسعت مطالعہ و تحقیق و تدقیق پر شاہد عدل ہے۔

اللہ تعالیٰ اس تصنیف کو اپنے دربار میں شرف قبولیت عطاء فرمائے اور صاحب تصنیف کو اجر عظیم عطا فرمائے، اور منصفین کے لئے اس تصنیف کو پیغام حیات اور ذریعہ ہدایت اور معاندین کے لئے اسم بامسمی پیغام موت وحجت قاہرہ بنائے۔

آمین یاشافع المرضیٰ

دعا گو۔۔

اخ المصنف العاجز احقر الوریٰ

سعید الرحمٰن غفرلہ الحنان

۱۵ مئی ۲۰۰۶ء حال مقیم جامعہ صدیقیہ واہ کینٹ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

{حرف آغاز}

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۔۔اما بعد!!

راقم الحروف، علم وعمل سے تہی دست۔۔۔کوچہ ادب وصحافت سے نا آشنا۔۔ اقلیم تصنیف وتالیف میں اجنبی۔۔۔کسی قسم کی مالی منفعت اور شہرت مقصود نہیں۔۔۔داد و تحسین، مدح وآفرین مطلوب نہیں۔۔۔صرف جذبہ احقاق حق وابطال باطل کے تحت "قلم وقرطاس کی پرخار وادی میں قدم رکھا ہے۔

تمام حضرات اہل اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ اس عاجز کا قصد ہرگز نہ تھا "کہ اس مسئلہ پر قلم اٹھائے۔ کیونکہ ہماری جماعت کا مشن توحید وسنت کی ترویج و اشاعت" اور شرک و بدعت کی تردید ہے، جو کہ تمام انبیاء کرام کا مقصد بعثت اور ہر مسلمان کے لیے ذریعہ نجات ہے۔

آج کے اس دور میں جہاں "لوگ بے دینی اور بے راہ روی کے فتنوں میں سرگرداں ہیں، اور اکثر لوگ مسجد ومصلّٰی سے بیزار ہیں۔ حالات کا تقاضا تو یہ ہے کہ" لوگوں کو بنیادی مسائل سے آگاہ کیا جائے، فکر آخرت کا درس دیا جائے اور غیر ضروری مسائل کو ہوا دے کر عامۃ المسلمین کو محراب ومنبر سے دور نہ کیا جائے۔ لیکن" بعض شر پسند عناصر نے عرصہ دراز سے پورے ملک کی فضا" اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے مکدر کر رکھی ہے۔ اور اہل حق پر قسم وقسم کی الزام تراشیوں" اور ناجائز فتوی بازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔

ان حضرات کے نزدیک توحید، رسالت اور قیامت جیسے بنیادی اور اہم عقائد سے "مسئلہ حیات الاموات" زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ مسئلہ توحید کو بیان کرنے سے

ان کی زبانیں گنگ ہو چکی ہیں۔ اور اہل حق کے بغض، حسد اور عناد سے ان کے دل سیاہ ہو چکے ہیں۔

اس لئے دن رات ایک ہی مسئلہ کی اشاعت میں مصروف عمل ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی بعنوان "تقریر دلپذیر" ایک نام نہاد شیخ الحدیث جناب مولوی منیر احمد صاحب کی تحریفات وتلبیسات کا مجموعہ شائع کیا گیا۔ اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ ہماری "تقریر لاجواب" کا جواب نہیں ہے۔

بعض دوستوں کے اصرار پر بندہ نے اس پر تبصرہ کرنے کا ارادہ کر لیا' لیکن مصروفیات کی وجہ سے کچھ تاخیر ہوگئی۔ امید ہے کہ احباب درگزر کا معاملہ فرمائیں گے۔ علماء حضرات سے عرض ہے کہ اگر کسی تعبیر میں غلطی ہوگئی ہو تو مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، اور دیگر قارئین سے بھی درخواست ہے کہ اگر کوئی شخص ہمیں ہماری غلطی پر مطلع کرے گا۔ تو انشاء اللہ ہم اپنی غلطی تسلیم کرنے کے لیے بسروچشم تیار ہوں گے۔

بعض قارئین' جنہوں نے "صاحب تقریر دلپذیر اینڈ کمپنی" کے لٹریچر کا مطالعہ نہیں کیا' شاید ہماری "بعض باتیں" انہیں سخت محسوس ہوں۔ اس لئے اطلاعاً عرض ہے کہ جس مقام پر بھی انداز یا کچھ الفاظ سخت محسوس ہوں' تو یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس قسم کے تمام الفاظ فریق مخالف کی کتابوں میں اہل حق کے خلاف بھرپور موجود ہیں...... اس لئے ہم سے ﴿اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ پر عمل کرنے کی وجہ سے درگزر کا معاملہ فرمایا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مختصر رسالہ کو متلاشیان حق کے لیے ذریعہ ہدایت اور معاندین پر اتمام حجت بنا دے، اور بندہ کیلئے نجات آخرت کا ذریعہ بنائے، غلطیوں اور لغزشوں کو محض اپنے فضل ورحمت سے معاف فرمائے۔

آمین یارب العالمین

العبد الفقیر خادم التوحید والسنة

خضر حیات بھکروی عفی اللہ عنہ

{مقدمہ}

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اَمَّا بَعْدُ! فاقول لا الٰه الا الله وحده لا شريك له فى ذاته و لا فى صفاته ولا فى افعاله وبه اٰدين ط

بعد از حمد وصلوٰۃ عرض ہے کہ...... قبل اس سے کہ ہم "صاحب تقریر دلپذیر" کے شبہات وتحریفات ذکر کر کے جوابات عرض کریں اور مسلک منصور پر دلائل وبراہین پیش کریں' ضروری معلوم ہوتا ہے کہ...... بطور تمہید ایک مختصر مقدمہ عرض کریں' جس میں بعض ایسی اہم اور ضروری باتیں نقل کریں' جن کے معلوم کر لینے سے مسئلہ کی حقیقت آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکے...... اس مقدمہ میں ہم چند اصولی باتیں عرض کرتے ہیں...... قارئین کرام سے گزارش ہے' کہ ان کو ٹھنڈے دل اور گہری نظر سے ملاحظہ فرمائیں...... تاکہ مسئلہ کی تہہ تک پہنچنے میں یہ ممد اور معاون ثابت ہوں۔

{پہلی بات}

پہلی بات یہ ہے کہ' ہمارے دوستوں کو جب عوام بحث مباحثہ کیلئے میدان میں لا کھڑا کرتے ہیں...... تو ہمارے یہ کرم فرما اہل حق کے دلائل وبراہین کی تاب نہ لاتے ہوئے مجلس مناظرہ کو درہم برہم کرنے' اور اپنی جان چھڑانے کی بے شمار راہیں اختیار کرتے ہیں' کبھی شور وغل مچاتے ہیں...... اور کبھی شکست فاش کھا کر بھی عوام میں اپنی سیادت وبزرگی باقی رکھنے کی خاطر' کامیابی کے ترانے گانے لگتے ہیں۔

مسئلہ حیات میں جان چھڑانے...... اور غلط بحث کرنے کی یوں کوشش فرماتے ہیں کہ...... اگر مردے حیات دنیوی، حقیقی، حسی کے ساتھ زمینی قبروں میں زندہ نہیں

ہوتے' تو پھر ان کو قبر کا عذاب وثواب اور منکر نکیر کا سوال و جواب کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔؟
قبر کے عذاب و راحت کے لئے تو ضروری ہے کہ' یا تو روح بدن عنصری میں لوٹائی جائے۔۔۔۔۔ یا پھر روح کا تعلق حیات ، بدن عنصری کے ساتھ بایں معنی قائم کیا جائے کہ' بدن عنصری میں حیات دنیوی حقیقی ، حسی پیدا ہو جائے' تا کہ بدن عنصری دکھ درد کا ادراک کر سکے۔

اس لیے سب سے پہلے۔۔۔۔۔ ہم عذاب وثواب قبر کے بارے میں اہل السنت و الجماعت کا نظریہ اجمالاً بیان کرتے ہیں' تا کہ واضح ہو جائے کہ عذاب وثواب قبر، اس کے ادراک اور منکر نکیر کے سوال و جواب کیلئے۔۔۔۔۔ نہ تو بدن کے اندر روح کا لوٹا یا جانا شرط ہے، اور نہ ہی حیات دنیویہ حقیقیہ کا پایا جانا شرط ہے۔

جو لوگ" عذاب وثواب قبر اور اس کے ادراک کیلئے' اعادہ روح جسد عنصری میں یا روح کا تعلق حیات بایں معنی کہ بدن عنصری میں حیات حقیقی پیدا ہو جائے" شرط قرار دیتے ہیں' وہ در اصل قرآن و سنت اور مذاہب اہل السنت سے ناواقف ہیں۔

مسئلہ عذاب وثوابِ قبر میں اہل السنت والجماعت کا عقیدہ:

تمام اہل السنت والجماعت کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ مابعد الموت قبل القیامۃ (موت کے بعد قیامت سے پہلے) عذاب وثواب برحق ہے، اور مطلقاً "عذاب وثواب مابعد الموت" کا منکر عند الجمہور گمراہ ہے' اور عند البعض کافر ہے، عذاب وثواب کے ثبوت پر اتفاق کے بعد اہل السنت والجماعت کا کیفیت عذاب میں شدید اختلاف ہے' اور اس میں چار بڑے طائفے اور جماعتیں ہیں' جن کا اختصاراً ذکر کیا جائے گا۔۔۔۔۔ تفصیل کے لیے مطولات کتب عقائد کی طرف مراجعت فرمائیں۔

{طائفہ اولیٰ اہل السنت والجماعت متوقفہ ومفوضہ}

اہل السنت والجماعت کا طائفہ اولیٰ' وہ اکابرین امت ہیں، جن کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب و راحت جس طرح شریعت میں وارد ہے وہ سب حق ہے۔۔۔۔۔ لیکن اس کی کیفیت اللہ کے سپرد ہے' کیوں کہ یہ عالمِ غیب (عالم برزخ) کا معاملہ ہے' اور اس کی پوری کیفیت وہی ذات جانتی ہے جو عالم الغیب اور قادر مطلق ہے' جس طرح چاہے عذاب دے۔۔۔۔۔ نہ تو وہ اسباب کا محتاج ہے اور نہ ہی کسی اور چیز کا' پس ان حضرات کا نظریہ کیفیتِ عذاب قبر کے بارے میں یہ ہے کہ" مرنے کے بعد قیامت سے پہلے عذاب وثواب قبر عالَم برزخ میں برحق ہے' لیکن اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے" گویا کہ ان حضرات کے نزدیک کیفیت عذاب وثواب متشابہات میں سے ہے' اس لیے اس میں بحث مباحثہ کرنا درست نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ۱: {وقد تواترت الاخبار عن رسول اللہ ﷺ فی ثبوت عذاب القبر ونعیمہ لمن کان ذلک اھلا وسوال الملکین فیجب اعتقاد ثبوت ذلک والایمان بہ ولا نتکلم فی کیفیتہ}

(شرح عقیدۃ الطحاویہ ص:۳۲۹۔۔۔۔۔ دوسرے نسخے میں ص:۴۰۰)

ماخذ نمبر ۲: {وعذاب القبر ثابت عند اھل السنۃ وان اختلفوا فی کیفیتہ فقال بعضھم یؤمن باصل العذاب ویسکت عن الکیفیۃ لأنّ الواجب علینا تصدیق ما جاء فی السنۃ المشھورۃ وھو التعذیب بعد الموت}

(عینی شرح ہدایہ ص:۶۴۰ ج:۴)

ماخذ نمبر ۳:

{قال بعضھم یؤمن باصل العذاب ویسکت عن الکیفیۃ}

(کفایہ علی الہدایہ ص:۱۵۲ ج:۲)

ماخذ نمبر ۴: {ولا تنس توقف الامام الاعظم فی ذلک}

(الآیات البینات فی عدم سماع الاموات ص: ۱۱۸
مصنفہ علامہ سید نعمان بن سید محمود آلوسی البغدادیؒ)

ماخذ نمبر ۵: {وعذاب القبر حق للکافرین ولبعض عصاة المؤمنین وتنعیم اهل الطاعة فی القبر بما یعلمه الله ویریده (الجار متعلق بالعذاب والتنعیم اشارة الی ان هذا الاعتقاد المجمل کاف وان البحث عن کیفیتها فغیر لازم لغموضه ودقته}

(عقائد نسفی ص: ۷۹)

علامہ نسفی حنفیؒ نے عذاب قبر کی بحث میں صرف عذاب قبر اور منکر ونکیر کا ذکر تو کیا ہے، لیکن کیفیت عذاب اور اعادۂ روح کا تذکرہ تو کجا 'اشارہ تک بھی نہیں فرمایا' معلوم ہوا کہ یہ اکابر ائمہ کیفیت عذاب پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتے ...... بس اجمالاً عذاب وثواب بعد الموت کے نظریہ کو کافی سمجھتے ہیں۔

{طائفہ ثانیہ اہل السنت والجماعت

''منکرین عذاب بدن عنصری ومشارکت روح''}

طائفہ ثانیہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے' (مرنے کے بعد نہ تو روح بدن عنصری میں واپس آتی ہے اور نہ ہی روح کا تعلق حیات بدن عنصری کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے) بدن عنصری عذاب اور راحت سے قیامت تک بالکل فارغ ہے' قیامت کے دن جب روح بدن میں واپس آئیگی' تو یہی بدن قیامت اور قیامت کے بعد روح کے ساتھ عذاب وراحت میں شریک ہوگا' قیامت سے پہلے یہ شرکت نہیں ہے۔

ہاں کبھی کبھی ...... اللہ تعالیٰ بندوں کی عبرت کیلئے یا کسی دوسری حکمت کے تحت عذاب اور راحت کو بطور خرق عادت اس جسد عنصری پر اسی گڑھے میں (جس

میں میت کو دفن کیا جاتا ہے) ظاہر فرمادیتے ہیں ...... یعنی ان حضرات کے نزدیک اصل قانون عذاب قبر (برزخ) کا یہ ہے کہ 'عذاب وثواب صرف روح کے لئے ہے' بدن عنصری اس سے فارغ ہے تا قیامت ...... لیکن خرق عادت کا مسئلہ جدا ہے۔

ماخذ نمبر ۱: علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

{لکن هولاء ینکرون عذاب البدن فی البرزخ فقط ویقولون ان الارواح المنعمة والمعذبة فی البرزخ فاذا کان یوم القیمة عذبت الروح والبدن معا وهذا القول قاله طوائف من المسلمین من اهل الکلام و الحدیث وغیرهم وهو اختیار ابن حزم و ابن مره فهذا القول لیس من الاقوال الثلثة الشاذة بل هو مضاف الی قول من یقول من عذاب القبر ویقر بالقیامة ویثبت معاد الابدان والارواح}

(کتاب الروح لحافظ ابن القیم ص: ۶۳)

{علامہ ابن قیمؒ کی عبارت مذکورہ کے چند اہم فوائد}

فائدہ اولیٰ: علامہ ابن قیمؒ نے اپنی اس عبارت میں اولاً یہ تصریح کردی ہے کہ یہ قول ''عذاب وثواب ما بعد الموت قبل القیامة (عذاب وثواب قبر) بدن عنصری پر بالکل نہیں ہوتا' بلکہ صرف روح پر ہوتا ہے'' شاذہ اور مردود اقوال میں سے نہیں ہے۔

فائدہ ثانیہ: علامہ ابن قیمؒ نے دوسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اس قول کے قائل صرف ایک دو آدمی نہیں' بلکہ اہل اسلام کی بہت سی جماعتیں اور طائفے ہیں' اور وہ بھی مناطقہ یا فلاسفہ معتزلہ نہیں' بلکہ متکلمین اور محدثین حضرات میں سے ہیں۔

فائدہ ثالثہ: علامہ ابن قیمؒ نے تیسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ عذاب و ثواب قبر صرف روح کیلئے ماننے والے اور بدن عنصری سے نفی کرنے والی جماعتیں اور طائفے منکرین عذاب قبر میں سے قطعاً نہیں ہیں' بلکہ یہ عذاب وثواب کے قائل

ہیں، اور اہل السنت والجماعت ہی سے ہیں۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ جصاص رازیؒ فرماتے ہیں:

{یلطف اجزاء منہم مقدار ما تقوم بہ البنیۃ الحیوانیۃ ویوصل النعیم الیہ وتکون تلک الاجزاء اللطیفۃ بحیث یشاء اللہ تعالیٰ ان تکون تعذب وتنعم علی حسب ما یستحقہ ثم یفنیہ اللہ تعالیٰ کما یفنی سائر الخلق قبل یوم القیامۃ ثم یحییہ یوم القیامۃ للحشر و قد حدثنا ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن اسحاق المروزی قال حدثنا الحسن بن یحی بن ابی الربیع الجرجانی قال اخبرنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر عن الزہری عن کعب بن مالک ان النبی ﷺ قال نسمۃ المسلم طیر تعلق فی شجر الجنۃ حتی یرجعها الی جسدها}

(احکام القرآن ص: ۹۴ ج: ۱)

{علامہ جصاص رازیؒ کی عبارت کے چند اہم فوائد}

(۱) علامہ صاحب نے دونوں قول "عذاب فقط للروح و عذاب للروح والجسد" برابر برابر طرز پر لفظ "منہم" سے بیان فرمائے ہیں۔

(۲) امام موصوفؒ نے قول اول کو باطل شاذ یا شرذمہ قلیلہ کی طرف منسوب نہیں کیا' اگر قول اول مردود ہوتا یا کم از کم ضعیف اور شاذ ہوتا' تو امام جصاصؒ کا دینی فریضہ تھا کہ وہ اس مذہب کے شذوذ یا ضعیف اور باطل ہونے کی تصریح در تصریح فرماتے...... کیوں کہ احقاق حق اور ابطال باطل' اہل حق کے دینی فرائض میں سے ہے۔

(۳) اگر آپ تدبر، تفکر اور غور سے دونوں قولوں کو دیکھیں گے' تو اس عبارت میں یہ بات نمایاں پائیں گے' کہ امام صاحبؒ نے دونوں قولوں کے آخر میں

نسمۃ المسلم والی حدیث ذکر فرما کر پہلے قول (عذاب فقط روح کو ہے) کی تائید فرمائی ہے' چنانچہ حاشیہ میں اس کی تصریح موجود ہے:

"ھذا الحدیث شاھد لمعنی الاول"

ماخذ نمبر ۳: امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

{ھذہ الارواح بعد المفارقۃ تتألم و تتلذذ الی ان یردھا اللہ تعالیٰ الی الابدان یوم القیامۃ فھناک یحصل الالتذاذ و التألم للابدان فھذا قول قال بہ عالَم (بفتح اللام۔۔۔ از ناقل) من الناس قالوا: وھب انہ لم یقم برھان قاھر علی القول بہ ولکن لم یقم دلیل علی فسادہ فانہ مما یؤید الشرع و ینصر ظاھر القران ویزیل الشکوک والشبھات عما ورد فی کتاب اللہ من ثواب القبر وعذابہ فوجب المصیر الیہ فھذا ھو الاشارۃ المختصرۃ فی توجیہ ھذا القول واللہ ھو العالم بحقائق الامور} (تفسیر کبیر ج: ۴ ص: ۱۶۷)

{امام رازیؒ کی عبارت کے چند اہم فوائد}

۱۔ موت کے بعد ابدان عنصریہ میں ارواح' قیامت سے پہلے واپس نہیں لوٹائی جاتیں' قیامت تک بدن عنصری میت ہی رہتا ہے۔

۲۔ برزخی عذاب و راحت صرف ارواح کو ہے نہ کہ ابدان عنصریہ کو۔

۳۔ اس مذہب کے قائل معمولی افراد نہیں ہیں' بلکہ انسانوں کا ایک بڑا جہان اس مذہب کا قائل ہے۔

۴۔ اس مذہب کی خوبیوں میں سے ہے' کہ شریعت اسلامیہ کا زبردست مؤید اور ظاہر قرآن کا ناصر اور عذاب و راحت قبر کے بارے میں شبہات کا زائل کنندہ ہے۔

۵۔ تو امام رازیؒ کے نزدیک اس مذہب کا عقیدہ رکھنا واجب ہے۔

ماخذ نمبر ۴: خاتم المحدثین علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ فرماتے ہیں:

{اما اهل السنة والجماعة فلهم فيه قولان قيل العذاب للروح فقط وقيل على الروح والجسد معاً ومال الى الاول الحافظ ابن القيم والاقرب عندی هو الثانی} (فیض الباری ج:۲ ص:۴۹۲)

ماخذ نمبر ۵: {ثم لاهل السنة قولان قيل ان العذاب للروح فقط وقيل للروح والجسد والمشهور الثانی اختاره اکثر شارحی الهداية وهو المختار ان صار البدن ذرة ذرة فی الدنيا فان الشعور لکل شیٔ عند جمهور الائمة} (العرف الشذی ص:۳۵۵ ج:۱)

فائدہ: شاہ صاحبؒ نے تصریح فرمادی ہے کہ پہلا قول (یعنی عذاب اور ثواب صرف روح پر ہے نہ کہ جسد عنصری پر) اور دوسرا قول (روح مع الجسد العنصری) اہل السنۃ والجماعۃ ہی کے ہیں' ان دونوں میں سے کسی کا قائل بھی اہل السنۃ سے خارج اور معتزلی وغیرہ نہیں ہے، البتہ شاہ صاحبؒ کے نزدیک قول ثانی راجح ہے۔

نیز حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کی عبارت سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ بدن عنصری کے عذاب کے لئے روح کا واپس آنا تو درکنار بدن کا سالم رہنا بھی شرط نہیں ہے' یعنی اگر بدن ذرہ ذرہ ہوجائے تو اس میں بھی ادراک برزخی (جس کو متکلمین حضرات "نوع من الحیات" سے تعبیر فرماتے ہیں جس کیلئے اعادہ روح قطعاً شرط نہیں ہے' جس کی تفصیل مذہب رابع کے بیان میں آئے گی...... انشاءاللہ) کا پیدا ہونا جائز ہے' کیونکہ ہر چیز میں حیات بسیطہ کی وجہ سے شعور ہوتا ہے۔

اس طائفہ ثانیہ کا دعوی یہ ہے کہ {النار یعرضون} میں عذاب برزخی فرعونیوں کی ارواح پر ہے نہ کہ جثوں پر' اور ان کا استدلال تفسیر صحابہ کرامؓ کے مطابق اسی آیت سے ہے' چنانچہ ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ نمبر ۱: {قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ ان ارواح آل

فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین فیقال یا آل فرعون هذه دارکم} (زاد المسیر ص:۲۲۸ ج:۷)

ماخذ نمبر ۲: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

{عن شرحبیل ان ارواح آل فرعون فی اجواف طیر سود تغدو وتروح علی النار فذلک عرضها وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ نحو ذلک} (روح المعانی ج:۱۳ ص:۷۳)

ماخذ نمبر ۳: تفسیر مواہب الرحمن میں ہے' شیخ نے ابن کثیر میں لکھا کہ عذاب القبر کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں' حضرت قتادہؓ نے فرمایا: قولہ تعالی {النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا} یعنی صبح شام یہ لوگ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں' جب تک دنیا باقی ہے' اور ان سے کہا جاتا ہے اے آل فرعون: یہی تمہارے ٹھکانے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں میں جنت کے اندر جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور مؤمنین کے بچوں کی روحیں جوف عصافیر میں جنت کے اندر جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں' پھر سیر کر کے ان قندیلوں میں جاتی ہیں' جو عرش سے لٹکتی ہیں اور آل فرعون کی روحیں سیاہ چڑیوں کے جوف میں صبح شام جہنم کو جاتی ہیں اور یہی ان کا آگ پر پیش کرنا ہے۔

(ص:۱۶۲ ج:۷)

نوٹ: اہل السنت والجماعت کی اکثر تفسیروں میں مضمون بالا مذکور ہے۔

فائدہ: یہ قانون ذھن میں رہنا چاہیے' کہ صحابیؓ کی تفسیر حکماً مرفوع اور مسند ہوتی ہے۔

{تفسیر تابعین}

علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں:

ماخذ نمبر ۱: {وعن الحسن انّ الشّھداء احیآء عندربھم تعرض ارزاقھم علی ارواحھم فیصل الیھم الروح والفرح کما تعرض النّار علی ارواح اٰل فرعون (کما قال ابن مسعودؓ فی اجواف طیر سود) غدوًّا و عشیاً فیصل الیھم الوجع} (تفسیر بیضاوی ص:۸۶ ج:۱)

ماخذ نمبر ۲: {انّ ارواح اٰل فرعون فی اجواف طیر سود تغدو وتروح علی النار فذلک عرضھا} (روح المعانی ج:۱۳ ص:۷۳)

ماخذ نمبر ۳: امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

{فانّ ارواحھم تعرض علی النّار صباحاً ومسآءً الی قیام السّاعة فاذا کان یوم القیامة اجتمعت ارواحھم واجسادھم فی النّار ولھذا قال یوم تقوم السّاعة الاٰیة وھذہ الاٰیة اصل کبیر فی استدلال اھل السّنة علی عذاب البرزخ فی القبور وھی قولہ تعالیٰ:

"النّار یعرضون علیھا"... الاٰیة} (ابن کثیر ص:۸۱ ج:۴)

خلاصہ کلام: طائفہ ثانیہ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ عذاب وثواب قبر برزخی صرف روح کو ہوتا ہے، بدن عنصری ترابی کو نہیں ہوتا...... اور روح قیامت تک بدن عنصری میں نہیں لوٹائی جاتی...... اور بدن عنصری میں کوئی حیات نہیں ہوتی" تمام علماء اہل السنت نے اس مذہب کو اہل السنت والجماعت کا مذہب ٹھہرایا ہے، اور ایک دو آدمی کا نہیں، بلکہ اہل کلام اور محدثین کی کئی جماعتیں اس کی قائل ہیں، مزید تفصیل "عبارات اکابر در مسئلہ قبر" کے ضمن میں ذکر کی جائیں گی۔

{طائفہ ثالثہ اہل السنة والجماعة صوفیاء کرام کا مختار مسلک}

طائفہ ثالثہ اہل السنت والجماعة کے نزدیک عذاب وراحت صرف روح کو نہیں ہے، جس طرح طائفہ ثانیہ کا نظریہ ہے، بلکہ روح اور جسد دونوں کو عذاب وثواب برزخی ہوتا ہے، لیکن جسد سے مراد جسد عنصری مادی ترابی نہیں ہے، بلکہ جسد سے مراد مثالی اور برزخی ہے (جس کو نسمہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اور وہ ایک جسم لطیف ہے جو اس جسم کثیف (بدن عنصری) میں سرایت کیے ہوتا ہے اور موت کے وقت روح کے ساتھ جسم کثیف سے خارج ہوتا ہے) یہ مذہب اکثر صوفیاء کا ہے۔

اور ان حضرات صوفیاء کرامؒ کے نزدیک بھی جسد عنصری، برزخی دور میں عذاب وراحت سے فارغ ہوتا ہے، یعنی نہ تو روح قیامت تک جسد عنصری میں عادۃً واپس آتی ہے اور نہ ہی جسد عنصری میں راحت اور عذاب وحیات وغیرہ ہوتی ہے، ہاں کبھی کبھی بندوں کی عبرت کی خاطر بعض اثرات ظاہری قبر میں بدن عنصری پر ظاہر ہو جائیں تو ان بزرگوں کے مسلک کے خلاف نہیں، کیونکہ خرق عادت کا مسئلہ جدا ہے۔

ماخذ نمبر ۱: علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ فرماتے ہیں:

{قال الصّوفیة "العذاب للبدن المثالی"}

(عرف شذی ص:۳۵۵)

ماخذ نمبر ۲: {وذھب الصوفیة الی انّہ علی الجسد المثالی ھو اکثف من عالم الارواح والطف من عالم الاجساد... الخ}

(فیض الباری ج:۲ ص:۳۹۲)

ماخذ نمبر ۳: {قال الصّوفیة انّہ بالجسد المثالی دون الترابی قال العارف الجامی رحمہ اللہ انّ الغالب فی ھذا العالم احکام الاجساد و احکام الروح مستورة لظھور الجسد و خفاء الروح وینعکس الحال فی البرزخ و

تظہر احکام الروح اما المحشر فیساوی فیہ الحکمان واللہ تعالیٰ اعلیٰ}
(فیض الباری جلد ۱ صفحہ ۱۸۶)

ماخذ نمبر ۴: حضرت شیخ زادہ ابراہیم کورانیؒ فرماتے ہیں:
[ان الارواح بعد مفارقتها ابدانها المخصوصة تتعلق بابدان اخر مثالية جسما يليق بها الى ذلك الاشارة بالطير الخضر فى حديث الشهداء...
(روح المعانی ص:۱۶۰ ج:۱۵)

ماخذ نمبر ۵: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:
یاد رکھو موت صرف جسم عنصری کو آتی ہے' روح کو موت نہیں آتی بلکہ موت سے صرف اس کا تعلق جسم عنصری سے منقطع ہو جاتا ہے' اب اس کے بعد یہ سمجھو کہ لذات سے متمتع ہونے والا کون ہے؟ کیا آپ کے نزدیک یہ بدن ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ روح متمتع و متلذذ ہوتی ہے اور جسم اس کے لیے بمنزلہ آلہ و مرکب (سواری) کے ہے' اور اب بجائے اس جسم کے جو موت کے بعد فنا اور شکستہ ہو جاتا ہے روح کا مرکب (سواری) دوسرا جسم بنتا ہے جس کو جسم مثالی کہتے ہیں' اب روح اس کے ذریعہ سے انتفاعات و تلذذات حاصل کرتی ہے اور یہ جسم مثالی وہ نسمہ ہے جس کو متکلمین اہل ظاہر روح کہتے ہیں۔ (خیر الحیاۃ وخیر الممات ص:۱۳۴)

سوال: قبر میں مردہ کے پاس رومان فرشتہ آکے مردہ کو بٹھاتا ہے' اس بٹھانے پر گمان کر کے قبر کی پاٹ کا بانس کے نیچے دو ہاتھ یا اڑھائی ہاتھ گہرائی کھودتے ہیں اور کہتے ہیں مردہ کو بیٹھنے میں پاٹ کا بانس سر میں نہ لگ جائے' یہ گمان گناہ میں داخل ہے یا نہیں......؟

الجواب: میت جو قبر میں اٹھ کر بیٹھتی ہے' وہ بیٹھنا برزخی ہے' جو اس جسم سے نہیں ہوتا بلکہ جسم مثالی سے ہوتا ہے۔

(امداد الاحکام ص:۸۳۹ ج:۱ ......از مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ)

گرامی: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ)
علماء دیوبند کی اور بھی اس قسم کی کئی عبارتیں موجود ہیں۔

{خلاصہ کلام}

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ......صوفیاء کے نزدیک عذاب وثواب قبر برزخی روح کو جسم مثالی کے ساتھ ہوتا ہے' نہ کہ جسم عنصری کو...... اور اس مذہب کے قائلین محققین صوفیاء ہیں' علماء دیوبند میں سے بھی ایک گروہ اسی مذہب کا قائل ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ کی بعض عبارات سے واضح ہے۔

فائدہ: اہل السنۃ والجماعۃ کا طائفہ ثانیہ اور طائفہ ثالثہ ہر دو کا اس امر پر اتفاق ہے' کہ قبر ارضی میں بدن عنصری پر عادۃً کوئی عذاب وراحت نہیں ہوتی' خرق عادت کا معاملہ جدا ہے۔

سوال: طائفہ ثانیہ (قائلین عذاب وثواب فقط للروح) کے نزدیک' جب عذاب وراحت صرف روح کو ہے' اور طائفہ ثالثہ کے نزدیک روح اور بدن مثالی کو ہے' اور قبر ارضی میں مدفون بدن عنصری بالکل فارغ ہے' اور روح قبر میں نہیں ہوتی' کیوں کہ روح کا مقر علیین یا سجین ہے' اسی طرح بدن مثالی کا مقر بھی قبر ارضی نہیں ہے' کیوں کہ بدن مثالی برزخ میں روح پر مشتمل اور اس کے ساتھ متعلق ہوتا ہے' تو روح اور بدن مثالی کا مقر ایک ہی ہوگا؟ تو بناء علیہ ان دونوں مذہبوں پر میت کیلئے اس زمینی قبر (گڑھے) کے عذاب وراحت کا بلاریب انکار لازم آتا ہے او رسوال وجواب اور راحت وعذاب کو اس قبر کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں رہتی' کیوں کہ یہ دونوں طائفے اس گڑھے میں پڑے ہوئے بدن ترابی کے عذاب وراحت کے قائل نہیں ہیں' ہاں میت کے لیے یہ عذاب' عذاب سجین ہی بنے گا اور یہ راحت بھی راحت علیین ہی بنے گی' نہ یہ عذاب قبر ہے اور نہ یہ راحت قبر ہے' کیوں کہ قبر لغت میں اس گڑھے کو کہتے ہیں' جس میں میت کو دفن کیا گیا ہے۔

جیسا کہ ''لسان العرب ص:۲۸ ج:۵ ......تاج العروس ص:۸۷۴ ج:۳

الیاقوت والمرجان ص: ۲۰۶.....المنجد ص: ۷۷۲.....نہایہ لابن اثیر ص: ج: ۴.....مفردات امام راغب ص: ۳۹۸ میں درج ہے۔

نیز اسی طرح محدثین اور فقہاء حضرات کی بحث زیارت القبور کی اور شق ولحد کی اور قبر کے مستقیم ومربع ہونے کی اور گارا لگانے کی اور قبر عمیق وفراخ کرنے وغیرھا کی ان تمام بحثوں کا تعلق صرف اسی گڑھے کے ساتھ ہے' نہ علیین اور سجین کے ساتھ.....

اور قرآن وحدیث میں بھی بہت سے مقامات پر قبر کے لفظ سے مراد یہی زمینی قبر معلوم ہوتی ہے' مثلا

﴿لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ...الآیة. حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ...الآیة لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اتخذوا قبور انبیاء هم مساجداً...اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد أو کما قال النبی ﷺ....وغیرها من الآیات و الاحادیث﴾

خلاصہ سوال یہ ہے' کہ یہ دونوں طائفے عذاب قبر کے منکر ہیں' پھر تمام علماء اہل السنۃ والجماعت نے ان کو اہل السنت میں کیوں شمار کیا ہے.....؟

الجواب: جواب سے پہلے تین باتیں سمجھنی ضروری ہیں۔

(۱) مفہوم قبر..... (۲) مفہوم برزخ..... (۳) عذاب قبر کی حقیقت

1.....{مفہوم قبر}

پہلی بات!! اکابرین اہل السنۃ کے نزدیک شریعت میں لفظ قبر کے چونکہ دو اطلاق ہیں' اس لئے لفظ قبر دونوں اطلاقوں اور دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اطلاق اول: قبر زمین کا وہ گڑھا ہے جس کو کسیوں سے کھود کر مردہ لاش کو اس میں دفن کیا جاتا ہے اور عرف کے لوگ چونکہ اسی گڑھے میں مردے کو دفن کرتے ہیں' اسی لحاظ سے اس کو قبر کہتے ہیں' اس لیے اہل لغت نے بھی قبر کی تعریف مقر المیت (یعنی میت کے ٹھہرنے کی جگہ)، موضع دفن الموتی (مردوں کے دفن کرنے کی

جگہ) وغیرہ کے الفاظ اور اسی گڑھے کے ساتھ کی ہے' کیونکہ لغت والوں کا تعلق عرفی اطلاقات اور لسانی استعمالات کے ساتھ ہوتا ہے' تو اطلاق اول کے اعتبار سے اسی زمینی گڑھے کو قبر کہتے ہیں' جیسے کہ "باب زیارت القبور" وغیرہ سے یہی قبر مراد ہے' اسی طرح فقہاء ومحدثین حضرات کے ہاں راحت وعذاب قبر کے علاوہ جتنے مسائل ہیں' ان سب کا تعلق چونکہ اس گڑھے والی قبر کے ساتھ وابستہ ہے' اس لئے فقہاء اور محدثین کے نزدیک انہی مسائل کے لحاظ سے قبر کا اطلاق اسی گڑھے والی قبر پر ہوتا ہے

اطلاق دوم: قبر سے مراد یہ گڑھا دنیا کی زمین والا نہیں ہے' بلکہ عالم برزخ ہے۔

قدرے تشریح: میت کے ساتھ' مرنے کے بعد دو قسم کے امور تعلق پکڑتے ہیں' ایک وہ جو اس جہان کے انسانوں اور اس جہان کی زمین کے ساتھ تعلق پکڑتے ہیں' اور وہ وہ امور ہیں جن کو ہم دیکھتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے ان کو مکمل کرتے ہیں' ان کا تعلق بلا ریب اسی گڑھے کے ساتھ ہے۔

دوسرے وہ امور ہیں جن کا تعلق اس جہان کی مخلوق کے ساتھ نہیں ہے' بلکہ مالک الملک' علام الغیوب کے تصرفات سے طے ہوتے ہیں' جن کی ماتحت الاسباب تکمیل ایک غیبی مخلوق یعنی ملائکہ کے ذریعے سرانجام پاتی ہے' مثلاً نکیرین کا سوال و جواب کرنا اور اس کے بعد قسم وقسم کی راحت ملنا' یا عذاب میں مبتلاء ہونا' قبر کا تنگ ہونا اور کشادہ ہونا اور عذاب قبر کی وجہ سے معذب کا چیخیں مارنا اور بچھوؤں اور سانپوں کا ڈسنا وغیرھا ایسے امور ہیں' جن کا تعلق اس ظاہری گڑھے کے ساتھ عادۃً قطعاً نہیں ہوتا' کیونکہ یہ گڑھا اس عالم دنیا کا گڑھا ہے جس کو دنیا کے لوگ کھودتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کے ہاتھ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

اگر یہ تمام امور اسی ظاہری دنیوی گڑھے میں ہوتے تو مشاہد ہوتے' حالانکہ معاملہ بالکل اس کے خلاف ہے' تو بداہتہً ظاہر ہے کہ یہ امور کسی دوسرے عالم میں ہو رہے ہیں جو حواس سے بالکل غیب ہیں' جس کو عالم برزخ کہتے ہیں' اور علماء متکلمین کی بحثوں کا تعلق چونکہ قبر کے عذاب اور اس کی راحت کے ساتھ ہوتا ہے' اس لیے ان

کے نزدیک اسی لحاظ سے قبر شرعی صرف عالم برزخ ہے نہ یہ گڑھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قبر کا اطلاق اول یعنی "گڑھا" اور اطلاق دوم یعنی "برزخ" شریعت میں دونوں صحیح ہیں' لیکن مصداق اور محل دونوں کے علیحدہ علیحدہ ہیں' جس طرح عرض کر آیا ہوں' مثلاً عذاب وثواب کے لحاظ سے جو متکلمین کا وظیفہ ہے "قبر صرف عالم برزخ کا نام ہے نہ گڑھے کا" اور فقہی احکام کے لحاظ سے جن کا تعلق عالم دنیا کے ساتھ ہے "قبر صرف گڑھے کا نام ہے نہ برزخ کا" بس یہی حق ہے اس میں اختلاط والتباس ڈالنا مسلمانوں کو لڑانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

۲......{مفہوم برزخ}

برزخ کا لغوی معنی: لغت میں برزخ اس چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان حائل اور مانع ہو جس کو لفظ پردہ سے بھی ایک لحاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

برزخ کا شرعی معنی: شریعت مقدسہ ومطہرہ کی اصطلاح میں برزخ اس عالم کا نام ہے' جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک واسطہ ہے' آدمی کو جب غرغرہ کی حالت لاحق ہوتی ہے اس وقت سے عالم برزخ اس کے سامنے نمودار ہو جاتا ہے' اور مرنے کے ساتھ ہی آدمی اس عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے' خواہ اس کو دفن کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

ماخذ نمبر ۱: حافظ ابن قیمؒ برزخ کی تعریف لکھتے ہیں:

{هو مابين الدنيا والاخرة} (کتاب الروح ص:۹۰)

ماخذ نمبر ۲: علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ فرماتے ہیں:

{والحاصل انّ البرزخ اسم لانقطاع حيوة هذا العالم وابتداء حيوة اخرى} (فیض الباری ص:۱۸۳ ج:۱)

یعنی حاصل یہ ہے کہ برزخ نام ہے اس جہان 'دنیا' کی زندگی کے اختتام اور

دوسری حیات (برزخی) کی ابتداء کا۔

ماخذ نمبر ۳: قاموس القرآن از قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی ص: ۱۱۳ پر بھی تقریباً یہی معنی مندرج ہے۔

ماخذ نمبر ۴: مرشد العلماء علامہ ہالیجویؒ لکھتے ہیں:

{البرزخ هو مابين الدنيا والاخرة من وقت الموت الى البعث}

(الیاقوت والمرجان ص:۲۱)

ماخذ نمبر ۵: علامہ افریقیؒ اور علامہ زبیدیؒ 'واللفظ له' میں لکھتے ہیں:

{البرزخ مابين الدنيا والاخرة قبل الحشر (من وقت الموت الى البعث) وقال الفراء "البرزخ من يوم يموت الى يوم يبعث ومن مات فقد دخله اى البرزخ}

(تاج العروس ص:۲۵۲ ج:۲، لسان العرب ص:۸ ج:۳)

ماخذ نمبر ۶: علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

{وذلک البرزخ عندمنقطع العناصر بحيث لاماء ولا هواء ولا تراب ولانار} (شرح الصدور ص:۱۰۶)

یعنی یہ برزخ وہاں ہے' جہاں عناصر اربع منقطع ہو جاتے ہیں' اس حیثیت سے کہ وہاں نہ پانی ہے نہ ہوا ہے اور نہ مٹی اور نہ آگ ہے' یعنی دنیا کے یہ چاروں عناصر نہیں' وہاں کی سب چیزیں برزخی ہیں۔

ماخذ نمبر ۷: مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

برزخ کے لفظی معنی حاجز (پردہ) اور فاصل کے ہیں' دو حالتوں یا دو چیزوں کے درمیان جو چیز فاصل ہو' اس کو برزخ کہتے ہیں' اسی لیے موت کے بعد قیامت اور حشر تک کے زمانے کو برزخ کہا جاتا ہے' جس کا قانون یہ ہے کہ برزخ سے لوٹ کر کوئی دنیا میں نہیں آتا اور قیامت اور بعث ونشر سے پہلے دوسری زندگی نہیں ملتی۔

(معارف القرآن ج:۶ ص:۳۳۱)

آیات سے علماء اہل السنت والجماعت نے عذاب وثواب قبر پر استدلال فرمایا ہے،
ان میں مطلقاً قبر موجود نہیں ہے مثلاً {النار یعرضون علیها ... الآیة} آل فرعون کے
بارے میں اور {مما خطیئاتهم اغرقوا فادخلوا نارا ... الآیة} قوم نوح کے
بارے میں مذکور ہے، حالانکہ فرعونیوں اور قوم نوح وغیرہ کی زمینی قبریں بنائی ہی نہیں گئی
تھیں اسی طرح ہندو وغیرہ اپنے مردوں کو جلا دیتے ہیں اور زمینی قبر میں دفن نہیں کرتے،
اگر قبر کو اطلاق اول یعنی زمینی گڑھا جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے، پر بند کیا جائے تو
ان سب قوموں کیلئے عذاب قبر نہیں ہوگا اور قرآن پاک کی آیات اور علماء اہل السنت
والجماعت کے استدلالات کی تکذیب لازم آئے گی (فتدبر وتفکر وتامل ولا تکن
من المکذبین)۔

الجواب: ان دونوں طائفوں کا نظریہ یہ کہ قبر کا لغوی اور عرفی معنی "جو ہو
بہو ہو وہ اپنی جگہ حق ہے اس کا ہمیں قطعاً انکار نہیں ہے۔ لیکن عذاب وثواب اور
سوال وجواب سے جب اصطلاح شریعت میں قبر اس گڑھے کو کہتے ہی نہیں، جس میں
مردہ دفن کیا جاتا ہے بلکہ قبر شرعی عذاب وثواب کے لحاظ سے عالم برزخ کا نام ہے" تو
بناءً علیہ محض روح کو جس طرح طائفہ ثانیہ کا نظریہ ہے، اور یا روح اور جسم مثالی کو جس
طرح طائفہ ثالثہ کا نظریہ ہے" کو اپنے مقام ومستقر یعنی علیین وسجین میں راحت وعذاب
ہوتا ہے بس یہی ان کا عذاب قبر ہے، بہر حال یہ ان کو مسلم ہے کہ اس گڑھے میں بدن
عنصری پر عذاب وثواب کے وہ منکر ہیں، لیکن اس سے یہ قطعاً لازم نہیں آتا کہ وہ مطلقاً
عذاب قبر کے منکر ہوں، کیوں کہ عذاب قبر سے مراد عذاب برزخ ہے، جیسا کہ اوپر ذکر
کر دیا گیا ہے، چنانچہ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

مأخذ: {کل مکان استقرت فیه النفس اثر خروجها من الجسد فهو
قبرها الی یوم القیامة}

(کتاب الفصل لابن حزم ص: ۶۷ ج: ۴)

یعنی جہاں روح کا بدن سے نکلنے کے بعد مستقر ہے وہی قیامت تک اس کی قبر ہے۔

سوال: آپ تو کہتے ہیں کہ اہل السنت کے نزدیک قبر سے
مراد عالم برزخ ہے، حالانکہ ہم نے اپنی آنکھوں سے بعض قبروں میں آگ جلتی دیکھی
ہے بعض مردوں کو سانپ اور بچھو وغیرہ واسطے دیکھے ہیں، بعض اوقات بعض قبروں سے
آوازیں سنی گئی ہیں اور اسی طرح حدیث میں ہے کہ نبی پاک ﷺ کا گذر قبروں کے
قریب سے ہوا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے" تو کیا
وہ قبریں برزخ میں تھیں ____؟ یا ہم نے جو مشاہدہ کیا ہے کہ بعض نیک آدمیوں کی قبر
سے خوشبو آتی ہے ____ وغیرہ وغیرہ، تو اس قبر ارضی کے عذاب وثواب کا انکار کس طرح
ہو سکتا ہے ____؟

الجواب: آپ نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل بجا ہے، بلکہ اس سے بھی
زیادہ واقعات کا ظہور ہو سکتا ہے۔ اکابرین اہل السنت والجماعت نے اس کا جواب
یہ دیا ہے کہ اصول تو یہی ہے کہ عذاب وراحت میں قبر سے مراد زمینی گڑھا نہیں ہے،
لیکن بعض اوقات خارق عادت ہماری عبرت کے لئے اس گڑھے میں بھی عذاب و
ثواب کے آثار دکھا دیے جاتے ہیں۔

یہ سب بندوں کی عبرت کے لیے خارق عادات واقعات ہیں، قانون اپنی جگہ
پر مسلم اور باقی ہے کہ اصل تو یہ سب کارروائی برزخ میں ہوتی ہے اور کبھی کبھار بندوں کی
عبرت وترغیب وترہیب یا دوسری کسی حکمت کی وجہ سے بطور خرق عادت اللہ تعالیٰ عالم
دنیا میں ظاہر فرما دیتے ہیں۔

چنانچہ اکابرین علماء دیوبند کے مصدقہ عقائد کی کتاب "عقائد اسلام حقانی"
میں ہے ____ "اور کبھی مرنے کے بعد جسم پر بھی عذاب وثواب کے آثار نمایاں ہو
جاتے ہیں، بندوں کی عبرت اور رغبت کے لیے" (عقائد اسلام ص: [illegible])

اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہم نے اپنی کتب میں اس کی
تصریح فرمائی ہے، اور آپ تھوڑی سی سوچ لیں کہ اگر سب کچھ صرف اسی ظاہری گڑھے
میں ہوتا تو ۱۴۰۰ سال پہلے آپ ﷺ کا گذر تو قبروں سے ہو کر گیا تھا لیکن اگر [illegible]

قانون ہوتا کہ عذاب وراحت قبرارضی میں ہی ہوتا ہے' تو کوئی جانور بھی قبرستان میں داخل نہ ہوتا' حالانکہ آج ہم سب مویشیوں کو قبرستان میں چرتا پھرتا دیکھتے ہیں' اگر یہ سب کاروائی عادۃً انہیں قبروں میں ہوتی' تو کوئی جانور بھی قبرستان میں داخل نہ ہوتا۔

اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ مردے (کافر) پر ننانوے اژدھا مسلط کیے جاتے ہیں اور فرمایا کہ اگر ان میں سے ایک اژدھا بھی زمین پر سانس نکالے' تو پوری زمین پر سبزہ نہیں اگ سکے گا' حالانکہ سب سے زیادہ سبزہ ہوتا ہی قبرستانوں میں ہے' تو ماننا پڑے گا کہ یہ سب کاروائی قانونی طور پر عالم برزخ میں ہوتی ہے' اور اگر کبھی دنیا میں کوئی اس قسم کا واقعہ جیسے۔۔۔

''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر ایک دفعہ بدک گیا تھا''

تو اس کا بھی انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ سب خارق عادات ہیں۔

{طائفہ رابعہ اہل السنۃ والجماعۃ اور کیفیت عذاب}

ان حضرات کا نظریہ یہ ہے کہ عذاب اور راحت قبر' روح اور جسد عنصری کو ہوتا ہے' یہ حضرات نہ فقط روح کے عذاب کے قائل ہیں اور نہ روح اور جسد مثالی کے قائل ہیں' بلکہ ان کے نزدیک عذاب وراحت برزخیہ کا محل، روح اور جسم مادی عنصری خاکی دونوں ہیں' لیکن یاد رہے کہ ان حضرات کے نزدیک روح قیامت تک اپنے مستقر علیین یا سجین میں موجود رہتی ہے اور قیامت تک عادۃً بدن عنصری میں واپس نہیں آتی' روح کو اپنے مستقر برزخی میں بدستور عذاب اور راحت حاصل ہوتی رہتی ہے اور بدن میت میں اللہ تعالیٰ روح کو واپس لوٹانے کے بغیر ایک غیر معلوم الکیفیت کنہ (حالت برزخیہ) پیدا فرمادیتے ہیں' جس سے بدن عنصری کو بدستور میت رہنے کے باوجود برزخی عذاب اور راحت کا ایک قسم کا برزخی ادراک اور احساس حاصل ہوجاتا ہے' اسی ادراک وشعور واحساس برزخی کو علماء متکلمین {نوع من الحیوۃ} سے تعبیر فرماتے ہیں' لیکن اس {نوع من الحیوۃ} سے نہ تو میت کو دنیا کے دکھ درد کا احساس ہوتا ہے' نہ دنیا

کی چیزوں کا ادراک وشعور ہوتا ہے' نہ دنیا کی چیزیں دیکھ سکتا ہے، نہ سن سکتا ہے، نہ اس کے بدن میت میں حرکت اور جنبش پیدا ہوتی ہے' اور نہ ہی دیگر افعال اختیاریہ کا صدور ہوتا ہے' اسی لیے ہمارے تمام فقہائے کرام نے اس کی خوب تصریح فرمائی ہے' جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔

ماخذ نمبر ۱: {انہ یجوز ان یخلق اللہ تعالیٰ فی جمیع الاجزآء او فی بعضھا نوعاً من الحیوۃ قدر ما یدرک الم العذاب او لذۃ التنعیم وھذا لایستلزم اعادۃ الروح الی بدنہ ولا ان یتحرک و یضطرب اویری اثر العذاب علیہ...الخ} (شرح عقائد ص:۷۷)

ماخذ نمبر ۲: {ولا یخفی علیک ان لیس المراد بالحی ھھنا ما یعاد فیہ الروح ویصدر عنہ الافعال الاختیاریۃ بل ما یدرک الالم و اللذۃ فاذا خلق اللہ فیہ ادراکاً یکون سبباً لادراک الالم و اللذۃ یکون حیاً لا جماداً و لذا قال الشارح فی ''الجواب'': انہ یجوز ان یخلق اللہ فی جمیع الاجزآء او فی بعضھا نوعاً من الحیوۃ قدر ما یدرک الالم واللذۃ...}

(عبدالحکیم علی الخیالی ص:۱۱۸)

ماخذ نمبر ۳: {ومنع کثیر من الاشاعرۃ والحنفیۃ اعادۃ الروح الیہ وقالوا لاتلازم بین الروح والحیوۃ الا فی العادۃ}

(قرۃ العین ص:۵۹۵)

ماخذ نمبر ۴: {قد ثبتت بالضرورۃ من ان للمیت فی القبر نوع حیوۃ قدر ما یتألم و یتلذذ...وما یتوھم من امتناع الحیوۃ بدون الروح ممنوع و انما ذلک فی الحیوۃ الکاملۃ التی یکون معھا القدرۃ و الافعال الاختیاریۃ و قد اتفقوا علی ان اللہ تعالیٰ لم یخلق فی المیت القدرۃ و الافعال الاختیاریۃ}

(شرح مقاصد ج:۵ ص:۱۱۷)

ماخذ نمبر ۵: حضرت علامہ مجیب اللہ صاحب گونڈوی (استاذ دار العلوم

دیوبند) فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں وہ ایسا کر سکتے ہیں کہ وہ میت کے جسم کے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء میں ایک خاص قسم کی (نوع من الحیوۃ) اتنی مقدار میں پیدا فرما دیں جس سے وہ عذاب کی تکلیف یا تنعیم کی لذت کا ادراک کر سکے...... اور اس حیوۃ خاصہ کیلئے بدن کی طرف روح کا لوٹایا جانا لازم نہیں کہ حشر سے پہلے ایک اور موت کا سامنا کرنا پڑے جس کے بعد حشر ہو کیوں کہ اعادہ روح حیات کاملہ کے لیے ضروری ہے حیات خاصہ (نوع من الحیوۃ) کے لیے اعادہ روح ضروری نہیں۔

(بیان الفوائد ص: ۹۴ حصہ دوم)

ماخذ نمبر ۶: استاذ الحدیث علامہ محمد علی صاحبؒ،

معتزلہ کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"باری تعالیٰ ان میں جس طرح ادراک اور احساس نفس ناطقہ و روح میں پیدا کرسکتا ہے اسی طرح وہ قادر ہے کہ جسم میں احساس و ادراک پیدا فرمادے کہ عذاب و تنعیم کا ادراک اسے ہو جاوے اس میں اعادہ روح کی ضرورت نہیں یہ ضرورت نہیں کہ اثر عذاب کا دیکھا بھی جائے خواہ وہ سمندر میں غرق ہو جائے نار میں جل جائے عذاب قبر محقق ہے مراد قبر سے برزخ ہے"۔

(عقد الفرائد علی شرح العقائد ص: ۱۴۹)

ماخذ نمبر ۷: {و الایلام لایتحقق فی المیت لانه لایحس و لذا کان الحق ان المیت المعذب فی قبره توضع فیه الحیوة بقدر ما یحس بالالم و البنیة لیست بشرط عند اهل السنة حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لا تتمیز الاجزاء بل هی مختلطة بالتراب فعذب جعلت الحیوة فی تلک الاجزاء التی لا یاخذها البصر ان الله علی ذلک لقدیر}

(فتح القدیر ج: ۴ ص: ۴۶۰ باب الیمین فی الضرب)

اسی طرح جامع الرموز حنفی ص: ۲۹۲، مجمع الانہار شرح ملتقی

الابحر فقہ حنفی، درر الاحکام شرح غرر الاحکام فقہ حنفی ص: ۲۶، رد المحتار باب الیمین فی الضرب اور دیگر کئی فقہ حنفیہ اور علم عقائد کی کتب میں یہی مضمون لکھا ہوا ہے۔

{خلاصہ عبارات فقہ حنفی}

فتح القدیر وغیرہ کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی زندہ انسان کسی مردے کو کوئی اذیت و الم نہیں پہنچا سکتا کیوں کہ میت میں حس باقی نہیں رہتی اور اسی لیے یہی حق ہے کہ جس مردے کو قبر برزخ میں عذاب ہو گا اس میں صرف اس قدر حیات پیدا کی جائے گی کہ برزخی الم (تکلیف) کو محسوس کر سکے عذاب و ثواب قبر کیلئے اعادہ روح تو درکنار اہل السنۃ کے نزدیک جسد یعنی اعضاء کی سلامتی بھی شرط نہیں ہے اگر میت خاک میں بھی مل جائے گا تب بھی خداوند تعالیٰ قادر ہے کہ اس میت کی خاک کے ذروں میں عذاب برزخی کی حس برزخی پیدا فرمادے فقہاء احناف و دیگر متکلمین کی صراحت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس طائفہ رابعہ کے نزدیک عذاب، جسد عنصری پر ہونے کے باوجود جسد عنصری میں نہ تو دنیا کی چیزوں کا ادراک، شعور اور احساس ہوتا ہے نہ روح واپس آتی ہے اور نہ ہی حیات دنیوی حقیقی پیدا ہوتی ہے پس اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اجزاء میت میں ایک برزخی حالت اور کیف پیدا فرما دیتے ہیں جس سے برزخی ادراک پیدا ہو جاتا ہے جو برزخی الم و لذت کو محسوس کر سکتا ہے تمام فقہاء احناف نے باب الیمین فی الضرب کے تحت صراحت فرمائی ہے کہ اگر کسی آدمی نے قسم اٹھائی کہ فلاں آدمی کو نہ ماروں گا مرنے کے بعد اس کی میت کو مارا تو حانث نہیں ہوگا کیوں کہ ضرب سے مقصود دکھ پہنچانا ہے اور 'الایلام لایتحقق فی المیت' یعنی میت میں ایلام متحقق نہیں ہوتا کیونکہ میت میں دنیوی حس و ادراک و شعور نہیں ہوتا۔

سوال: میت میں جو حیات پیدا کر دی جاتی ہے وہ کس قسم اور کس نوعیت کی ہے؟

جواب: یہ حیات دنیوی حقیقی نہیں ہے جس سے بدن میت میں روح

واپس آجاوے، اور موت زائل ہو جاوے، بلکہ جسد میت میں اللہ تعالیٰ باوجود موت کے بدستور سابق قائم ہونے کے ایک حالت برزخیہ صرف اور صرف اتنی مقدار پیدا فرمادیتے ہیں، جس سے جسد میت کو درد اور راحت برزخیہ کا ایک قسم کا برزخی ادراک ہوتا رہتا ہے بس اور بس۔

اتنی حالت سے زائد اتنی مقدار جس سے میت کو سماع دنیوی یا ادراک، شعور، احساس، اور رویت (دیکھنا) دنیوی حاصل ہو قطعاً نہیں ہوتی {المراد من الحیوٰۃ لا تزیل عن المیت اسم الموت} بہر حال اس حالت برزخیہ پر حیات کا اطلاق مجازاً ہے نہ حقیقتاً، کیونکہ یہ حیات برزخیہ ناقصہ اس حیات حقیقیہ دنیویہ کے بالذات مغایر ہے، جو میت کو موت سے پہلے حاصل تھی، کیونکہ موت سے پہلے والی حیات کے ساتھ موت جمع نہیں ہوسکتی {لانّ الموت نقیض الحیوٰۃ} بخلاف اس خاص قسم کی حیات (نوع من الحیوٰۃ) کے، کہ یہ موت کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے، کیونکہ وہ حیات حقیقیہ نہیں ہے۔

فائدہ: جو علماء حضرات اس بدن عنصری کے عذاب کے قائل ہیں، وہ بھی اعادہ روح یا روح کے بدن کے ساتھ تعلق تصرف کے منکر ہیں۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ علامہ سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں:

{والجواب ان الاحیاء القبری مخالف بالذات لکونہ قدر ما یدرک الالم واللذۃ لیس الا بخلاف الاحیاء النشوری}

(حاشیہ عبدالحکیم علی البیضاوی ص:۲۷۸)

ماخذ نمبر ۲: شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

پس حمل حیات قبر بر مجازیت متعین است لا غیر

(تفسیر عزیزی ص:۸۷ ج:۱)

سوال: جب اس طائفہ رابعہ کے نزدیک روح جسدِ میت کی طرف واپس نہیں ہوتی، تو پھر میت میں یہ خاص قسم کی حیات اور ادراک کیسے پیدا ہو

سکتا ہے؟ کیوں کہ روح کے بغیر حیات کا ہونا محال ہے۔

الجواب: ان حضرات کی طرف سے اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے، کہ روح کے بغیر حیات کا پیدا نہ ہوسکنا، صرف ہمارے عرف کا طریق معروف اور مروج یہی ہے، اور اس عالم دنیا میں عادت الٰہیہ چونکہ یہی ہے کہ روح کے ذریعے ہی حیات پیدا فرماتے ہیں، تو بناءً علیہ اس شش جہات عالم دنیا میں رہنے والی مخلوق کے وہم میں اس رواج عرفی و عادی کی وجہ سے یہ بات جمی ہوئی ہے کہ حیات بغیر روح کے نہیں ہوسکتی، اور ان کے سامنے جب بھی حیات کا تصور آتا ہے، تو فوراً ان کے ذہن میں یہ تصور بھی کھنچ کر چلا آتا ہے کہ حیات روح کے ذریعے آتی ہے، روح کے بغیر قطعاً حیات نہیں ہو سکتی، اور چونکہ اس عالم کے باشندوں نے حیات کی اقسام میں سے صرف یہی ایک قسم {روح مع الجسد معًا} دیکھی ہوئی ہے، اور دوسری قسم سے بالکل نا آشنا ہیں، اس لیے ان کے وہم میں یہ تصور آ ہی نہیں سکتا اور نہ ہی ان کی عقل قبول کرتی ہے کہ کوئی ایسی حیات بھی ہوتی ہے، جو روح کے بغیر ہو، بہر حال یہ عالم دنیا کے باشندوں کا ایک ناقصہ تجربہ عادیہ اور عرفیہ ضرور ہے، لیکن قادر مطلق اور فعال لما یشاء کے دربار میں حیات کیلئے روح کا ہونا کوئی ضروری نہیں ہے اور نہ ہی وہ ذات عالی حیات و ادراک پیدا کرنے کے لیے روح کی محتاج ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کو کسی چیز میں اسباب کا محتاج سمجھے، شریعت اسلام میں وہ قطعاً کافر، مرتد اور واجب القتل ہے۔

ماخذ نمبر ۱: {وقالوا لا تلازم بین الروح والحیوٰۃ الا فی العادۃ}

(قرۃ العین ص:۵۹۵)

ماخذ نمبر ۲: {وھذا لا یستلزم الخ کانہ اشارۃ الیٰ جواب سوال مقدر وھو ان یقال لو خلق اللہ فیہ نوعاً من الحیوٰۃ لزم اعادۃ الروح وان یتحرک المیت ویضطرب فی قبرہ ولزم ان یری اثر العذاب علیہا و اللوازم کلہا باطلۃ فکذا الملزوم فاجاب عنہ بقولہ و ھذا لا یستلزم اعادۃ الروح فان قیل کیف یتصور الحیوٰۃ قلت وجود الحیوٰۃ بالروح من

الاوصاف العارضة لا من الاوصاف اللازمة الا ترى ان الله تعالى حى وهو منزه عن الروح بل انسان لما لم يرى الحيوة بدون الروح وقع فى وهمه ان لا وجود للحيوة بدون الروح والا فلا تعجب من قدرة الله بان يفهم بالميت نوع حيوة بدون اعادة الروح اليه الا ترى انا لم نشاهد لكلماته بدون اللسان فيكلم ايدى الكفار وارجلهم يوم القيامة بدون اللسان}

(حاشیہ شرح عقائد ص:۱۰۱)

یہ خیال کہ "بغیر روح کے کسی قسم کی کوئی حیات نہیں پائی جاسکتی" درست نہیں ہے، جیسے یہ تصور کہ بغیر زبان کے بولا نہیں جاسکتا" کیوں کہ قیامت کے دن کفار کے ہاتھ پاؤں بولیں گے، لیکن ہاتھ پاؤں کی زبان نہیں ہے۔

سوال: ہمارے ذہن سے ابھی تک یہ خلجان دور نہیں ہوئی کہ یہ تم عجیب منطق چلا رہے ہو کہ روح واپس نہیں آتی اور نہ ہی اس روح کا تعلق تصرف بدن عنصری میں پیدا ہوتا ہے، اور میت میں حیات دنیوی حقیقی بھی پیدا نہیں ہوتی اور میت کو ادراک برزخی حاصل ہو جاتا ہے، ادراک تو بنتی ہے روح پر، روح تو بدن میں آئی نہیں تو ادراک کیسے آگیا......؟

الجواب: اگر تحقیقی جواب چاہتے ہو تو اوپر والی عبارتیں غور و تدبر و تفکر کے ساتھ بار بار پڑھو اور اگر سوال برائے سوال ہی کرنا ہو، تو یہ بات بھی ہم آسان انداز میں سمجھائے دیتے ہیں، درج ذیل امور پر توجہ فرمائیں:

(۱)...... قرآن پاک میں فرمایا: {وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ الاسراء:۴۴} اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اس کی لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا پڑھنا...... (ترجمہ از شیخ الہند)

یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے، اس مضمون کی قرآن پاک میں کئی آیات موجود ہیں غور کرو گے تو سمجھ جاؤ گے، مثلاً (سورۃ حج آیت نمبر ۱۸، سورۃ نور آیت نمبر ۴۱، سورۃ الرعد آیت ۱۵، وغیرھا)

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اس کی شان کے مطابق ایک خاص قسم کی حیات رکھی ہے، جس کو حیات بسیط کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے، اور ہر چیز اپنی شان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تسبیح و حمد بیان کرتی ہے، جس کی حقیقت اور کنہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

(۲)...{ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ فصلت:۱۱}

ترجمہ:...... پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا پھر کہا اس کو اور زمین کو، آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ بولے ہم آئے خوشی سے۔

فائدہ: اس آیت میں زمین و آسمان کو حکم دینے کا ذکر ہے، پھر زمین و آسمان کی طرف {قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ} کی نسبت ہے، حالانکہ زمین و آسمان میں نہ تو روح موجود ہے اور نہ ہی حیات متعارفہ، محض اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک قسم کا ادراک رکھا ہے، جس کو حیات بسیط سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

(۳)...... {اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ الحج:۱۸}

ترجمہ: تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے، اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی، اور بہت ہیں کہ ان پر ٹھہر چکا عذاب اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی نہیں عزت دینے والا اللہ کرتا ہے جو چاہے...... (ترجمہ از شیخ الہند)

(۴)...... {وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ البقرہ:۷۴}

ترجمہ: اور پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں جن سے جاری ہوتی ہیں نہریں اور ان میں ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی' اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے' اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے......

(از شیخ الہندؒ)

(۵)...... {اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝} الاحزاب: ۷۲

ترجمہ: ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمین کو اور پہاڑوں کو پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھائیں' اور اس سے ڈر گئے اور اٹھا لیا اس کو انسان نے یہ ہے بڑا بے ترس نادان۔

(۶) {اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ الزلزال: ۱، ۴}

ترجمہ: جب ہلا ڈالے زمین کو اس کے بھونچال سے، اور نکال باہر کرے زمین اپنے اندر سے بوجھ اور کہے آدمی اس کو کیا ہو گیا، اس دن کہہ ڈالے گی وہ اپنی باتیں اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اس کو...... (از شیخ الہندؒ)

ان آیات میں غور و فکر فرمائیں...... تو اس نتیجہ تک پہنچیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اس کے مناسب حال ایک قسم کا ادراک پیدا فرمایا ہے' جس سے صاف ظاہر ہے کہ ادراک کے لئے نہ تو روح کا ہونا شرط ہے اور نہ ہی حیات دنیویہ حقیقیہ کا ہونا ضروری ہے' جس طرح کہ آج کل کے غالی صاحبان کا دعویٰ ہے۔

اسی لیے علامہ انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

{فان الشعور لکل شئ عند جمهور الامة}

(العرف الشذی ص: ۳۵۵ ج: ۱)

فائدہ: اہل السنت والجماعت کے چاروں مذاہب اور طائفے اس

بات پر متفق ہیں' کہ مرنے کے بعد عذاب و راحت قبر برحق ہے' لیکن روح قیامت تک عادۃً بدن عنصری میں واپس نہیں کی جاتی اور نہ ہی روح کا بدن عنصری کے ساتھ ایسا تعلق قائم کیا جاتا ہے' جس کی وجہ سے بدن عنصری میں حیات حقیقی پیدا ہو جائے اور بدن عنصری سے افعال اختیاریہ کا صدور ہو' معلوم ہوا جو لوگ مردوں کے لئے اعادہ روح یا ایسے تعلق کے قائل ہیں جس کی وجہ سے مردہ میں حیات دنیوی حقیقی پیدا ہو جائے اور افعال اختیاریہ کا صدور ہو' وہ لوگ اہل السنت والجماعت کے چاروں مذاہب سے خارج ہیں۔

سوال: آپ نے بڑی عجیب بات سنائی ہے' ہم نے تو جماعت اشاعت التوحید والسنہ والوں سے {نوع من الحیوۃ} والی بات کبھی نہیں سنی؟

جواب: آپ کبھی جماعت اشاعت التوحید والسنہ والوں کے ساتھ بیٹھے ہوں تو آپ کو معلوم ہو' آپ کو تو پیشہ ور خطباء نے جھوٹ بول بول کر اہل حق سے دور بھگانے کے لیے قسم و قسم کے الزامات سکھا رکھے ہیں' بھائی آپ ''ندائے حق'' ہی کا مطالعہ فرمالیں' جو اس مسئلہ پر عام فہم اور زبردست کتاب ہے' اور اگر کچھ علم سے مس ہو تو شمس المحدثین حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ کی کتاب الشہاب الثاقب اور تسکین القلوب کا مطالعہ فرمائیں اور امیر جماعت شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ''مسلک الاکابر'' کا مطالعہ فرمائیں' تو انشاء اللہ سب عقدے حل ہو جائیں گے۔

سوال: آپ نے اس بات پر بہت زور لگایا ہے کہ روح بدن میں واپس نہیں آتی' حالانکہ حدیث میں موجود ہے {فتعاد روحه فی جسده} کہ کافر کی روح بھی بدن میں واپس لوٹائی جاتی ہے۔

الجواب اولاً: اس روایت میں ایک راوی زاذان ہے' جو شیعہ تھا (تقریب التقریب ص: ۱۰۵)...... اور محدثین کا مسلم ضابطہ ہے کہ شیعہ کی وہ روایت جو اس کے مذہب کی تائید میں ہو' قابل قبول نہیں اور شیعہ کا مسلک اعادہ روح کا ہے' دیکھیں''

تحفہ اثنا عشریہ" از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔

فائدہ: شیعہ حضرات کا نظریہ ہے کہ ہمارے امام اپنی زمینی قبروں میں اعادہ روح کی وجہ سے حیات دنیوی حقیقی کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں اور یہی نظریہ حیات انبیاءؑ کے بارے میں ہے۔۔۔۔۔ (اصول کافی)

الجواب ثانیاً: عود سے کیا مراد ہے؟ اگر عود کا حقیقی معنی ہے {الرجوع الی الحالۃ الاولیٰ۔۔۔ پہلی حالت پہ لوٹنا (نور الانوار ص: ۲۰} یعنی روح لوٹائی گئی اور جسم کی وہی حالت ہوگئی جو پہلے تھی تو حیات کاملہ بنے گی جس کا دنیا میں کوئی مسلمان قائل نہیں ہوسکتا اور اگر عود میں تاویل کریں گے تو عود برزخی بھی تو ہو سکتا ہے اور جسد سے مراد جسد مثالی بھی تو ہوسکتا ہے جب تک دونوں احتمالوں میں سے ایک احتمال کیلئے کوئی دلیل قاطع مرجح نہیں پائی جاتی اس وقت تک استدلال درست نہیں ہے۔

الجواب ثالثاً: اگر کوئی بزرگ بہت زیادہ زور لگائے اور ہاتھ پاؤں مارے تو یہ روایت خبر واحد ہی بنے گی۔ جو ایک تو باب عقائد میں حجت نہیں اور دوسرا قرآن پاک کی نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کے مقابل پیش کرنا اصول اہل سنت کے خلاف ہے اور قرآن پاک کا نسخ ہے (جو خبر واحد سے ہرگز جائز نہیں ہے) کیوں کہ قرآن پاک کا صاف فیصلہ ہے:

{اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ...الآیۃ} (سورۃ زمر آیت: ۴۲)

(ترجمہ)۔۔۔۔۔ اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس آیت کا تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ خاتمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

{ہمارا استدلال}

(۱)۔۔۔۔۔ اس آیت میں لفظ "امساک" اور لفظ "ارسال من قبیل الاضداد" ہیں، تو میت کی روح کا امساک ہوتا ہے اور نائم (زندہ) کی روح کا ارسال ہوتا ہے موت اور حیات یہ بھی ایک دوسرے کی نقیض ہیں اب اگر میت کی طرف بھی روح کا "ارسال" (لوٹنا) مانا جائے تو یہ اجتماع نقیضین ہوگا جو کلام الٰہی میں محال ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔ اس آیت میں دو لفظ امساک اور ارسال موجود ہیں امساک کیلئے فرمایا {قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ} جس پر موت کا فیصلہ ہوگیا اس کے لئے امساک ہوگا جب تک موت کا فیصلہ باقی ہوگا اس وقت تک امساک بھی باقی ہوگا اور {قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ} کا فیصلہ ختم ہوگا قیامت کے دن تو اب اعادہ روح بھی ہوگا قیامت کے دن قیامت تک موت رہے گی اور قیامت تک امساک (روح کا واپس نہ لوٹنا یا جانا) بھی رہے گا فلہٰذا قیامت تک مردے اپنی قبروں میں مردے ہی رہیں گے۔

(۳)۔۔۔۔۔ اس آیت میں ارسال کو مقید کیا ہے {اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى} (مدت عمر) کے ساتھ اور امساک کو مطلق عن القید (کسی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا ہے) رکھا ہے اگر امساک بھی ارسال کی طرح عارضی ہوتا تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ کے کلام بلیغ میں کسی قید کے ساتھ (جس طرح کچھ لوگ کہا کرتے ہیں کہ دفن تک امساک روح ہوتا ہے اور دفن کے بعد روح قبر میں واپس آجاتی ہے) مقید کیا جاتا گویا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ میں روح کو واپس نہیں آنے دیتا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم روح کو واپس ضرور لائیں گے تو اب قارئین فیصلہ کرلیں کہ زور کس کا غالب آئے گا؟

اسی لیے تمام مفسرین نے اس آیت کا معنیٰ یہ فرمایا ہے کہ روح قیامت تک اس بدن عنصری میں واپس نہیں آتی۔

چنانچہ بیضاوی، مراغی میں لکھا ہے:

{لا یردھا الی البدن}

جامع البیان اور خازن میں ہے:

{لا یردها الی جسدها}

مظہر الرحمٰن میں ہے:

{فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ الی یوم القیامة}

ابن قیمؒ نے لکھا:

{و لا یردها الی جسدها قبل یوم القیامة}

قرطبیؒ نے لکھا:

{هو یمسکه ولا یرسله الی یوم القیامة}

مظہریؒ نے لکھا:

{لا یردها الی البدن حتیٰ ینفخ نفخة البعث}

امام رازیؒ نے لکھا:

{ثم الله تعالیٰ یرد الروح الی البدن یوم القیامة الکبریٰ}

موطا امام مالکؒ میں حدیث ہے:

{حتیٰ یرجعه الله فی جسده یوم یبعثه}

اسی طرح ''تفسیر روح المعانی...... تفسیر بیان القرآن...... تفسیر ماجدی...... تفسیر معارف القرآن...... تفسیر کشف الرحمٰن...... تفسیر عثمانی...... تفسیر مواہب الرحمٰن...... اور تفسیر حقانی میں اس آیت کا مطالعہ فرمائیں' تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ تمام اکابرین نے فرمایا ہے:

''امساکِ روح (موت) کے وقت بدن عنصری میں نہ تو ادراک دنیوی رہتا ہے اور نہ ہی حیات دنیوی۔

اسی طرح ''تفسیر ابو سعود، تفسیر جامع البیان، تفسیر معالم، تفسیر خازن، تفسیر مدارک، وغیرھا۔۔ ان تمام تفسیروں میں مختلف الفاظ کے ساتھ یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ روح قیامت تک بدن عنصری میں واپس نہیں آتی۔ {ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُونَ ۝ المؤمنون: ١٥، ١٦} اور

{أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ} کا معنی ومفہوم یہی بتاتا ہے کہ مرنے کے بعد روح بدن عنصری میں قیامت کے دن واپس لوٹائی جائے گی' کیونکہ قیامت ہی یوم المعاد اور یوم البعث ہے' تو خبر واحد کے ساتھ ان تمام آیات کو رد کرنا قطعاً جائز نہیں ہے...... (واللہ اعلم بالصواب)

فائدہ: {اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ} میں' الانفس' جمع معرف باللام ہے' اور اصول اہل السنت حنفی کے مطابق جمع معرف باللام عام قطعی ہوتا ہے' تو' الانفس' کا لفظ انبیاءؑ وغیر انبیاء کو شامل ہے اور یہ عام غیر مخصوص منہ البعض ہے' لہٰذا اگر کوئی بزرگ کسی فرد کو خاص کرنا چاہے' تو اصول اہل السنت کے مطابق دلیل قطعی پیش کرنی ہوگی' جو کہ قیامت تک پیش نہیں کی جا سکتی...... اسی طرح {إِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝} میں ذکر انسان کا ہے اور' کم' ضمیر کا خطاب بھی تمام انسانوں کو ہے' انبیاء بھی انسان ہی ہوتے ہیں' فلہٰذا انبیاء کرام کو مستثنیٰ کرنے کے لیے حجت قاطعہ کی ضرورت ہے اور {أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ} (ان آیات مبارکہ کا تشریحی ترجمہ خاتمہ میں ملاحظہ فرمائیں) بتصریح اکابرین اہل السنت...... انبیاءؑ وغیر انبیاءؑ سب کو شامل ہے' بلکہ ایک لحاظ سے تو اصل ہے ہی انبیاء کرامؑ کے لیے...... کیونکہ یہود و نصاریٰ وغیرھم مشرکین انبیاء ہی کی پوجا کرتے تھے' جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

{لعن الله الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءهم مساجدا}

سوال: آپ بڑے عجیب لوگ ہیں' آیت پر آیت پڑھتے جاتے ہیں' حالانکہ جس امامؒ کے آپ مقلد ہیں ان کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب ''فقہ اکبر'' میں صاف لکھا ہوا ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں سوال وجواب کے وقت روح بدن میں واپس آجاتی ہے' کیا امام صاحب کو ان آیات کی سمجھ نہیں تھی' آپ نے امام صاحب'' سے بھی زیادہ قرآن سمجھ لیا ہے......؟

الجواب: بھئی! ہم الحمد للہ کسی آیت کا معنی اپنی طرف سے نہیں کرتے' ہم جو معنی بھی بیان کرتے ہیں' تو سلف صالحین کی اتباع میں بیان کرتے ہیں'

{لا یرد ھا الی جسدھا}

تفسیر الرحمٰن میں ہے:

{فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ الی یوم القیامة}

ابن قیمؒ نے لکھا:

{و لا یرد ھا الی جسدھا قبل یوم القیامة}

قرطبیؒ نے لکھا:

{ھو یمسکه و لا یرسله الی یوم القیامة}

مظہریؒ نے لکھا:

{لا یرد ھا الی البدن حتیٰ ینفخ نفخة البعث}

امام رازیؒ نے لکھا:

{ثم الله تعالیٰ یرد الروح الی البدن یوم القیامة الکبریٰ}

موطا امام مالکؒ میں حدیث ہے:

{حتیٰ یرجعه الله فی جسده یوم یبعثه}

اسی طرح ''تفسیر روح المعانی ...... تفسیر بیان القرآن ...... تفسیر ماجدی ......
معارف القرآن ...... تفسیر کشف الرحمٰن ...... تفسیر عثمانی ...... تفسیر مواهب الرحمٰن ......
اور تفسیر حقانی میں اس آیت کا مطالعہ فرمائیں' تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

اکابرین نے فرمایا ہے:

''امساک روح (موت) کے وقت بدن عنصری میں نہ تو واپس ...
ہے اور نہ ہی حیات دنیوی۔

اسی طرح ''تفسیر ابو سعود، تفسیر جامع البیان، تفسیر معالم، تفسیر خازن ...
مدارک، وغیرھا۔۔ ان تمام تفسیروں میں مختلف الفاظ کے ساتھ یہی مفہوم ...
ہے' کہ روح قیامت تک بدن عنصری میں واپس نہیں آتی۔ {ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ...
... ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ} (المؤمنون ...)

{أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ} کا معنی و مفہوم یہی بتاتا ہے کہ مرنے کے بعد روح بدن
عنصری میں قیامت کے دن واپس لوٹائی جائے گی' کیونکہ قیامت ہی یوم المعاد اور یوم
البعث ہے' تو خبر واحد کے ساتھ ان تمام آیات کو رد کرنا قطعاً جائز نہیں ہے...... (و الله
اعلم بالصواب)

فائدہ: {اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ} میں ''الانفس' جمع معرف باللام
ہے' اور اصول اہل السنت حنفی کے مطابق جمع معرف باللام عام قطعی ہوتا ہے' تو
الانفس' کا لفظ انبیاءؑ و غیر انبیاء کو شامل ہے اور یہ عام غیر مخصوص منه البعض ہے' لہٰذا
اگر کوئی بزرگ کسی فرد کو خاص کرنا چاہے' تو اصول اہل السنت کے مطابق دلیل قطعی
پیش کرنی ہوگی' جو کہ قیامت تک پیش نہیں کی جا سکتی...... اسی طرح {إِنَّكُمْ بَعْدَ
ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ} میں ذکر انسان کا ہے اور کم ضمیر کا خطاب بھی تمام انسانوں کو
ہے' انبیاءؑ بھی انسان ہی ہوتے ہیں' فلہٰذا انبیاء کرامؑ کو مستثنیٰ کرنے کے لیے حجت قاطعہ
کی ضرورت ہے اور {أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ} (ان آیات مبارکہ کا تشریحی ترجمہ
خاتمہ میں ملاحظہ فرمائیں) بتصریح اکابرین اہل السنت...... انبیاءؑ و غیر انبیاء سب کو
شامل ہے' بلکہ ایک لحاظ سے تو اصل ہے ہی انبیاء کرامؑ کے لیے...... کیونکہ یہود و
نصاریٰ وغیرہم مشرکین انبیاءؑ ہی کی پوجا کرتے تھے' جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

{لعن الله الیهود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءهم مساجدا}

سوال: آپ بڑے عجیب لوگ ہیں' آیت پر آیت پڑھتے جاتے
ہیں' حالانکہ جس امامؒ کے آپ مقلد ہیں ان کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب ''فقہ اکبر''
میں صاف لکھا ہوا ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں سوال و جواب کے وقت روح بدن میں
واپس آجاتی ہے' کیا امام صاحب کو ان آیات کی سمجھ نہیں تھی' آپ نے امام صاحبؒ
سے بھی زیادہ قرآن سمجھ لیا ہے......؟

الجواب: بھئی! ہم الحمد للہ کسی آیت کا معنی اپنی طرف سے نہیں
کرتے' ہم جو معنی بھی بیان کرتے ہیں' تو سلف صالحین کی اتباع میں بیان کرتے ہیں'

{لایردھا الی جسدھا}

جمھیر الرحمٰن میں ہے:

{فَیُمۡسِکُ الَّتِیۡ قَضٰی عَلَیۡہَا الۡمَوۡتَ الی یوم القیامۃ}

ابن قیمؒ نے لکھا:

{ولا یردھا الی جسدھا قبل یوم القیامۃ}

قرطبیؒ نے لکھا:

{ھو یمسکہ ولا یرسلہ الی یوم القیامۃ}

مظہریؒ نے لکھا:

{لایردھا الی البدن حتی ینفخ نفخۃ البعث}

امام رازیؒ نے لکھا:

{ثم اللہ تعالی یرد الروح الی البدن یوم القیامۃ الکبری}

موطا امام مالکؒ میں حدیث ہے:

{حتی یرجعہ اللہ فی جسدہ یوم یبعثہ}

اسی طرح ''تفسیر روح المعانی ...... تفسیر بیان القرآن ...... تفسیر ماجدی ...... تفسیر معارف القرآن ...... تفسیر کشف الرحمٰن ...... تفسیر عثمانی ...... تفسیر مواہب الرحمٰن ...... اور تفسیر حقانی میں اس آیت کا مطالعہ فرمائیں' تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ تمام اکابرین نے فرمایا ہے:

'' امساک روح (موت) کے وقت بدن عنصری میں نہ تو ادراک دنیوی رہتا ہے اور نہ ہی حیات دنیوی۔

اسی طرح ''تفسیر ابو سعود، تفسیر جامع البیان، تفسیر معالم، تفسیر خازن، تفسیر مدارک، وغیرھا۔۔ ان تمام تفسیروں میں مختلف الفاظ کے ساتھ یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے' کہ روح قیامت تک بدن عنصری میں واپس نہیں آتی۔ {ثُمَّ اِنَّکُمۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوۡنَ ۝ؕ ثُمَّ اِنَّکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ تُبۡعَثُوۡنَ ۝ؕ المؤمنون: ۱۵، ۱۶} اور

{اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ} کا معنی و مفہوم یہی بتاتا ہے کہ مرنے کے بعد روح بدن عنصری میں قیامت کے دن واپس لوٹائی جائے گی' کیونکہ قیامت ہی یوم المعاد اور یوم البعث ہے' تو خبر واحد کے ساتھ ان تمام آیات کو رد کرنا قطعاً جائز نہیں ہے...... (واللہ اعلم بالصواب)

فائدہ: {اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ} میں' الانفس' جمع معرف باللام ہے' اور اصول اہل السنت حنفی کے مطابق جمع معرف باللام عام قطعی ہوتا ہے' تو' الانفس' کا لفظ انبیاء وغیر انبیاء کو شامل ہے اور یہ عام غیر مخصوص منہ البعض ہے' لہٰذا اگر کوئی بزرگ کسی فرد کو خاص کرنا چاہے' تو اصول اہل السنت کے مطابق دلیل قطعی پیش کرنی ہوگی' جو کہ قیامت تک پیش نہیں کی جا سکتی...... اسی طرح {اِنَّکُمۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوۡنَ ۝ؕ} میں ذکر انسان کا ہے اور کُم ضمیر کا خطاب بھی تمام انسانوں کو ہے' انبیاء بھی انسان ہی ہوتے ہیں' فلہٰذا انبیاء کرام کو مستثنیٰ کرنے کے لیے حجت قاطعہ کی ضرورت ہے اور {اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ} (ان آیات مبارکہ کا تشریحی ترجمہ خاتمہ میں ملاحظہ فرمائیں) بتصریح اکابرین اہل السنت ...... انبیاء وغیر انبیاء سب کو شامل ہے' بلکہ ایک لحاظ سے تو اصل ہے ہی انبیاء کرامؑ کے لیے...... کیونکہ یہود و نصاری وغیرھم مشرکین انبیاء ہی کی پوجا کرتے تھے' جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

{لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجدا}

سوال: آپ بڑے عجیب لوگ ہیں' آیت پر آیت پڑھتے جاتے ہیں' حالانکہ جس امامؒ کے آپ مقلد ہیں ان کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب ''فقہ اکبر'' میں صاف لکھا ہوا ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں سوال و جواب کے وقت روح بدن میں واپس آجاتی ہے' کیا امام صاحب کو ان آیات کی سمجھ نہیں تھی' آپ نے امام صاحب سے بھی زیادہ قرآن سمجھ لیا ہے......؟

الجواب: بھئی! ہم الحمد للہ کسی آیت کا معنی اپنی طرف سے نہیں کرتے' ہم جو معنی بھی بیان کرتے ہیں' تو سلف صالحین کی اتباع میں بیان کرتے ہیں'

ان آیات کا معنیٰ ہم نے اپنی طرف سے یہ نہیں کیا' بلکہ تمام اکابرین امت نے یہی مفہوم لیا ہے' جیسا کہ اوپر باحوالہ بیان کیا جا چکا ہے...... باقی رہی امام ابوحنیفہ صاحبؒ کی بات تو یہ آپ کو کسی نے بہت بڑا دھوکہ دیا ہے...... فقہ اکبر امام ابوحنیفہؒ کی لکھی ہوئی کتاب نہیں ہے' اس کتاب کی نسبت امام ابوحنیفہؒ کی طرف درست نہیں ہے' علامہ انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ امام صاحبؒ کی لکھی ہوئی کتاب نہیں' اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے فقہ اکبر کے کئی نسخے دیکھے ہیں سب کو مختلف پایا۔

(فیض الباری شرح بخاری از علامہ انور شاہ صاحبؒ)

اور اسی طرح امداد الاحکام از مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ (زیر نگرانی مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا عبدالکریم صاحبؒ جو کہ والد ہیں' مولانا عبدالشکور ترمذی صاحب ساہیوالی کے) میں ہے "کہ فقہ اکبر کی نسبت امام صاحبؒ کی طرف تواتر یا سند صحیح سے ثابت نہیں' اس لیے اس کی یہ عبارت حجت نہیں۔

ایک سائل نے سوال کیا کہ فقہ اکبر میں آنحضرتؐ کے والدین کے متعلق ماتا علی الکفر درج ہے...... تو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں' فقہ اکبر کی نسبت امام صاحبؒ کی طرف تواتر یا سند صحیح سے ثابت نہیں' اس لئے اس کی یہ عبارت حجت نہیں اور اس مسئلہ میں حنفیہ محققین کا قول یہ ہے کہ سکوت 'اسلم' ہے۔ (امداد الاحکام جلد اول)
اور اسی طرح ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ و شرح فقہ اکبر میں امام صاحبؒ کا مذہب توقف لکھا ہے' اگر فقہ اکبر امام صاحبؒ کی کتاب ہوتی تو متقدمین احناف اس سے استدلال کر کے سب کے سب اعادہ روح کے قائل ہوتے' دوسری راہ اختیار نہ فرماتے' تو معلوم ہوا کہ متقدمین احناف نے بھی فقہ اکبر کو امام صاحبؒ کی کتاب تسلیم نہیں فرمایا۔

الحاصل: اہل السنت والجماعت کے عذاب و ثواب قبر کے بارے میں مشہور چار مذاہب بیان کیے گئے ہیں' جن میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں بایں طور روح لوٹائی جاتی ہے یا روح کا ایسا تعلق بدن عنصری کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے' جس کی وجہ سے بدن عنصری میں حیات دنیوی حقیقی پیدا ہو

جاتی ہے' یہ مذہب نامعقول رضاخانیوں اور تقیہ باز گروہ کا ہے اور جو شخص دیانت داری کے ساتھ مذکورہ مذاہب اربعہ میں سے جس کو بھی اختیار کرے' اس کی تضلیل، تفسیق یا تکفیر وغیرہ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے' اور اس پر معتزلی...... خارج از اہل سنت...... اور منکرین حیات یا منکرین عذاب قبر...... جیسی فتویٰ بازی ہرگز روا نہیں ہے۔

کیونکہ چاروں مذاہب اہل السنت والجماعت ہی کے ہیں' عوام کے لیے سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ نفس عذاب و ثواب کا عقیدہ رکھیں' اور اس کی کیفیت میں بحث مباحثہ سے اجتناب فرمائیں اور اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں' اور علماء حضرات کے لیے سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ اپنی تحقیق کے مطابق دیانت داری سے جو نظریہ بھی ان چاروں مذاہب میں سے اپنائیں' لیکن عوام کو اس کی کیفیات میں نہ الجھائیں۔

دوسری بات...... {نقالوں سے ہوشیار}

آج کل ایک غالی گروہ نے لوگوں کے دلوں میں یہ وساوس ڈالنے کی کوشش جاری رکھی ہوئی ہے' کہ او جی!! اگر قبر میں بدن عنصری میں روح واپس نہیں آتی یا حیات دنیوی پیدا نہیں ہوتی' تو پھر عذاب قبر کس طرح ہو سکتا ہے......؟ عذاب قبر کے لئے تو اعادہ روح بایں معنیٰ ضروری ہے کہ میت میں حیات دنیویہ حقیقیہ پیدا ہو جائے۔

اگر ان نامعقولوں سے کوئی پوچھے کہ عذاب قبر آپ نے دینا ہے یا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے......؟ اگر آپ نے دینا ہے' پھر تو بغیر حیات دنیوی حقیقی اور اعادہ روح کے ناممکن ہے' اسی وجہ سے تمام فقہاء احناف کا فیصلہ ہے {الایلام لا یتحقق فی المیت} کہ میت کو کوئی آدمی مارے' تو میت کو دکھ درد محسوس نہیں ہوتا' اور اگر عذاب قبر اللہ تعالیٰ نے دینا ہے تو پھر یہ کہنا کہ اعادہ روح یا حیات دنیوی کے بغیر عذاب نہیں ہو سکتا' تو اس کا مطلب یہ ہوگا اللہ تعالیٰ کی ذات عجز سے پاک نہیں

ہے ـــــــ (معاذ اللہ) اس لئے ایسی باتیں کرنا انتہائی خطرناک ہیں۔

{اصل اختلاف کی تنقیح}

پہلی بات کے ضمن میں آپ نے پڑھ لیا ہے کہ عذاب وثواب قبر برحق ہے' جماعت اشاعت التوحید والسنہ عذاب وثواب قبر کی قطعاً منکر نہیں ہے' جماعت اشاعت التوحید والسنہ کو عذاب وثواب قبر کا منکر بتلانا محض سبائی پروپیگنڈہ ہے' اور مذہب اہل السنت والجماعت سے جہالت ہے' اس لئے اب اصل اختلاف سمجھ لینا چاہیے تاکہ مسئلہ عام فہم ہو جائے۔

{فریق ثانی کا دعوی}

فریق ثانی کا اصل دعوی یہ ہے کہ

{تمام اموات نبی، شہید، مومن، کافر...... اپنی قبور ارضیہ میں بایں معنی زندہ ہیں' کہ ان کے اجساد عنصریہ میں اعادہ روح ہو چکا ہے یا روح تو اپنے مستقر میں ہے' لیکن روح کا بدن عنصری کے ساتھ تعلق حیات بایں معنی قائم ہو چکا ہے کہ بدن عنصری میں حیات دنیویہ حقیقیہ حسیہ پیدا ہو چکی ہے}

حوالہ جات کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

یاد رہے فریق ثانی کا یہ نظریہ صرف حیات انبیاء کرامؑ کے بارے میں نہیں' بلکہ تمام کفار ومشرکین، ہندو، سکھ، مجوسی، دہریے، ابوجہل اور عتبہ، شیبہ کی حیات کے بارے میں بھی یہی نظریہ ہے (کہ تمام کفار ومشرکین اپنی اپنی قبروں میں اعادہ روح یا تعلق حیات کے ساتھ حیات حقیقیہ حسیہ کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں) حیات انبیاءؑ کے عنوان کو محض ڈھال کے طور پر عوام کے جذبات ابھارنے کے لیے اور اہل حق کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' جیسا کہ آپ کو اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا۔

{ہمارا جواب دعویٰ}

ہمارا جواب دعویٰ یہ ہے کہ {کوئی میت اپنی زمینی قبر میں بایں معنی عادۃً زندہ نہیں ہوتی کہ اس کی روح جسد عنصری کے اندر لوٹ آئی ہو یا روح کا تعلق تصرف بدن عنصری کے ساتھ قائم ہو چکا ہو' جس کی وجہ سے بدن عنصری میں حیات دنیویہ حسیہ حقیقیہ پیدا ہو چکی ہو...... اور فریق ثانی کی دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی قرآن وسنت یا اجماع صحابہ سے ثابت نہیں ہے}۔

فائدہ: یاد رہے کہ اختلاف، نفسِ حیات میں نہیں ہے اور نہ ہی جماعت اشاعت التوحید والسنہ نفس حیات کی منکر ہے' اصل اختلاف اس مخصوص حیات میں ہے جس کا فریق ثانی دعوی کرتا ہے' باقی حیات برزخیہ کا جماعت اشاعت التوحید والسنہ میں سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا' بلکہ جماعت اشاعۃ التوحید والسنہ قرآن وسنت کے دلائل سے حیات برزخیہ کا اثبات کرتی ہے' جس کی تفصیل حیات شہداء کے ضمن میں دیکھیں گے۔

جماعت اشاعت التوحید والسنہ کو حیات برزخیہ کا منکر بتانا' انتہائی دجل وتلبیس اور بہتان تراشی اور منافقانہ پالیسی ہے۔

سوال: ہم نے بعض اکابرین کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ مرنے کے بعد روح کا جسم کے ساتھ ایک تعلق ہوتا ہے' جبکہ آپ کہتے ہیں کہ روح کا بدن کے ساتھ تعلق بھی نہیں ہے......؟

الجواب: آپ نے بجا فرمایا ہے لیکن آپ ہماری بات سمجھ نہیں سکے' ہم نے تعلق تصرف کی نفی کی ہے نہ کہ مطلق تعلق کی...... تعلق تصرف کا مطلب یہ ہے کہ روح کا بدن کے ساتھ اس طرح کا تعلق ہو کہ بدن میں حیات دنیوی حقیقی پیدا ہو جائے اور بدن عنصری میں قیام وقعود کی طاقت پیدا ہو جائے' ہم نے صرف اس تعلق مخصوص کا

انکار کیا ہے۔

باقی رہی اکابرین کی بات!! تو عرض ہے کہ پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ کتاب اللہ وسنت صحیحہ میں تعلق روح بجسد عنصری کا کوئی ذکر نہیں ملتا' متاخرین حضرات نے تعلق کا قول فرمایا ہے' اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے مطابق اس کی مختلف تعبیرات ذکر فرمائی ہیں' کسی نے اشراق سے......، کسی نے اشراف سے......، کسی نے التفات سے......، کسی نے تعلق صاحب خانہ بخانہ سے......، کسی نے تعلق عاشق بمعشوق......، وغیرہ الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے' لیکن وہ سب حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ وہ تعلق تصرف نہیں ہے' کہ جس سے حیات دنیوی حقیقی پیدا ہو جائے' بلکہ یہ تعلق بے کیف ہے اور اس کی حقیقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ ایسے غیر معلوم الکیف تعلق کے نہ تو ہم منکر ہیں' اور نہ ہی اسے منصوص سمجھتے ہیں۔ (تفصیل کیلئے تفسیر جواہر القرآن وغیرہ کتب ملاحظہ فرمائیں)

{تیسری بات}

اہل السنت والجماعت کے نزدیک باب عقائد میں ظنیات کو پیش کرنا ہرگز جائز نہیں ہے' اور نہ ہی کوئی عقیدہ ظنی دلیل خبر واحد (اگرچہ صحیح بھی ہو) واقوال رجال وغیرہ ظنی دلائل سے ثابت ہو سکتا ہے' یہ بات مسلم بین الفریقین ہے اور اگر مسئلہ اجتہادی فرعی ہو' تو اس کیلئے مجتہد کا اجتہاد مقلد کے لیے حجت ہوتا ہے' غیر مجتہد کا اجتہاد مردود ہے' اور مقلد کا قول مقلد کے لیے حجت نہیں ہوتا' اجتہادی مسائل میں حنفی کے لیے شافعی، مالکی، حنبلی، اقوال بطور حجت پیش کرنا ہرگز جائز نہیں ہیں۔

{چوتھی بات}

دلائل شرع کے چار ہی ہیں{ کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت، قیاس مجتہد} اور ان میں سے کتاب اللہ کا درجہ سب سے مقدم ہے' جب کتاب اللہ سے کسی مسئلہ کا حکم صراحتاً مل جائے' تو کسی دوسری جانب جانے کی ضرورت نہیں اور اگر

کتاب اللہ سے حکم کی صراحت نہ ملے' تو پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے گا' اگر سنت سے بھی نہ ملے' تو علی الترتیب درجہ بدرجہ دلائل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

{پانچویں بات}

قرآن پاک کی کسی آیت کی تفسیر' جب کسی صحابیؓ سے ثابت ہو' تو اس تفسیر کے مقابلہ میں بڑے سے بڑے مفسر کی بات بھی مردود ہوگی۔ (آنکھوں کی ٹھنڈک)

کتاب ھذا میں پہلے ہم' صاحب تقریر دلپذیر' کے شبہات اور تحریفات اور ان کے مزعومہ دلائل ذکر کریں گے اور بعد میں ان کی حقیقت بیان کریں گے' اور جو باتیں انتہائی لایعنی ہیں' ان کا ذکر نہیں کریں گے......، قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے فریقین کی گفتگو کا مطالعہ فرمائیں' تا کہ آپ کو حق سمجھنے میں آسانی ہو اور سمجھنے کے بعد پھر سچی بات کو تسلیم کرنے کے لیے ہمہ تن تیار رہیے' حق کے قبول کرنے سے کوئی چیز مانع اور رکاوٹ ثابت نہ ہو' اور یہ کہتے ہوئے منزل مقصود کی طرف قدم اٹھایئے۔ کہ

ہزار مرحلے آئے...... مگر؛؛ کہیں نہ رکے
ہم آرزوئے نگاراں کے ساتھ ساتھ رہے

خادم التوحید والسنۃ

خضر حیات بھکروی عفی اللہ عنہ

''تقریر دلپذیر'' کے عنوان میں دجل

اور مناظر موصوف کا اصل مسئلہ سے فرار

صاحب تقریر دلپذیر نے ''تقریر دلپذیر'' کے عنوان ہی سے اپنے دجل و فریب کا آغاز فرمایا ہے' چنانچہ ٹائٹل پر بڑی سرخی جمائی ''عقیدۂ حیات النبی ﷺ'' ۔ حالانکہ مسئلہ صرف حیات النبی ﷺ یا حیات انبیاءؑ و شہداء کا نہیں ہے' بلکہ اصل مسئلہ حیات الاموات کا ہے' صاحب تقریر دلپذیر کی پارٹی کا اصل عقیدہ تمام مُردوں حتی کہ کفار و مشرکین ، ہندو، سکھ، مجوسی ، یہودی ، عیسائی ، قادیانی ، رافضی کی حیات کے بارے میں بھی یہی ہے کہ تمام مُردوں کی ارواح کو موت کے بعد اجساد عنصریہ میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ ...... اور ابوجہل ، عتبہ، شیبہ، ہندو، سکھ، مجوسی ، وغیرہ تمام کفار و مشرکین اپنی اپنی قبور ارضیہ میں حیات حقیقیہ ، حسیہ ، دنیویہ ، جسمانیہ کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں' جس کا تذکرہ مقدمہ میں کیا جا چکا ہے' بطور اختصار مناظر موصوف کے بزرگوں کی چند عبارات حاضر خدمت ہیں۔

مناظر موصوف کے بزرگ مولانا سید نورالحسن شاہ بخاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

عبارت نمبر ۱: بلاشبہ تمام مُردوں کا قبروں میں اپنے ارواح اور اجسامُ دونوں کے ساتھ زندہ ہونا اس میں کوئی شک نہیں ۔ (حیات الاموات ص:۳۱)

عبارت نمبر ۲: یہی حضرت دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

پھر مسئلہ حیات موتی کا ہے' نہ کہ حیات النبی ﷺ کا ...... اوّل تو یہ مسئلہ عقائد ضروریہ سے نہیں ، دوسرے غلط عنوان دے کر اسے الجھا دیا گیا ہے' عام طور پر اس مسئلہ پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا عنوان حیات النبی ﷺ ہے یا حیات

الانبیاءؑ ، مثلاً علامہ خالد محمود کی مدارک الاذکیاء فی حیات الانبیاء ، حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ کی مسالک العلماء فی حیات الانبیاء ، علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی انباء الاذکیاء بحیٰوۃ الانبیاء ، امام بیہقیؒ کی حیاۃ الانبیاء وغیرھا۔

اس عنوان سے عام طور پر بحث کا رُخ حضرات انبیاء خصوصاً نبی کریم ﷺ کی طرف پھر گیا ہے' غلط طور سے حیات النبی ﷺ کی بحث چھڑ گئی ہے' اور حضور کریم ﷺ کی ذات پاک معرض بحث میں آ گئی ہے' حالانکہ بحث اصلاً نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کی نہیں' بلکہ حضرات انبیاءؑ اور حضرات شہداء و اولیاءؒ حتی کہ عام مسلمانوں کی حیات کی بھی نہیں' دراصل بحث ہے تو عام موتی کی حیات کے متعلق ہے' جن میں کفار و مشرکین اور منافقین تک شامل ہیں (حیات الاموات ص:۸)

بخدمت جناب محقق گھمن صاحب و مناظر کہروڑپکا!! عاجزانہ عرض ہے کہ اپنے بزرگ کی خط کشیدہ عبارت باوضو ہو کر، تنہائی میں بار بار پڑھ کر سمجھنے کی کوشش فرمائیں ...... اوّل و آخر درود شریف کا بھی اہتمام کریں' اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو کسی اُردو خواں سے سمجھنے کی کوشش فرمائیں ...... اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو اوکاڑوی صاحب کی قبر کا مراقبہ فرما کر دریافت کرنے کی کوشش کریں' تاکہ امت مرحومہ آپ کے شر سے محفوظ رہے۔

عبارت نمبر ۳: شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر تحریر فرماتے ہیں:

قبر اور برزخ میں مؤمنین اور کفار سب کی طرف ارواح لوٹائے جاتے ہیں۔

(تسکین الصدور ص:۲۳۱)

عبارت نمبر ۴: یہ تحقیق اس مسلک پر مبنی ہے' کہ قبر میں نکیرین کے سوال کے وقت مُردوں کو زندہ کیا جاتا ہے' پھر ان کو وفات دی جاتی ہے' مگر جمہور اس کے خلاف ہیں (یعنی جمہور کے نزدیک مُردے قبر میں زندہ رہتے ہیں' موت نہیں آتی ...... از ناقل)

(تسکین الصدور ص:۲۴۶)

عبارت نمبر ۵: مناظر موصوف اور محقق گھمن کے بزرگ حضرت

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب فرماتے ہیں:

روح کا بدن کی طرف قبر میں لوٹایا جانا' سب مُردوں کیلئے صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ (رحمت کائنات ص: ۱۳۰)

عبارت نمبر ۶: نیز حضرت حسینی صاحب فرماتے ہیں:

محمد بن یحییٰ ایک شخص فوت ہو گیا' اس کو دفن کر دیا گیا' رات کو کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ اچانک بیٹھ گیا' دوڑتا ہوا گھر آ پہنچا' کافی زمانہ زندہ رہا اور اس کو حامل کفنہ کہا جاتا تھا (یعنی وہ آدمی جو اپنا کفن اُٹھا لایا)۔

(رحمتِ کائنات ص: ۷۲)

عبارت نمبر ۷: ایک دوسرے مقام پر مولانا زاہد الحسینی صاحب فرماتے ہیں:

ایک آدمی کے دفن کے بعد' جب کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی' تو وہ زندہ ہو کر بھاگ آیا' پھر کافی زمانہ زندہ رہا' اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی دیا' جس کا نام مالک تھا۔ (رحمتِ کائنات ص: ۷۲)

{خلاصۂ عبارات}

عبارات مذکورہ سے درج ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) صاحب تقریر دلپذیر کی جماعت کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ تمام اموات کفار و مشرکین تک اپنی اپنی قبور ارضیہ میں حیات حقیقیہ دنیویہ کے ساتھ بایں معنیٰ زندہ ہیں کہ ان کی ارواح کو ابدانِ عنصریہ میں لوٹا دیا جاتا ہے۔

(۲) صاحب تقریر دلپذیر کے بزرگوں کے نزدیک حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا حیات انبیاءؑ کے عنوان سے بحث کرنا یا اس عنوان کی آڑ میں یہ مسئلہ بیان کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

(۳) صاحب تقریر دلپذیر کے بزرگوں کے نزدیک حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا

حیاۃ الانبیاءؑ کے عنوان سے بحث کرنا انبیاء کرامؑ کی بے ادبی سے خالی نہیں۔

(۴) صاحب تقریر دلپذیر کے بزرگوں کے نزدیک اس مسئلہ پر جب بھی بحث ہو یا تقریر ہو تو حیاتِ مشرکین و کفار کے عنوان سے ہونی چاہیے' یا پھر حیات الاموات کا عنوان ہونا چاہیے تا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرامؑ کی ذوات قدسیہ موضوعِ بحث بننے سے محفوظ رہیں۔

{اہم انکشاف}

زاہد الحسینی صاحب نے تو عجیب انکشاف فرمایا ہے' اب محقق ممن اینڈ کمپنی کیلئے دو ہی راستے ہیں اور دونوں راستے ہی ایمان کیلئے انتہائی خطرناک ہیں' یا تو زاہد الحسینی صاحب کے بیان کردہ عقیدہ (یعنی مردے گھر بھی واپس آجاتے ہیں اور افزائش نسل بھی جاری رکھتے ہیں) پر ایمان لانا ہو گا یا انکار کرنا ہو گا......، اگر اوّل راستہ اختیار کریں تو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا ہو گا' کیونکہ عقیدہ مذکورہ میں عام مردوں کا موت کے بعد بھی نکاح علیٰ حالہ (اپنی حالت پر) قائم رہتا ہے' جبکہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے' عدت گزار کر آگے نکاح کر سکتی ہے' تو اس کے بارہ میں بھی غور و خوض کرنا ہو گا۔

اور اسی طرح اگر مُردوں نے آمد و رفت جاری رکھی' تو نسب والا سلسلہ بھی مشکوک ٹھہرے گا اور نُوری و منیری پارٹی کی بیواؤں کیلئے خصوصاً جو دوسری شادی کر چکی ہیں' کئی قسم کے مسائل پیدا ہوں گے' ان مسائل کو اگر برداشت کر لیں تو ایک زبردست فائدہ تو حاصل ہو ہی جائے گا کہ حیاتِ دنیویہ، حقیقیہ، حسیہ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہو جائے گی اور ضابطہ بھی یہی ہے کہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازم کے ساتھ ہی ثابت ہوتی ہے' اور اگر دوسرا راستہ اختیار کریں (یعنی حسینی صاحب کے فرمان عالی شان سے انکار کریں) تو یقیناً ایمان چٹ ہو جائے گا' کیونکہ حسینی صاحب فرماتے ہیں:

میری اس کتاب کو خود نبی پاک ﷺ نے پسند فرمایا اور ترتیب دے کر انبیاءؑ کی مجلس میں پیش کیا ـــــ اس لئے حسینی صاحب نے ٹائیٹل پر سُرخی دے رکھی ہے (مقبول بارگاہِ نبوی ﷺ ـــــ رحمتِ کائنات) نیز حسینی صاحب فرماتے ہیں:

"ربیع الاول ۷۷ ۱۳ھ مطابق نومبر ۱۹۵۷ء ایبٹ آباد اپنے سکونتی مکان میں شام کا کھانا کھا کر قبل از نمازِ عشاء چارپائی پر لیٹا ہوا تھا کہ بین النوم و الیقظہ (نیم خوابی یعنی اونگھ کی حالت میں) کی حالت میں جمالِ رحمتِ دو عالم سے مشرف ہوا یعنی آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ از ناقل) آپؐ نے فرمایا: تمہارے مضمون کو میں نئی ترتیب دے رہا ہوں تاکہ اس کو انبیاءؑ کی مجلس میں پیش کروں"۔ (ص: ۷)

(لاحولَ ولا قوۃَ الا باللہ)

؎ کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب   شرم تم کو مگر نہیں آتی

نوٹ: صاحب تقریر دلپذیر نے اپنے عقائد کی تفصیل دیکھنے کے لیے تقریر دلپذیر کے ص: ۵۶ پر عقائد کی جن کتابوں کی فہرست دی ہے ان میں "رحمت کائنات ﷺ مصنفہ زاہد الحسینی صاحب" کا ذکر بھی فرمایا ہے ہم نے حضرت کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے "رحمت کائنات ﷺ" نامی کتاب کے چند اقتباسات ذکر کردیے ہیں تاکہ محقق ممن اینڈ کمپنی کا عقیدہ خوب واضح ہوجائے تمام علماء حضرات سے اپیل ہے کہ اس عقیدہ کی وجہ سے پیش آمدہ مسائل (متوفی عنھا زوجھا کی عدت اور نسب وغیرہ) کے حل کی کوشش فرمائیں۔

؎ نہیں ہے علم ان میں جہل کی مستی کا جھگڑا ہے
یہ باتیں غیر ثابت ہیں زبردستی کا جھگڑا ہے

حضرات گرامی! ہم نے اختصار کے ساتھ اوکاڑوی پارٹی کا اصل عقیدہ انہی کے بزرگوں کی عبارات سے پیش کردیا ہے لیکن یہ بیچارے اتنے ڈرپوک اور بزدل ہیں کہ اپنا عقیدہ بیان کرنے کی ہمت نہیں رکھتے اور اہل تشیع کی طرح اپنے عقائد پر تقیہ کا پردہ ڈالا ہوا ہے جس طرح بریلویہ علم غیب کے بارے میں

جانوروں تک کے علم غیب کیلئے عقیدہ رکھتے ہیں اسی طرح حاضر و ناظر کے مسئلہ میں کرشن کنہیا ہندوؤں تک کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن اپنی تقریروں میں اور جب اہل حق کے ساتھ گفتگو کی نوبت آتی ہے تو نام صرف رحمت کائنات، فخر موجودات ﷺ کیلئے علم غیب کا لیتے ہیں اور برساتی مینڈکوں کی طرح ٹراتے پھرتے ہیں کہ دیکھو جی!! دیوبندی حضرات نبی پاک ﷺ کے علم غیب کے منکر ہیں۔

بعینہ یہی طریقہ چکوالی، ساہیوالی اور اوکاڑوی ملنگوں کا ہے کہ عقیدہ تو سکھوں، ہندوؤں، دہریوں، مجوسیوں، ابوجہل، عتبہ، شیبہ، تک کی قبر میں حیات دنیویہ، حقیقیہ، حسیہ اور جسمانیہ کا ہے لیکن کانوں میں انگلیاں ڈال کر آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ دیکھو جی! اشاعت التوحید والسنۃ والے حیات النبی ﷺ کو نہیں مانتے (حالانکہ اشاعت التوحید کے تمام اکابرین نبی پاک ﷺ کی حیات برزخیہ جو حیات دنیویہ سے بہت ہی اعلیٰ و افضل ہے کے قائل ہیں) اور کئی غالی تو اپنی مسجدوں، گلیوں، مدرسوں اور محلوں تک کا نام حیات النبی ﷺ اور حیات انبیاء ﷺ رکھتے ہیں ـــــ حتیٰ کہ سنا گیا ہے کہ گجرات میں مسجدوں کے لوٹوں پر بھی عقیدۂ حیات النبی ﷺ زندہ باد کے نعرے لکھے ہوئے ہیں۔ کوئی پوچھے نامعقولو! یہ کیسی حرکتیں شروع کررکھی ہیں تو زبانِ حال سے جواب دیتے ہیں:

؎ اساں یا محمد کہنڑاں اے   انہاں مسجدیاں سڑدا رہنڑاں اے

اب بالعموم تمام غالیوں سے اور بالخصوص محقق ممن صاحب سے گزارش ہے کہ اپنے اکابر کی ان عبارتوں پر خلوصِ نیت سے مراقبہ فرمائیں اور اپنے مدرسے کا نام حیات المشرکین والمنافقین یا حیات الاموات رکھ کر اپنے اکابرین کے حکم کی تعمیل فرمائیں تاکہ نام کی دلالت آپ کے پورے عقیدہ پر ہوجائے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائیں...... (آمین)

صاحب تقریر دلپذیر کی اپنے اکابرین سے بغاوت

اور نوعیت مسئلہ سے جہالت

مناظر موصوف نے تقریر دلپذیر کے ص: ۳ سے ص: ۴ کے نصف تک اہل حق پر ناجائز فتویٰ بازی اور الزام تراشی سے اپنے خبث باطنی کا خوب اظہار فرمایا ہے۔

فرماتے ہیں:

مماتی فتنہ: ہماری دیو بندی جماعت کے اندر بھی کچھ اس قسم کے لوگ پیدا ہو گئے ہیں، جو دیو بندی کہلا کر اپنے دیو بندی لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، اور صراط مستقیم سے ہٹاتے ہیں، اور مسلکِ دیو بند سے منحرف کرتے ہیں، پس جیسے ہم نے باہر والے دشمن سے اپنے دین کو بچایا ہے، اسی طرح اندر سے پیدا ہونے والے دین دشمن گروہ سے بھی اپنے دین وایمان کو بچانا ہے، بلکہ ان سے بچانا زیادہ ضروری ہے، اس طبقہ نے بڑے عجیب انداز سے اپنے ہی لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا ہوا ہے۔

(بلفظہ تقریر دلپذیر ص: ۳)

حضرات گرامی:

کسی دور میں اعلیٰ حضرت بریلوی کی فتویٰ بازی مشہور تھی، لیکن مناظر موصوف فن تکفیر، تفسیق اور تضلیل میں اعلیٰ حضرت سے بھی سبقت کرتے دکھائی دیتے ہیں، بہر حال مناظر موصوف نے اہل حق پر ناجائز فتویٰ بازی کر کے اپنا دل اور نامۂ اعمال سیاہ کیا ہے، اور اپنے اکابرین کے موقف سے بغاوت اور نوعیت مسئلہ سے بدترین جہالت کا ثبوت دیا ہے، کاش کہ اگر اپنے ہی بزرگوں کی کتابیں دیکھنے کی تکلیف فرما لیتے تو {فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا} کا مصداق نہ بنتے۔ اب ہم آپ کے سامنے مناظر موصوف کے بزرگوں کی چند عبارات پیش کرتے ہیں، تاکہ مسئلہ کی حیثیت واضح ہو جائے اور مناظر موصوف کی شقاوت قلبی اور بغاوت ظاہر ہو جائے۔

چنانچہ مناظر موصوف کے اپنے بزرگ حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب "حیات الاموات" میں فرماتے ہیں:

{عبارت نمبر ۱}...... کیا یہ مسئلہ عقائد ضروریہ میں سے ہے، جس مسئلہ پر پاکستان کے اہلِ حق باہم گردست بگریباں ہیں (آپس میں لڑ رہے ہیں) اور مسلک حق کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے، سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ کی نوعیت وحیثیت کیا ہے...... ؟ کیا یہ ضروری اور بنیادی دینی عقائد میں سے ہے...... ؟ یا غیر ضروری عقائد میں سے...... ؟

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ رقم طراز ہیں:

گو عقیدہ تو یہی ہے مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا، نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں، نہ منکروں سے دست وگریباں ہوتا ہوں، آپ اس امر کو ملحوظ رکھیں تو بہتر ہے۔

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

حیات دنیوی، ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں، جو بھی قائل ہیں حیات برزخی کے قائل ہیں، اب اس کی تنقیحات میں عوام کو الجھانا میری سمجھ میں نہیں آتا، اس وقت جب کہ لوگ کھلے کفر میں مبتلا ہو رہے ہیں، اس تدقیق میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے...؟ حضرات دیو بند بلا ضرورت اس قسم کے زائد مباحث میں الجھنے اور عوام کو الجھانے سے مجتنب رہتے ہیں اور اسی کو میں اسلم سمجھتا ہوں...... واللہ اعلم

(حیات الاموات ص: ۷)

{عبارت نمبر ۲}...... اب ہم ایک ایسی شخصیت کی عبارت پیش کرتے ہیں جو صاحب "المہند علی المفند" کے براہ راست تلمیذ بھی ہیں اور مرید خاص بھی...... اور خود ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے اکابر علماء دیو بند شامل ہیں، مثلاً مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مفتی عاشق الٰہی بلند شہریؒ، مفتی محمود صاحبؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ،

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا یوسف کاندھلویؒ، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسنؒ، مولانا اظہار الحق تھانویؒ جیسے اکابر علماء نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ دراز کیا' ہماری مراد مفتی احمد الرحمن صاحبؒ اور قاری سعید الرحمن صاحبؒ کے والد مکرم مولانا عبدالرحمن کیمل پوریؒ ہیں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں:

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد:

احقر ناکارہ عرض گذار ہے اس مسئلہ کے متعلق متعدد اصحاب نے مجھ سے بھی دریافت کیا، میں یہی عرض کرتا رہا ہوں کہ یہ مسئلہ مدار نجات نہیں اس میں چھیڑ چھاڑ، اختلاف ومنازعت مناسب نہیں' تاہم میرے نزدیک مولانا منظور احمد نعمانی کا مضمون جو مختلف رسائل میں طبع اور شائع ہو چکا اس باب میں بہترین مضمون ہے' ملاحظہ فرمایا جائے' دنیاوی حیات بالمعنی المتبادر میری سمجھ میں نہیں آئی، اب تک تو میں برزخی حیات جو دنیاوی حیات بالمعنی المتبادر سے ہزار درجے اعلیٰ وارفع ہے' اس کو صحیح اور حق سمجھتا ہوں۔ (بیس مردان حق ج:۱ ص:۹۷۰)

اسی سلسلہ میں حضرتؒ مزید فرماتے ہیں: نامعلوم ان مسائل میں جو مدار نجات نہیں ہیں' کیوں اتنا غلو اور تشدد کیا جاتا ہے؟ خواہ مخواہ اختلاف کی خلیج وسیع کی جا رہی ہے۔ (تجلیات رحمانی ص:۴۸۲)

{عبارت نمبر ۳}...... حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند، نوعیت مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ یوں فرماتے ہیں:

"یہ مسئلہ ایسا اساسی اور بنیادی عقائد کا نہیں ہے' کہ اس میں سکوت روا نہ رکھا جائے"...... (خطبات حکیم الاسلام ج:۷ ص:۱۸۹)

مزید تفصیل خطبات حکیم الاسلام میں دیکھی جاسکتی ہے۔

{عبارت نمبر ۴}...... فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کا فتویٰ:

سوال:

واجب الاحترام والاکرام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہ العالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

...... مسئلہ حیات انبیاء کرامؑ کے متعلق صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں، یا مندرجہ ذیل تفصیل پر بھی اعتقاد وایمان ضروری ہے......؟ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اور اسی حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اس تفصیل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس کو ماننا اور نہ ماننا دونوں یکساں ہیں اس کے ثبوت اور انکار سے کوئی اثر مرتب ہوگا؟ اور وہ اثر کیا ہوگا......؟

بینوا توجروا

فقط والسلام

ابواحمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

۹ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ، ۲۵ اگست ۱۹۹۶ء

الجواب باسم الملہم الصواب

اس تفصیل پر ایمان لانا ضروری نہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

افضل احمد

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح	الجواب صحیح
رشید احمد	محمد موسیٰ
دارالافتاء والارشاد ناظم آباد	دارالافتاء والارشاد
۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۷ھ	۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۷ھ

{خلاصہ عبارات مذکورہ}

عبارات مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) یہ مسئلہ بنیادی اور دینی عقائد میں سے نہیں ہے۔

(از نور الحسن شاہ صاحب و حضرت نانوتویؒ ...... حیات الاموات)

(۲) اس مسئلہ کی تعلیم و تبلیغ نہیں کرنی چاہیے۔

(از حضرت نانوتویؒ ...... حیات الاموات)

(۳) منکروں سے دست و گریباں نہیں ہونا چاہیے۔

(از حضرت نانوتویؒ ...... حیات الاموات)

(۴) حیات دنیوی ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں ہے (سوائے غالیوں کے از ناقل) (از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ ...... حیات الاموات)

(۵) حیات برزخی کا کوئی بھی منکر نہیں۔ (سوائے محقق ممن اینڈ کمپنی کے)

(از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ ...... حیات الاموات)

(۶) اس مسئلہ کی تحقیق و تدقیق کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۷) حضرات دیوبند بلا ضرورت اس قسم کے یعنی کیفیت حیات النبی ﷺ میں بحث و مباحثہ اور جھگڑا نہیں کرتے اور نہ ہی عوام بیچاری کو ایسے مسائل میں الجھاتے ہیں بس اتنی تبلیغ کرتے ہیں کہ حیات انبیاء کرام "برزخی" ہے۔

(مفتی محمد شفیع صاحبؒ ...... حیات الاموات)

(۸) یہ مسئلہ مدار نجات نہیں، حیات دنیوی کی نسبت حیات برزخی ہزار درجے اعلیٰ وارفع ہے اور حیات برزخی ماننا ہی صحیح اور حق ہے۔

(از مولانا عبد الرحمن کیملپوریؒ ...... بیس مردان حق)

(۹) اس مسئلہ میں چھیڑ چھاڑ اور اختلاف تُو تُو، میں میں، درست نہیں۔

(ایضاً)

(۱۰) اس مسئلہ میں اتنا اجمالی نظریہ کافی ہے کہ آپ ﷺ کو برزخ میں (شہداء کی طرح) ایک قسم کی حیات حاصل ہے۔

(از مفتی رشید احمد صاحبؒ۔ قلمی فتویٰ)

نوٹ: اصل فتویٰ حافظ منظور احمد صاحب زید مجدہٗ (ویسہ اٹک) کے پاس موجود ہے۔

(۱۱) روح مبارک کے جسد اطہر کے ساتھ تعلق اور صلوٰۃ وسلام کے سماع عند القبر پر ایمان لانا بالکل ضروری نہیں ہے۔

(از فقیہ الامۃ اور مفتیان دار الافتاء، ناظم آباد کراچی)

محقق ممن صاحب!! ایک دفعہ ذرا پیار اور ترنم کے ساتھ پڑھیں!!

تمہارے پیامی نے سب راز کھولے
خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی

فائدہ: حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الرحمن صاحب کیملپوریؒ کی عبارت انتہائی قابل توجہ ہے کیونکہ حضرت موصوف "صاحب المہند" حضرت سہارنپوریؒ کے تلمیذ رشید ہیں اور بڑے بڑے علماء کے استاذ اور شیخ ہیں اور صاف فرما رہے ہیں کہ حیات دنیاوی بالمعنی المتبادر (روح بدن عنصری میں داخل ہو یا روح کا تعلق تصرف بدن عنصری کے ساتھ ہو) سے حیات برزخی ہزار درجہ بہتر ہے اور حیات برزخی کا عقیدہ ہی حق ہے اس سے ایک تو المہند کی عبارت کا مفہوم سمجھنا آسان ہو گیا ہے اور دوسرا "اکابر اکابر" کا ورد کر کے قرآن و سنت سے بھاگنے والوں کے چہرے بھی بے نقاب ہو گئے ہیں اب ہم مناظر موصوف اینڈ کمپنی کو واشگاف الفاظ میں للکارتے ہیں کہ اگر آپ حضرات اتباع اکابر میں سچے ہیں تو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الرحمن صاحب کی عبارت مذکورہ یا دار الافتاء کے فتویٰ پر مخلصانہ دستخط فرما دیں ...... ورنہ سمجھ دار لوگ سمجھ جائیں گے کہ آپ کی حضرات اکابر سے عقیدت محض معاشی مفاد پرستی کی حد تک ہے حقیقت میں آپ حضرات تحقیقات اکابر سے باغی ہیں آپ حضرات کے رضاخانیوں کی طرح عشق کے کھوکھلے نعرے صرف دکانداری چمکانے اور عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنے اور دھوکہ دینے کی خاطر ہیں۔

حضرات گرامی!! ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ، صاحب تقریر دلپذیر کے مسلّم اکابرین کے فرمودات ذکر کر دیے ہیں اور ان کا خلاصہ بھی بیان کر دیا ہے اب آپ مناظر موصوف، محقق ممن پارٹی کی جسارت اور ذہنیت کا اندازہ فرمائیں

کہ یہ لوگ حضرات اکابرؒ کے کتنے بڑے باغی اور جہل مرکب ہیں' کہ اکابر اکابر کی رٹ لگانے کے باوجود حضرات اکابر کی کوئی بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں' اور نہ ہی اکابرین حضرات کی کسی تحقیق پر ان لوگوں کو کوئی اعتماد آتا ہے' محض دھوکہ دہی کیلئے اکابرین علماء دیوبند سے اپنی جھوٹی نسبت قائم کیے ہوئے ہیں' آپ حضرات نے اکابرین حضرات کی تحقیق ملاحظہ فرمائی...... اب مناظر موصوف اور اس کی روحانی اولاد محقق ٹمن کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

{محقق ٹمن صاحب کی نرالی تحقیق اور وجہ تسمیہ}

ہمارے پڑھے لکھے قارئین پریشان ہوں گے کہ مولوی نور محمد آصف بیچارے کو تو بسم اللہ شریف کا صحیح ترکیبی ترجمہ بھی نہیں آتا' اور تقریروں میں اکثر اخبارات و رسائل اور خطبات اوکاڑوی پر ہی وقت گذارتے ہیں' تو ایسے آدمی کو لفظ ''محقق'' کا لقب دینا لفظ 'محقق' کی توہین ہے، تو معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ہماری مراد ایسے ہی ہے جیسے نابینا شخص کو حافظ صاحب کہا جاتا ہے' کیونکہ حضرت دل کے اندھے ہیں اور اصول وفروع میں خود مجتہد ہیں' آپ نے صاحب تقریر دلپذیر کے بزرگوں خصوصاً نور الحسن شاہ صاحب بخاری کی کتاب ''حیات الاموات'' کی تحقیق ملاحظہ فرمائی اب ذرا محقق ٹمن کی راگنی یعنی تحقیق انیق ملاحظہ فرمائیں۔

{ٹمنی تحقیق}

فرماتے ہیں: اس مسئلہ کو اتنا معمولی نہ سمجھیں، یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے اور انتہائی اہم ہے اس لئے علماء اہل سنت کیلئے اس عقیدہ کی تبلیغ، نشر واشاعت لازمی ہے اور منکرین حیات کے فتنہ سے آگاہ کرنا اور عوام کو بچانا لازمی ہے۔

(تقریر دلپذیر ص:۱۷)

{انف فی الماء واست فی السماء}

حضرات گرامی!! اکابرین کا نظریہ پڑھنے کے بعد محقق ٹمن اینڈ کمپنی

کی تحقیق انیق آپ نے دیکھ لی' امید ہے کہ محقق ٹمن کی وجہ تسمیہ میں آپ ہمیں حق بجانب سمجھیں گے۔

{محقق ٹمن اینڈ کمپنی سے ایک سوال}

محقق ٹمن صاحب!! آپ کے نزدیک مسئلہ حیات کی (آپ کی اپنی اختراع کردہ) تفصیل پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے' اور بقول آپ کے ''قبر کی زندگی'' نامی کتاب میں ۵۲ آیات قرآنیہ اور ۱۰۳ احادیث نبویہ متواترہ آپ کے مخترع مبتدع عقیدے پر موجود ہیں۔

(مقدمہ تقریر دلپذیر ص:۱۶۹ از محقق ٹمن)

جبکہ آپ کے تمام اکابرین کا نظریہ یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ بالکل غیر ضروری اور فرعی ہے' تو اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو آپ کو آپ جیسے تمام غالیوں سمیت دھوکہ باز، اور مفتری کہا جائے' یا پھر اکابرین کو کتاب وسنت سے ناواقف اور قرآن واحادیث سے منحرف کہیں' ہمارے نزدیک تو اول صورت متعین ہے' آپ کون سی صورت پسند فرمائیں گے......؟

{چیلنج}

ہم آپ کو ۵۱ آیات معاف کرتے ہیں' صرف ایک آیت قطعی الدلالت اپنے عقیدہ مزعومہ پر پیش فرمائیں اور اگر آیت نہ مل سکے' تو اپنے کذب کا اقرار کرتے ہوئے صرف ایک حدیث متواتر قطعی الدلالت پیش فرمائیں' جس میں آپ کا پورا عقیدہ موجود ہو' تاکہ آپ کا ایمان ثابت ہو جائے' ہم آپ کو ۵۱ آیات اور ایک سو دو احادیث متواترہ معاف کرتے ہیں' اور صرف ایک ہی کا مطالبہ کرتے ہیں' کہ یہ اوراق آپ کو پکار پکار کر اور للکار للکار کر آپ سے جواب طلب کر رہے ہیں' کیا ہے آپ میں یا آپکی جماعت میں ہے کوئی دم خم...... کہ اس چیلنج کا جواب دے سکو؟

(ان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار)

وائے ناکامی ...... متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

{صاحب تقریر دلپذیر کی اجماع کے نام پر ہوائی فائرنگ}

صاحب تقریر دلپذیر ص: ۴ پر موٹی سرخی جما کر لکھتے ہیں:

"عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری اُمت کا اجماع ہے"۔

اب چاہیے تو یہ تھا' کہ صاحب تقریر پہلے کسی معتبر کتاب سے اجماع کی تعریف کرتے اور پھر اپنے عقیدۂ مزعومہ پر منطبق کر کے باسند بیان کرتے...... لیکن مناظر موصوف خالص اعجوبہ روزگار ہیں' کہ دجل و تلبیس کے بغیر کوئی بات کرنا ان کی قسمت میں مقدر ہی نہیں' آخر محقق لمن صاحب کے استاذ ہی تو ہیں' جیسی روح ویسے فرشتے...... لیجیے پڑھیے اجماع کی دلیل اور سر دھنیے کہ کمال ہی کر دیا۔

{مناظر صاحب کی اجماع پر بیان کردہ دلیل}

فرماتے ہیں: حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی سنایا کرتے تھے کہ یونس نعمانی صاحب کے ساتھ جنڈانوالہ میں میرا مناظرہ طے ہوا اور مقررہ وقت پر دونوں فریق وہاں پہنچ گئے، دونوں مناظر اور دونوں طرف کے علماء اور عوام جمع ہیں، لیکن ڈی۔ ایس۔ پی صاحب نے مداخلت کر کے مناظرہ پر پابندی لگا دی، اور دونوں فریقوں کو کہا کہ مناظرہ میں ہرگز نہیں ہونے دوں گا اس لئے آپ حضرات واپس تشریف لے جائیں، مگر ایک چیز دیکھ کر وہ بڑا حیران ہوا کہ مولانا یونس صاحب کتابوں کا ایک ٹرک بھر کر لائے ہیں، اور مولانا اوکاڑوی صاحب مناظرہ کے لیے کتابوں کے دو بکسے لے کر آئے ہیں...... الخ۔

(تقریر دلپذیر ص: ۴)

حضرات گرامی!! اوکاڑوی صاحب اینڈ کمپنی، جھوٹ اور تحریف میں ایسی بیباک واقع ہوئی ہے، کہ رضاخانیوں کے بھی کان کتر ڈالے ہیں، ایک جھوٹ بولتا ہے تو دوسرے آنکھیں بند کر کے ہر جگہ اُسے گاتے پھرتے ہیں، اوکاڑوی صاحب کی

زمانہ میں مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد یونس نعمانی صاحبؒ سے فیصل آباد میں عربی عبارت پر اعراب لگوانے کیلئے حاضری دیتے تھے، جنڈانوالہ کے مناظرہ کی روئیداد فتوحاتِ نعمانی کے عنوان سے زیرِ طبع ہے، عنقریب انشاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی اور اگر جلدی ہو تو جنڈانوالہ کے مناظرہ کے ذمہ دار حضرات سے تحقیق فرمالیں کہ اوکاڑوی صاحب اپنے عقیدہ کی تنقیح ہی نہ کر سکے، جس کی وجہ سے مناظرہ سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے، اگر محقق لمن صاحب کا اوکاڑوی صاحب اور مناظر موصوف کے بیان پر واقعی یقین ہو، تو تین طلاقوں سمیت یہ بیان تحریراً شائع فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

حضرت جی! منڈیالہ تیگہ گوجرانوالہ میں مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب کی شکستِ فاش (جو کہ کیسٹوں میں محفوظ ہے) آپ کو کیوں یاد نہیں رہتی، اور اسی طرح جتوئی کے مقام پر اوکاڑوی صاحب کی عبرت ناک شکست، کہ دو گھنٹے تک اپنا عقیدہ متعین کر کے نہ بتا سکے اور آخر پولیس سے استمداد و استشفاع کے ذریعے فرار ہونے میں کامیاب ہوئے، اور پھر مرتے دم تک حضرت نعمانی صاحبؒ کے ساتھ مناظرے کا کبھی نام تک نہ لیا، اس مناظرہ کی مکمل کاروائی کیسٹوں میں محفوظ ہے (حضرت نعمانی صاحبؒ اور ماسٹر اوکاڑوی کا مناظرہ جتوئی) اور آپ اُن کیسٹوں کو اس طرح چھپاتے ہیں جیسے صنف مخصوص 'مخصوص چیتھڑے' گم کرنے کی کوشش کرتی ہے، قارئین حضرات سے گذارش ہے کہ وہ کیسٹیں سن کر اوکاڑوی صاحب کی قابلیت اور مناظر موصوف کی دروغ گوئی کا خود فیصلہ فرمائیں، یہ تھا مناظر موصوف کی اجماع پر بیان کردہ دلیل کا حال۔

شیطان ان کو دیکھ کے کہتا تھا رشک سے
بازی یہ مجھ سے لے گیا، تقدیر دیکھیے

مناظر موصوف کا "اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ"
کے عنوان سے دروغ بے فروغ

فرماتے ہیں میرے پیارو! اہل سنت کا اس مسئلہ میں عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ، اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام اپنے دنیا والے جسموں کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور کون سی قبریں؟ وہی قبریں جن کے اندر دنیا والا جسم ہے، قبروں کے اندر دنیا والا اصلی عنصری جسم زندہ ہے، رہی یہ بات کہ زندہ کیسے ہیں؟ اس بات کو ذہن میں رکھ لو، کہ زندگی جسم کے اندر آتی ہے روح کے تعلق سے، اور روح کے جسم سے تعلق کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی ایک صورت یہ ہے کہ روح جسم کے اندر اور پورے جسم کے ساتھ اسکا تعلق ہو، پورے جسم میں اس کی تاثیر ہو، جیسے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، تو روح جسم کے اندر ہے اور پورے جسم میں اس کی تاثیر ہے۔

(۲) روح وجسم کے تعلق کی دوسری صورت یہ ہے کہ روح جسم سے باہر اپنے مستقر میں ہو، یعنی موت کے بعد جو روح کا ٹھکانہ ہے روح اس میں رہے، لیکن اس ٹھکانے میں رہتے ہوئے روح کا اس دنیا والے جسم کے ساتھ ایک کنکشن اور تعلق جڑ جائے، زندگی روح اور جسم کے تعلق جڑنے کا نام ہے۔

(تقریر دلپذیر ص:۷، ۸)

الجواب: مناظر موصوف اتنے جری اور دلیر ہیں، کہ نہ تو کلام اللہ کی تحریف کرنے سے چوکتے ہیں، اور نہ ہی مخلوق خدا پر جھوٹ وافتراء سے ان کو خوف خدا آتا ہے، مناظر موصوف نے دعویٰ فرمایا ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور باقی انبیاء کرامؑ دنیا والے جسموں یعنی اجساد عنصریہ کے ساتھ اپنی اپنی قبروں، جن میں جسم دفن کیے گئے تھے یعنی قبور ارضیہ میں زندہ ہیں، اور یہ حیات دنیوی حقیقی، حسی، جسمانی ہے...... جیسا کہ ص:۱۱ پر وضاحت کی ہے، پھر اس کی تفصیل

کرتے ہوئے دوصورتیں بیان کی ہیں۔

(۱) ارواح مبارکہ اجساد عنصریہ میں اسطرح داخل ہیں، جیسے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، یعنی جس طرح دنیا میں ارواح مبارکہ اجساد عنصریہ میں داخل تھیں۔

(۲) ارواح مبارکہ اپنے اپنے مستقر میں ہیں اور ان کا اجساد عنصریہ کے ساتھ ایسا کنکشن اور تعلق ہے جس کی وجہ سے جسد عنصری میں حیات دنیویہ حقیقیہ حسیہ پیدا ہو جاتی ہے۔ (تقریر دلپذیر)

حضرات گرامی! مناظر موصوف کا عقیدہ ذہن میں رکھیں اور یہ بات یاد رکھیں کہ مناظر موصوف نے پوری تقریر میں اسی دعویٰ کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، اور ہمارا انکار اسی دعویٰ کے متعلق ہے (نفس حیات برزخیہ کا ہماری جماعت میں سے کوئی بھی منکر نہیں ہے، از راقم) اب ہم سب سے پہلے اہل السنت والجماعت کی تعریف ذکر کرتے ہیں، اور اس کے بعد چند گزارشات عرض خدمت کریں گے۔

{اہل السنت والجماعت کی تعریف}

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ فرماتے ہیں:

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلیؒ (المتوفی ۵۶۱ھ) اہل السنت والجماعت کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں (جس کا ترجمہ یہ ہے) مومن پر لازم ہے کہ وہ اہل السنت والجماعت کی پیروی کرے، سنت وہ چیز ہے جو آنحضرت ﷺ نے (قولاً و فعلاً) مسنون قرار دی، اور جماعت وہ (احکام ہیں جن پر) کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے حضرات خلفاء اربعہؓ کی خلافت میں اتفاق کیا، اور یہی اہل السنت والجماعت کا وہ گروہ اور جماعت ہے، جو ہر قسم کی بدعت سے پاک وصاف ہے، چنانچہ علامہ سید سند علی بن محمد الجرجانی الحنفیؒ (المتوفی ۸۱۶ھ) لکھتے ہیں (ترجمہ:) یعنی اہل السنت و الجماعت کا گروہ ہی ایسا ہے، جن کا مذہب بدعت سے خالی ہے...... الحاصل حضرات

خلفاء راشدین کی سنت حجت ہے اور امت کے لئے اس کی پیروی لازم، اور ان کے عہد خلافت میں جن چیزوں پر حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوا، وہ بقول شیخ صاحب جماعت کا مفہوم ہے اور بغیر اس کے تسلیم کے اہل السنت والجماعت کا مفہوم ہرگز پورا نہیں ہوتا۔ (بحوالہ راہ سنت ص:۳۱، ۳۲ مصنفہ مولانا سرفراز خان صفدرؒ)

چیلنج

ہم مناظر موصوف اور اوکاڑوی صاحب کے تمام حواریوں کو بانگ دہل چیلنج کرتے ہیں کہ اگر ان کے ضمیر مردہ نہیں ہو چکے اور ان میں ذرا بھر بھی صداقت موجود ہو، تو اپنی مذہبی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے اہل السنت والجماعت کی مذکورہ تعریف کے مطابق خلفاء راشدینؓ و دیگر صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک صحابی کا قول بسند متواتر اپنے بیان کردہ دعویٰ پر پیش فرمائیں، ورنہ کذب و افتراء اور تلبیس سے توبہ کرکے امت مرحومہ کو اپنے شر سے محفوظ رکھیں (ہماری پیشن گوئی ہے کہ محقق ممن اینڈ کمپنی قیامت تک ہمارا مطالبہ پورا نہیں کرسکتی۔)

ے خداوندا تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے، سلطانی بھی عیاری

محقق ممن صاحب:

۱۔ آپ کے مناظر صاحب نے حیات کے دو معنی بطور حصر کے بیان فرمائے ہیں، آپ اس کے کسی معتبر ماخذ کی نشاندہی فرمائیں اور مفردات امام راغب میں حیات کے متعدد معانی ذکر کئے گئے ہیں، آپ کا ان کے ساتھ اتفاق ہے یا کوئی اپنی نئی تحقیق ہے؟ بلاخوف لومۃ لائم بیان فرمائیں۔

۲۔ آپ کے مناظر نے حیات کی دو صورتیں بیان فرمائی ہیں، آپ کا ایمان کس صورت پر ہے اور کس صورت پر ایمان لانا آپ کی جماعت کے نزدیک مدار نجات یا راجح ہے.....؟

{صاحب تقریر دلپذیر کی عجیب جہالت}

صاحب تقریر ص:۸ پر فرماتے ہیں:

یہ الگ بات ہے کہ اہل سنت والجماعت میں بعض اس چیز کے قائل ہیں کہ روح مبارک جسم کے اندر ہے اور بعض اس چیز کے قائل ہیں کہ روح جنت میں ہے اور اس کا جسم اطہر کے ساتھ تعلق ہے، اور اس تعلق کی وجہ سے جسم زندہ ہے، پس تعلق کی کیفیت میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ روح جسم کے اندر ہے یا جسم کے باہر......الخ

(بلفظہ تقریر دلپذیر ص:۸)

الجواب: مثل مشہور ہے کہ ساون کے اندھے کو ہرا ہی دکھائی دیتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مناظر موصوف کی عمر اب ۷۲ سال سے تجاوز کرچکی ہے، اسلئے روح سات آسمانوں سے اوپر جنت میں ہو، یا زمین میں ہو تو تھوڑا سا فرق سمجھتے ہیں۔

اب ہم یہ تھوڑا سا فرق حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ سے پوچھ لیتے ہیں، کیونکہ محقق ممن صاحب کا مقدمہ میں ایک مفت قیمتی مشورہ لکھا ہوا ہے کہ مولانا صفدر صاحب کی کتابیں دیکھنی چاہییں، تو ہم موصوف کی طرح ضدی نہیں ہیں کہ صرف لانسلم کا شور مچائے رکھیں، کہتے ہیں اچھی بات دیوار پر بھی لکھی ہو تو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر فرماتے ہیں:

قرآن کریم، صحیح احادیث اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواح حضرات انبیاءؑ اور حضرت عیسیٰؑ جسد عنصری کے ساتھ، بلکہ تمام دیگر مومنوں کی روحیں آسمانوں پر موجود ہیں۔ (احسن الکلام ص:۱۹، ج:۲)

کیوں جناب محقق ممن صاحب! کچھ گزارہ ہوگیا ہے یا کچھ اور بھی چاہیے؟ چلو یار، ایک دو عبارتیں اور ملاحظہ فرمالیں تاکہ ہاضمہ درست ہوجائے۔

آپ کے دوسرے بزرگ حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری اپنی

کتاب حیات الاموات میں فرماتے ہیں:

'چونکہ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے یہ ثابت و محقق و مسلم ہے کہ موت کے بعد بدن کے اندر روح قیامت کے دن لوٹائی جائے گی، اس سے پہلے نہیں۔ (حیات الاموات صفحہ ۳۷) نیز فرماتے ہیں: متعدد احادیث صحیحہ میں حضرات شہداء اس جسمائی دنیوی حیات کی استدعا کرتے ہیں، کہ روح جسد عنصری میں واپس کی جائے مگر یہ منظور نہیں کی جاتی، کیونکہ اللہ رب العزت فیصلہ فرما چکے ہیں کہ موت کے بعد دوبارہ دنیا میں کوئی لوٹ کر نہیں آئے گا۔

(حیات الاموات صفحہ ۸۴)

حضرات گرامی! ہم نے اختصاراً تین عبارتیں فریق مخالف کے بزرگوں کی کتابوں سے پیش کردی ہیں، ورنہ اس موضوع پر کئی عبارتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

{عبارات مذکورہ کا خلاصہ}

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے، کہ موت کے بعد انبیاء کرام اور دیگر مومنین کی ارواح مبارکہ بدن عنصری میں نہیں ہیں، بلکہ آسمانوں میں (جنت میں) ہیں اور یہ عقیدہ قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، جبکہ مناظر موصوف کا دعویٰ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ارواح ابدان عنصریہ میں داخل ہیں وہ بھی اہل السنت والجماعت سے ہیں، اور یہ اختلاف (دخول روح کا یا تعلق روح کا) تھوڑا سا ہے، تو اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو قرآن احادیث اور اجماع امت کا انکار کیا جائے اور مناظر موصوف کو سچا مانا جائے (نعوذ باللہ) یا پھر نام نہاد شیخ الحدیث مناظر کھروڑ پکا اور محقق ممن کو کذاب ومحرف قرار دیا جائے اور قرآن پاک احادیث صحیحہ اور اجماع امت کو حق تسلیم کیا جائے، ہمارے نزدیک قرآن وسنت واجماع امت یقیناً حق ہے، اور مناظر موصوف کی کمپنی قطعاً محرف ہے، اب نامعلوم محقق ممن اینڈ کمپنی کا رجحان کس صورت کی طرف ہوگا؟

اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ (آمین)

مولانا سرفراز خان صاحب اور سید نور الحسن شاہ صاحب کے فرمودات سے ظاہر ہے کہ قرآن واحادیث صحیحہ اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء کرام شہداء و دیگر مومنین کی ارواح آسمانوں میں (جنت میں) ہوتی ہیں، ابدان عنصریہ میں نہیں ہوتیں، اب جو شخص ارواح مبارکہ کو جنت کے بجائے اجساد عنصریہ میں ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، تو یقیناً وہ قرآن حدیث واجماع امت کا منکر ہے، محقق ممن صاحب ایمان سے بتلائیں کہ کیا جو قرآن وسنت واجماع کا منکر ہو وہ بھی آپ کے نزدیک اہل السنت والجماعت میں سے ہی ہوگا......؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کے نزدیک اصلی اہل السنت وہ ہوتا ہیں جس میں تین شرطیں پائی جائیں۔

ا۔قرآن کا منکر ہو ۲۔احادیث صحیحہ کا منکر ہو ۳۔اجماع امت کا منکر ہو۔

واہ بھئی واہ!! اگر واقعی آپ کی ان مخصوص شرائط کے ساتھ موصوف کوئی اہل السنت والجماعت ہے، جس کے آپ خدام اہل السنت ہیں اور بار بار جس کے اجماع کا نام لیتے ہیں تو ایسی جماعت آپ لوگوں کو ہی مبارک ہو، ہم ایسی اہل السنت سے رہے، ہمیں قرآن وسنت اور اجماع امت محمدیہ ہی کافی ہے۔

ے الٰہی خیر ہو کہ فتنۂ آخر زماں آیا رہے ایمان و دیں باقی کہ وقت امتحاں آیا

{صاحب تقریر دلپذیر کی ولایتی دلیل}

فرماتے ہیں کہ......انٹرنیٹ پروگرام کے ذریعے دنیا کے فاصلے سمٹ گئے ہیں ایک آدمی پاکستان میں بیٹھا ہوا......اور انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا کی جس لائبریری کا مطالعہ کرنا چاہے کر سکتا ہے اور جس کتاب کا جو صفحہ چاہے حاصل بھی کر سکتا ہے......اگر سائنسی ترقی کی وجہ سے اتنے فاصلوں کے باوجود یہ نتائج مرتب ہو سکتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے بہت وسیع ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ روح اور جسم کی دوری کے باوجود روح کا جسم کے ساتھ تعلق پیدا کرے......اور اس تعلق کی وجہ

سے جسم میں حیات اور آثار حیات پیدا ہو جائیں، تو یہ کیوں بات سمجھ نہیں آتی

(تقریر دلپذیر ص:۹)

الجواب: شاباش شیخ الحدیث صاحب...... کیسی عمدہ دلیل بیان فرمائی ہے، واقعی مناظر آپ جیسے ہی ہونے چاہئیں، مولانا! شرم کی بات ہے کہ آپ کو اپنے دعویٰ کے اثبات کیلئے قرآن وسنت پر اعتماد نہیں آیا اور انٹرنیٹ وغیرہ پر ایمان بالغیب کا مظاہرہ فرمایا ہے، آپ سے پہلے آپ کے بڑے بھائی بریلوی حضرات اس قسم کے اوٹ پٹانگ دلائل پیش کر چکے ہیں، اور آپ کے اکابر ان کو جواب دے چکے ہیں، اس لئے سب سے پہلے ہم آپ کی پٹائی، آپ کے گھر ہی سے کروا دیتے ہیں، چنانچہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نے رضا خانیوں کو جواب دیتے ہوئے جو ارشاد فرمایا ہے، امید ہے کہ اس سے آپ کا ناشتہ ہو جائے گا۔

حضرت صفدر صاحب فرماتے ہیں:

فریق مخالف کے بعض علم سے ناواقف اور عقل کے کورے مولوی یہ بھی کہا کرتے ہیں اگر ہم یہاں بیٹھے بٹھائے لندن، پیرس اور نیو یارک وغیرہ دور دراز ملکوں کی خبریں ریڈیو کے ذریعے سن سکتے ہیں، تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم امت کی طرف سے درود وسلام براہ راست کیوں نہیں سن سکتے۔

جواب: ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ نص کے ہوتے ہوئے (قرآن و سنت کی موجودگی میں، از ناقل) قیاس کرنا بے دینوں کا کام ہے۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک ص:۱۸۹)

کیوں جی! محقق ممن صاحب کوئی چیز پلے بھی پڑی یا کہ نہیں، حضرت صفدر صاحب نے کیسا الہامی جواب فرمایا، سبحان اللہ۔ "علم سے ناواقف" "عقل کے کورے مولوی" "ایسی دلیل پیش کرنا بے دینوں کا کام ہے"، یہ تینوں جملے سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔

☆ بوٹا کا بے دا، تے اکھاں پیاں ویکھدیاں بن بوٹا (منہ) تعبیدا ما بیے دا

محقق ممن صاحب! ایک دفعہ آپ اپنی سریلی آواز سے جھوم کر محبت کے ساتھ شعر مذکورہ پڑھیں، حضرت جی! بات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نہیں چل رہی، بات تو اس قانون کی ہے جو قرآن وسنت کی صورت میں موجود ہے، اگر ہمت ہے تو قانون قرآن وسنت سے کوئی دلیل پیش فرمائیں، جس میں اعادہ روح فی الجسد العنصری یا تعلق روح پر کوئی دلیل پیش کریں، صرف امکانی بحثوں سے وقوع ثابت کرنا کہیں آپ حضرات کو مہنگا ہی نہ پڑے تدبر و تفکر۔

ٹھوکریں مت کھائیے چلئے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر۔

{صاحب تقریر دلپذیر کا بے خبری سے اعترافِ حق}

صاحب تقریر دلپذیر نے بے خبری سے تین باتوں کا اعتراف کر لیا ہے، نا معلوم ہوش وحواس درست ہونے کے بعد بھی اس پر قائم رہتے ہیں یا نہیں۔

نمبرا۔ موت کی تعریف فرماتے ہے: "روح کا تعلق جسم سے منقطع ہونے کا نام موت ہے" (تقریر دلپذیر صفحہ ۸)

نمبر ۲۔ اہل حق کا عقیدہ حفظ جسدِ عنصری: اہل حق کے بارہ میں مناظر موصوف اپنی بدتہذیبی کا مظاہرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ (اشاعت التوحید والے کہتے ہیں کہ) ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم (مبارک) آج بھی محفوظ معطر ہے، حتیٰ کہ جسم مبارک کو قبر میں رکھتے وقت اگر اس پر پانی کا کوئی قطرہ تھا تو آج بھی وہ قطرہ اسی طرح موجود ہے، پھول تو کملا سکتا ہے مجال ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں کوئی فرق آجائے۔ (بلفظہ تقریر دلپذیر صفحہ ۹)

الفضل ما شهدت به الاعداء

نمبر ۳...... {نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت موت}

مناظر موصوف فرماتے ہیں کہ اس عالم دنیا میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر موت آئی

ہے، جس طرح ہر پیغمبر پر اور ہر فرد بشر پر موت آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے عالم دنیا میں جو زندگی دی ہے وہ محدود ہے، اس زندگی کی ایک انتہا ہے اسی انتہا کا نام موت ہے۔

(تقریر دلپذیر صفحہ ۱۴)

حضرات گرامی! اب مسئلہ بہت آسان ہو گیا ہے۔

نمبر ا۔ نبی پاک ﷺ کی موت قرآن وسنت سے (امکاناً) اور اجماع صحابہ کرامؓ سے (وقوعاً) ثابت ہے، اور مناظر موصوف کے نزدیک آپ پر بھی موت کی وہی کیفیت ہے جو ہر فرد بشر کے لئے ہے۔

نمبر ۲۔ مناظر موصوف یہ بھی مان گئے کہ موت کا معنی جسم سے روح کا تعلق منقطع ہو جانا ہے۔

تو اب مناظر موصوف کے اعتراف کے مطابق ہر فرد بشر کی طرح آپ ﷺ کی روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق منقطع ہو گیا، ہمارا مطالبہ ہے کہ جب یہ شق اتفاقی بن گئی تو اب آپ کے ذمہ صرف ایک بات ہے، کہ موت کے بعد اتنا عرصہ بعد (جو بھی آپ نص سے متعین فرمائیں) روح مبارک جسد عنصری میں لوٹ آئی یا روح مبارک کا ایسا تعلق جسد عنصری کے ساتھ قائم کر دیا گیا، کہ جس کی وجہ سے جسد عنصری میں حیات دنیویہ، حقیقیہ، حسیہ پیدا ہو چکی ہے۔ (جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے)

تقریر دلپذیر صفحہ ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲

حضرات گرامی! اختلاف صرف اسی بات میں ہے، اور محقق ممن اینڈ کمپنی کے ذمہ یہ قرض باقی ہے اور تا قیامت باقی رہے گا، اگر اس پوری کمپنی میں کوئی بھلا مانس آدمی موجود ہو تو اس للکار کو قبول کرتے ہوئے پردے سے باہر آئے، اور قرض ادا کر کے اپنے جماعتی ایمان کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے دعویٰ مذکورہ پر دلیل بیان فرمائے۔

{تمام اہل اسلام سے اپیل}

برادران اسلام! ہم آپ سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں، کہ اختلاف کی

حقیقت سمجھنے کے بعد ہم نے محقق ممن اینڈ کمپنی سے ایک مطالبہ کیا ہے، کہ آپ اپنے بیان کردہ دعویٰ پر قرآن پاک کی صرف ایک آیت، نبی کریمؐ کی صرف ایک حدیث متواتر، تمام صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک صحابیؓ کا قول بسند تواتر اور صریح، کسی ایک تابعی کا قول، کسی ایک تبع تابعی کا قول، چار اماموں میں سے کسی ایک امام کا قول، امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے کسی ایک شاگرد کا قول، بسند تواتر صریح پیش فرما دیں۔

جس میں آپ کا بیان کردہ عقیدہ کہ ارواح مبارکہ موت کے بعد اتنی مدت تک (جو بھی آپ نص سے متعین فرمائیں) اجساد عنصریہ میں لوٹ کر آ جاتی ہیں، یا ارواح کا ایسا تعلق قائم کیا جاتا ہے جس سے اجساد عنصریہ میں دنیوی، حقیقی، حسی حیات پیدا ہو جاتی ہے) پر پیش فرما دیں............ لیکن وہ بجائے دلیل پیش کرنے کے ادھر اُدھر کی باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں، کبھی طیش میں آ کر اہل حق پر ناجائز فتویٰ بازی کرتے ہیں، کبھی نسوانی حرکتوں پر اُتر آتے ہیں، آپ سب حضرات مل کر مطلوبہ دلیل کا مطالبہ کریں، تا کہ اُمت میں افتراق وانتشار ختم ہو جائے اور اگر مناظر موصوف اور محقق ممن دلیل پیش نہ کر سکیں، تو کم از کم اپنے اکابر کی بغاوت اور قرآن وسنت کی تکذیب و تحریف سے توبہ فرما کر امت مرحومہ کو اپنے شرور سے محفوظ رکھیں۔

فائدہ: آج تک مناظر موصوف اینڈ کمپنی یہ شور مچاتی چلی آئی ہے، کہ نبی پاک ﷺ کی موت کو قرآن میں علیحدہ ذکر کیا گیا ہے اور عام لوگوں کی موت کو علیحدہ ذکر کیا گیا ہے، تو قرآن کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کی نوعیت موت اور ہے اور عام لوگوں کی نوعیت موت اور ہے، تفصیل کے لیے دیکھیں۔

(یادگار خطبات صفحہ ۱۹۳، ۲۵۰، ۲۵۱، مقام حیات وغیرہ)

اور آج مناظر موصوف نے اپنے تمام بڑوں کی تکذیب کر کے فرما دیا کہ نبی پاک ﷺ پر موت اس طرح آئی جس طرح ہر پیغمبر پر اور ہر فرد بشر پر موت آتی ہے، تو محقق ممن صاحب! اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو مقررین یادگار خطبات اور صاحب مقام حیات کو محرف قرآن اور جھوٹا قرار دیں، اور یا اپنے مناظر موصوف کو منکر

قرآن یا جاہل قرار دیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں ...... صیاد آگیا

{صاحب تقریر دلپذیر کی اشد حماقت}

صاحب تقریر دلپذیر نے صفحہ ۱۰ سے لیکر صفحہ نمبر ۱۳ کے اخیر تک اس بات پر زور صرف کیا ہے، کہ حیات دنیوی، حقیقی، حسی، جسمانی اور برزخی، روحانی یعنی اُخروی میں کوئی فرق نہیں ہے، چنانچہ ہم تقریر دلپذیر کے تکرار بے قرار سے بچتے ہوئے ایک جھلک پیش کرتے ہیں اور بعد میں کچھ عرض کریں گے، فرماتے ہیں:

جیسا ایک آدمی ماں والے تعلق کے اعتبار سے بیٹا ہے، بیٹی والے تعلق کے اعتبار سے باپ ہے، بہن والے تعلق کے اعتبار سے بھائی ہے، بیوی والے تعلق کے اعتبار سے شوہر ہے، بھتیجے کے اعتبار سے چچا، بھانجے کے اعتبار سے ماموں، اپنے چچا کے اعتبار سے بھتیجا، اپنے ماموں کے اعتبار سے بھانجا، پوتے کے اعتبار سے دادا، نواسے کے اعتبار سے نانا، اپنے دادا کے اعتبار سے پوتا ہے، اپنے نانا کے اعتبار سے نواسہ، یہ ایک ہی شخص ہے لیکن مختلف اعتبار سے اس کے مختلف نام ہیں۔

دنیوی حیات بھی یہی ہے، حیات جسمانی بھی یہی ہے، حیات حسی اور حیات حقیقی بھی یہی ہے، حیات روحانی اور حیات برزخی بھی اس کا نام ہے، پس جیسے اس شخص کے نام بدلے ہیں، شخص نہیں بدلا وہ ایک رہا ہے، ایسے ہی حیات فی القبر کے مختلف نام ہیں، حیات دنیوی، حیات جسمانی، حیات حسی، حیات حقیقی، حیات برزخی، حیات روحانی ...... الخ (بلفظہ تقریر دلپذیر صفحہ ۱۳)

حضرات گرامی! آپ نے مناظر موصوف کا اجتہاد ملاحظہ فرما لیا، اتنا لمبا اقتباس ہم نے ذکر کر دیا ہے، تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ ہماری پوری بات ذکر نہیں کی گئی، یہ

ساری تقریر مناظر موصوف کی جہالت پر ماتم کناں ہے، ہم حیران ہیں کہ جس بیچارے کو دنیا اور آخرت، برزخ کا فرق سمجھ نہیں آتا، اُس کو کہروڑ پکا میں مسند حدیث پر بطور شیخ الحدیث منتخب کیسے کیا گیا ہے......؟

باب العلوم کہروڑ پکا کے محترم مہتمم صاحب سے دردمندانہ عرض گذار ہیں، کہ طلباء حضرات پر رحم فرماتے ہوئے ایسی شخصیت سے نجات دلا کر عنداللہ ماجور ہوں، اب جی تو نہیں چاہتا کہ ایسی جہالت پر کچھ تبصرہ کریں، مناظر موصوف کی ہفوات ایسی لایعنی ہیں کہ ان کی تردید کے لئے کوئی دلیل پیش کرنا تضیع اوقات کے مترادف ہے، مناظر صاحب کا انتساب دیوبندیت کی طرف علماء دیوبند رحمھم اللہ کی شان علمیت کی سخت توہین ہے، یہ کہنا کہ حیات دنیویہ، حقیقیہ، حسیہ اور حیات برزخیہ وروحانیہ کے درمیان کوئی فرق نہیں، کیسی احمقانہ بات ہے، لیکن ہمارا واسطہ ایسے گروپ سے ہے، کہ علم کا ان کے ہاں رواج ہی نہیں، ان کا زبان حال سے نعرہ ہے:

اُتھے علم دا سکہ نئیں چلدا جتھے یار ہوراں دا ڈیرا ای

اس لیے ہم اُن کی ہی لغت میں چند باتیں عرض کرتے ہیں، محقق ممن صاحب! آنکھیں کھولیے اور ہمت کر کے اپنی ہی تصنیف لطیف (جو معلوم ہوتا ہے بین النوم والیقظۃ ایجاد فرمائی ہے) باوضو ہو کر اُٹھایئے اور صفحہ نمبر ۶۸ کی درج ذیل عبارت پڑھیے، جس پر آپ نے اہل حق کے خلاف مفتی مہدی حسن صاحبؒ کا فتویٰ نقل کیا ہے، اب ہم آپ کو انہی مفتی مہدی حسن صاحبؒ ہی کا ایک فتویٰ پیش کر دیتے ہیں تاکہ ایک تو اس فتویٰ کی حقیقت واضح ہو جائے اور دوسرا آپ اپنے مناظر موصوف کی دماغی کیفیت پر مطلع ہو کر علاج معالجہ کا اہتمام فرما سکیں۔

مفتی مہدی حسن صاحبؒ فرماتے ہیں:

محققین اکابر کی تحقیق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات برزخی حاصل ہے، جو اس حیات دنیوی سے بدرجہا بڑھ چڑھ کر ہے، اس کے لیے آپ حیات کا مطالعہ کرنا چاہیے، ظاہر احادیث سے حیات دنیویہ ثابت ہوتی ہے، مگر بحالت موجودہ اقویٰ اور

قوی تر ہے، دونوں قول موجود ہیں، راجح اول ہے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن اپریل ۱۹۵۸ء)

مفتی صاحب کا فتویٰ مذکورہ کسی عام باشعور آدمی کے سامنے رکھیں، تو صاف سمجھ جائے گا کہ مفتی صاحب نے حیات کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

۱۔ حیات برزخی ۲۔ حیات دنیوی

اور پھر حیات برزخی کو راجح قرار دیا، اور حیات دنیوی کو مرجوح، جس سے صاف ظاہر ہے کہ حیات دنیوی اور ہے اور حیات برزخی اور ہے، لیکن شیخ الحدیث صاحب کو حیات برزخی اور حیات دنیوی دونوں ایک ہی نظر آتی ہیں، اور دنیا و آخرت کا کوئی فرق سمجھ نہیں آتا، حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کی صریح عبارت مقدمہ میں گذر چکی ہے، کہ برزخ نام ہی حیات دنیوی کا ختم ہو جانا اور حیات اخروی اور برزخی کا شروع ہو جانا ہے۔ (فیض الباری)

اسی طرح صاحب المہند علی المفند" کے تلمیذ ارشد اور مرید خاص حضرت مولانا عبد الرحمن کاملپوریؒ کا ایمان افروز بیان گزر چکا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فرماتے ہیں:

"دنیاوی حیات میری سمجھ میں نہیں آتی، اب تک تو میں برزخی حیات جو دنیوی حیات سے ہزار درجے اعلیٰ وارفع ہے، اس کو صحیح اور حق سمجھتا ہوں"۔

(بیس مردان حق ج:۱ص:۹۷۰)

حضرت کاملپوری صاحبؒ کی عبارت مذکورہ صریح ہے، اس بارہ میں کہ حیات دنیاوی حیات برزخی کے مغایر ہے اور حیات برزخی حیات دنیوی سے ہزار درجے بہتر ہے، جو وفات کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہے۔

اسی طرح دیگر اکابرین کی کچھ عبارات گذر چکی ہیں، اور کچھ آئندہ پیش ہونگی، جن میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ حیات برزخی اور ہے اور حیات دنیوی اور ہے، اور تمام اکابرین نے حیات دنیوی کا انکار کیا ہے اور حیات برزخی کا اثبات فرمایا

ہے، مناظر موصوف اور محقق ممن صاحب تو قرآن و حدیث کی لغت سے واقف نہیں ہیں، اس لیے ان کے لیے بزرگوں کی عبارتیں ذکر کردی گئی ہیں کہ:

؎ میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

دونوں بزرگوں (مناظر موصوف اور محقق ممن) سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ ان عبارات پر غور فرمائیں، بار بار پڑھیں اور ایک دوسرے کو تکرار کرائیں، کیونکہ بزرگوں سے سنا ہے کہ: التکرار یفقه الحمار

البتہ طلباء کے فائدہ کے لیے قرآن و حدیث سے حیات دنیوی اور حیات برزخی اخروی کا فرق اجمالاً بیان کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ..... الآية} (سورۃ ابراہیم آیت:۲۷)

ترجمہ: مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

اس آیت میں فی الآخرۃ سے مراد برزخ لی گئی ہے، یعنی دنیا کی زندگی میں بھی مومنوں کو کلمہ توحید پر ثابت قدم رکھتا ہے، اور بوقت برزخ میں سوال جواب کے بھی..... اس آیت کریمہ میں آخرت یعنی برزخ کی زندگی کو دنیوی زندگی کے مقابل ذکر کیا گیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ برزخ کی زندگی اور ہے اور دنیا کی زندگی اور ہے۔

اسی طرح ام المومنین طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ، نبی کریم ﷺ کے مرض الوفات کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتی ہیں:

{جمع الله بين ريقي وريقه في آخر يوم من الدنيا واول يوم من الاخرة...}

(بخاری شریف ج:۲ص۶۳۰)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا لعاب دہن اور آپ ﷺ کا لعاب مبارک اکٹھا کر دیا (جس دن آپ ﷺ نے وفات پائی) آپ ﷺ کی دنیوی زندگی کے آخری دن اور اخروی زندگی کے پہلے دن، حضرت ام المومنین ؓ کے ارشاد سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ جس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی، وہ دن آپ ﷺ کی دنیوی زندگی کا آخری دن تھا اور اخروی (برزخی) زندگی کا پہلا دن تھا، یعنی موت سے دنیوی زندگی ختم ہو گئی اور برزخی زندگی مل گئی۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرماتی ہیں:

{کنت اسمع ان لا یموت نبی حتٰی یخیّر بین الدنیا والاخرۃ...}

یعنی میں سنا کرتی تھی (نبی پاک ﷺ سے) کہ کسی بھی نبیؐ پر اس وقت تک موت وارد نہیں ہوتی، جب تک اس کو دنیا و آخرت کے درمیان اختیار نہ دیا جائے، کہ حیات دنیوی چاہتا ہے یا حیات اخروی کو پسند کرتا ہے، اور ہر نبی کی طرح آپ ﷺ نے بھی حیات دنیوی کے مقابلہ میں حیات اخروی کو پسند فرمایا، لیکن محقق ممن صاحب اینڈ کمپنی نے ضد لگا رکھی ہے، کہ ہم تو حیات دنیوی ہی مانیں گے۔

حضرات گرامی! یہ اس کمپنی کے شیخ الحدیث صاحب ہیں کہ جن کو نہ قرآن آتا ہے اور نہ ہی حدیث، اور اسی وجہ سے دنیا اور آخرت کا فرق ان کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

یہاں پر ہم نے چند اشارات ذکر کر دیے ہیں جو کہ عاقل کے لیے کافی ہیں، باقی لاتوں کے بھوت اگر باتوں سے نہ مانیں تو ان کا علاج کچھ اور ہے۔

نوٹ:

برزخ کی پوری تحقیق ہم نے مقدمہ میں ذکر کر دی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

گلستان کیلئے رونے سے کچھ بنتا نہیں فانی
نظر میں حسن پیدا کر، سنور جائے گا ویرانہ

{صاحب تقریر دلپذیر کی فضول بھرتی اور وقت گذاری}

صاحب تقریر دلپذیر نے صفحہ نمبر ۱۴ سے لیکر ۱۶ تک اصل اختلاف کیا ہے؟ کے عنوان سے تکرار لایعنی اور سابقہ کارروائی کو دوہرایا ہے، کوئی نیا صدری نکتہ بیان نہیں فرمایا، اور سامعین کو یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ میں اپنے دعویٰ پر قرآن و سنت سے دلائل پیش کروں گا، بہر حال ۱۴ تا ۱۶ صفحہ تک کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے:

کچھ کذب و افترا ہے کچھ کذب حق نما ہے
یہ ہے بضاعت اُن کی، یہ دفتر اُن کا ہے

اصل اختلاف

مناظر موصوف نے اصل اختلاف کے عنوان سے الفاظ کی شعبدہ بازی سے کئی کرتب دکھائے ہیں، ہم نے مقدمہ کی اہم باتوں میں اصل اختلاف کا ذکر کر دیا ہے، قارئین کی یاد دہانی کے لیے اجمالاً پھر بیان کیے دیتے ہیں۔

{مناظر موصوف کی جماعت کا اصل عقیدہ}

مناظر موصوف کی جماعت ابھی تک اپنا ایک عقیدہ متعین نہیں کر سکی، عام کتابوں میں اس مسئلہ میں تقریباً بارہ عقیدے لکھے ہوئے ملتے ہے، اور عام تقریروں میں دو عقیدے ظاہر کیے جاتے ہیں۔

{مناظر موصوف کی جماعت کا دعویٰ}

{عقیدہ نمبر ۱} تمام اموات نبی، شہید، مومن، کافر، منافق، اپنی قبور میں اجساد عنصریہ کے ساتھ بایں معنیٰ زندہ ہیں، کہ ان کی ارواح کا اعادہ ان کے اجساد عنصریہ میں ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے اجساد عنصریہ میں حیات دنیویہ، حسیہ، حقیقیہ پیدا ہو چکی ہے۔

{عقیدہ نمبر ۲} تمام اموات نبی، شہید، مومن، کافر وغیرہ اپنی قبور

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا لعاب دہن اور آپ ﷺ کا لعاب مبارک اکٹھا کر دیا (جس دن آپ ﷺ نے وفات پائی) آپ ﷺ کی دنیوی زندگی کے آخری دن اور اخروی زندگی کے پہلے دن، حضرت ام المومنین ؓ کے ارشاد سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ جس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی، وہ دن آپ ﷺ کی دنیوی زندگی کا آخری دن تھا اور اخروی (برزخی) زندگی کا پہلا دن تھا۔ یعنی موت سے دنیوی زندگی ختم ہو گئی اور برزخی زندگی مل گئی۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرماتی ہیں:

{کنت اسمع ان لا یموت نبی حتّٰی یخیّر بین الدنیا والاخرۃ...}

یعنی میں سنا کرتی تھی (نبی پاک ﷺ سے) کہ کسی بھی نبی پر اس وقت تک موت وارد نہیں ہوتی، جب تک اس کو دنیا و آخرت کے درمیان اختیار نہ دیا جائے، کہ حیات دنیوی چاہتا ہے یا حیات اخروی کو پسند کرتا ہے، اور ہر نبی کی طرح آپ ﷺ نے بھی حیات دنیوی کے مقابلہ میں حیات اخروی کو پسند فرمایا، لیکن محقق لمن صاحب اینڈ کمپنی نے ضد لگا رکھی ہے، کہ ہم تو حیات دنیوی ہی مانیں گے۔

حضرات گرامی! یہ اس کمپنی کے شیخ الحدیث صاحب ہیں کہ جن کو نہ قرآن آتا ہے اور نہ ہی حدیث، اور اسی وجہ سے دنیا اور آخرت کا فرق ان کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

یہاں پر ہم نے چند اشارات ذکر کر دیے ہیں جو کہ عاقل کے لیے کافی ہیں، باقی لاتوں کے بھوت اگر باتوں سے نہ مانیں تو ان کا علاج کچھ اور ہے۔

نوٹ:

برزخ کی پوری تحقیق ہم نے مقدمہ میں ذکر کر دی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

گلستان کیلئے رونے سے کچھ بنتا نہیں فانی
نظر میں حسن پیدا کر، سنور جائے گا ویرانہ

{صاحب تقریر دلپذیر کی فضول بھرتی اور وقت گذاری}

{صاحب تقریر دلپذیر نے صفحہ نمبر ۱۴ سے لیکر ۱۶ تک اصل اختلاف کیا ہے؟

صاحب تقریر دلپذیر نے تکرار لایعنی اور سابقہ کارروائی کو دوہرایا ہے، کوئی نیا صدری نکتہ بیان نہیں فرمایا، اور سامعین کو یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ میں اپنے دعویٰ پر قرآن و سنت سے دلائل پیش کروں گا، بہرحال ۱۴ تا ۱۶ صفحہ تک کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے:

کچھ کذب و افترا ہے کچھ کذب حق نما ہے
یہ ہے بضاعت اُن کی، یہ دفتر اُن کا ہے

اصل اختلاف

مناظر موصوف نے اصل اختلاف کے عنوان سے الفاظ کی شعبدہ بازی سے کئی کرتب دکھائے ہیں، ہم نے مقدمہ کی اہم باتوں میں اصل اختلاف کا ذکر کر دیا ہے، قارئین کی یاددہانی کے لیے اجمالاً پھر بیان کیے دیتے ہیں۔

{مناظر موصوف کی جماعت کا اصل عقیدہ}

مناظر موصوف کی جماعت ابھی تک اپنا ایک عقیدہ متعین نہیں کر سکی، عام کتابوں میں اس مسئلہ میں تقریباً بارہ عقیدے لکھے ہوئے ملتے ہے، اور عام تقریروں میں دو عقیدے ظاہر کیے جاتے ہیں۔

{مناظر موصوف کی جماعت کا دعویٰ}

{عقیدہ نمبر ۱} تمام اموات نبی، شہید، مومن، کافر، منافق، اپنی قبور میں اجساد عنصریہ کے ساتھ بایں معنیٰ زندہ ہیں، کہ ان کی ارواح کا اعادہ ان کے اجساد عنصریہ میں ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے اجساد عنصریہ میں حیات دنیویہ، حسیہ، حقیقیہ پیدا ہو چکی ہے۔

{عقیدہ نمبر ۲} تمام اموات نبی، شہید، مومن، کافر وغیرہ اپنی قبور

ارضیہ میں بایں معنی زندہ ہیں کہ ان کی ارواح تو اپنے مستقر میں ہیں، لیکن ان کی ارواح کا اجساد عنصریہ سے ایسا تعلق پیدا ہو چکا ہے، کہ اجساد عنصریہ میں حیات دنیویہ حسیہ حقیقیہ پیدا ہو چکی ہے، جس کی وجہ سے قیام وقعود وغیرہ کی طاقت ابدان عنصریہ میں موجود ہے۔

{جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کی طرف سے جواب دعویٰ}

جبکہ ہمارا جواب دعویٰ یہ ہے، کہ کوئی میت اپنی زمینی قبر میں بایں معنی عادۃً زندہ نہیں ہوتی کہ اس کی روح جسد عنصری کے اندر لوٹ آئی ہو، یا روح کا تعلق تصرف بدن عنصری کے ساتھ قائم ہو چکا ہو، جس کی وجہ سے بدن عنصری میں حیات دنیویہ حسیہ حقیقیہ پیدا ہو چکی ہو۔

ہمارا اعلان!! مناظر موصوف اینڈ کمپنی اگر اپنے دعویٰ پر ایک قطعی دلیل پیش فرما دے، تو ہم مع اپنے احباب کے مناظر صاحب کا مسلک اختیار کرنے کو تیار ہیں۔ اور اگر پیش نہ فرما سکیں اور یقیناً پیش نہیں فرما سکتے، تو مناظر موصوف کی جماعت کا دعویٰ باطل ہو گیا، اور اہل حق کا جواب دعویٰ ثابت ہو گیا۔

{صاحب تقریر دلپذیر کا شرمناک جھوٹ}

صفحہ نمبر ۱۶ کے آخر سے لیکر صفحہ نمبر ۱۹ کے اخیر تک مناظر موصوف نے مناظرہ جھنگ کے عنوان سے ایک شرمناک جھوٹ بول کر {لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ} کا تمغہ حاصل کیا ہے۔

حضرات گرامی! پہلے ہم بریلویوں کے مناظر اعظم شیر پنجاب اچھروی صاحب کے کارنامے سنتے اور پڑھتے تھے، کہ موصوف تحریف اور کذب بیانی میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، لیکن صاحب تقریر دلپذیر کے جھوٹ پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مناظر موصوف کی زیارت سے شیر پنجاب اچھروی صاحب کی زیارت کا شوق بھی کم ہو جاتا

ہوگا۔ مناظرہ جھنگ کیسٹوں میں محفوظ ہے اور وہ کیسٹیں دستیاب ہیں، شائقین حضرات سن کر مناظر موصوف کی دروغ گوئی کا اندازہ فرمائیں۔ مناظرہ جھنگ میں مناظر موصوف سے لفظ موقف بھی صحیح ادا نہیں ہو سکتا تھا، اور علماء دیوبند کی تمام تفسیروں کا انکار کر کے بیان القرآن حضرت تھانویؒ کی تفسیر کو دھوکہ سے تعبیر کیا اور اپنی پیش کردہ آیات کی خود تحریف کرتے رہے...... جب استاذی المکرم مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد جاجروی صاحب مدظلہ العالی نے مطالبہ فرمایا کہ {وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ...... الآیۃ} کی تفسیر نبی کریم ﷺ سے پیش کریں، تو {فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ} کا سا چہرہ لے کر رہ گئے۔

آئینہ دیکھ کر اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو،،، اپنے حسن پہ اتنا غرور تھا

باقی مناظرہ کے عنوان سے جو بناوٹی افسانہ سنایا ہے، اور اس میں جن صدری نکات پر اترا رہے ہیں، ان سب کے جوابات اسی کتاب میں آپ پڑھ لیں گے، اور اسی کتاب سے ہی انشاء اللہ مناظر موصوف کا چہرہ بے نقاب ہو کر سب کے سامنے کھل جائے گا۔

قارئین محترم! اسی کتاب ہی سے اندازہ لگا لیں گے کہ جو رنگ تقریر دلپذیر میں بھرے ہیں، مناظرے میں بھی ایسے ہی قلعے فتح کیے ہوں گے، جس آدمی کو دنیا اور آخرت، زندہ اور مردہ، زمین اور آسمان کا فرق نظر نہیں آتا، وہ محقق ممن اینڈ کمپنی کے نزدیک تو علامہ ہے لیکن ہمارے طالبعلموں کے سامنے وہ بدھو ہے۔

{مناظر موصوف کی تحریف قرآن}

صاحب تقریر دلپذیر نے تقریر دلپذیر کے صفحہ نمبر ۱۹ کے اخیر سے "اہل سنت و الجماعت کے دلائل" کے عنوان سے موٹی سرخی جمائی ہے، اور فرمایا کہ اب ہمارے دلائل سنیے: لیکن افسوس ہے کہ بجائے دلیل بیان کرنے کے کھروڑ پکا شہر کے ایک

جاہل حاجی ابراہیم صاحب کا افسانہ سنایا ہے، جو تقریباً صفحہ ۲۰ کے آخر تک چلا جاتا
ہے، اس افسانہ کے بعد اپنے مخصوص نعرے تحریر فرمائے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ
نعرے ذکر کیے گئے ہیں اور تیسرا نعرہ جو مرکزی نعرہ ہے، بلکہ تمام نعروں کا محور کہا
جائے تو بجا ہوگا یعنی "خلافت راشدہ حق چار یار" ذکر نہیں کیا۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ
عقیدہ حیات النبی ﷺ کا ثبوت قرآن سے" ہم یہ سرخی پڑھ کر بہت خوش ہوئے کہ
حضرت جی نے قرآن پاک کا نام لے لیا ہے، شاید یہ اپنے دعوی پر جس پر انہوں نے وقت
دیا کوئی آیت پیش کریں گے اور مسئلہ حل ہو جائے گا۔ لیکن جب حضرت کے فرمودات
اور استدلال پڑھا، تو انتہائی حیرت ہوئی کہ یہ لوگ اپنے آپ کو شیخ الحدیث، محسن
اسلام، اصلی دیوبندی، اصلی اہل السنت والجماعت کہلواتے ہیں، لیکن قرآن پاک
کی معنوی تحریف میں علماء اہل کتاب سے بھی سبقت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

اب ہم سب سے پہلے مناظر صاحب کے جرأت مندانہ الفاظ ذکر کرتے ہیں
اور بعد میں چند باتیں ذکر کریں گے۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں!

قرآن کریم کی جو آیت میں نے پڑھی ہے:

{وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ
لَا تَشْعُرُونَ۝ البقرۃ: ۱۵۴}

اس سے حیات انبیاءؑ پر علماء کرام نے استدلال کیا ہے، علامہ ابن قیمؒ
نے کتاب الروح میں، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں، اور علامہ جلال
الدین سیوطیؒ نے انباء الاذکیاء میں حیات انبیاءؑ پر اس سے دلیل پکڑی ہے، اللہ تعالیٰ
نے شہداء کے بارے میں حکم دیا ہے، کہ جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جاتے ہیں ان
کو یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ یہ زندہ ہیں، لیکن تم اس زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔
اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کون ہوتا ہے؟ انسان کے اندر دو ہی اجزاء ہیں

روح اور جسم۔ اللہ کے راستے میں جو قتل ہوا وہ روح ہے یا جسم؟ جسم ہے۔ زخم جسم کو
لگتے ہیں، ٹکڑے ٹکڑے جسم ہوتا ہے، جسم پر تلوار چلتی ہے، جسم کو ہی گولی لگتی ہے اور جسم
ہی تہ تیغ ہوتا ہے، لہٰذا اللہ کے راستے میں جو قتل کیے جاتے ہیں وہ اجسام ہیں، اس
سے ثابت ہوا کہ شہداء کے جسم مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ جو اللہ
تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے گئے ہیں وہ زندہ ہیں، یعنی شہداء کے جسموں کو مردہ نہ کہو،
کیونکہ وہ زندہ ہیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ جن کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے زندہ بھی
وہی ہیں، چونکہ شہداء کے دنیا والے جسم، جو قتل ہوئے جن پر فعل قتل وارد ہوا جو مقتول
فی سبیل اللہ ہیں ان کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے، تو معلوم ہوا کہ شہداء کے دنیاوی جسم
ہی زندہ ہیں، تو زندہ کن کو کہا گیا؟ دنیا والے جسموں کو۔

(تقریر دلپذیر ص: ۲۰، ۲۱)

مناظر موصوف کی یہ تقریر صفحہ ۲۰ سے لیکر صفحہ ۲۷ تک چلی گئی ہے، جس کا
لب لباب یہی ہے کہ "قتل چونکہ جسم ہوتا ہے تو زندہ بھی جسم ہی ہوگا"...... اور ان آیات
کا مطلب بھی یہی ہو سکتا ہے کہ شہداء کے اجساد عنصریہ حیات دنیوی حقیقی کے ساتھ
زندہ ہیں۔

حضرات گرامی!

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ مناظر موصوف کو نہ اپنے دعویٰ کا پتہ چلتا ہے نہ
دلیل کا، مبتدی طالبعلم بھی جانتا ہے کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت ضروری ہے، لیکن
یہ شیخ الحدیث ہیں کہ سوال آسمان ہو تو جواب ریسمان، سوال گندم ہو تو جواب میں چنے
ذکر کرتے ہیں، افسوس ہے ایسی جہالت اور بدبختی پر اور تف ہے اس عناد اور انا پرستی
پر جس نے عقل پر پردے ڈال دیئے ہیں، آپ نے صاحب تقریر دلپذیر کا دعویٰ بار
بار پڑھ لیا ہے، چلو ایک بار پھر ملاحظہ فرمالیں اور مناظر صاحب کی دلیل پر غور
فرمائیں۔

{مناظر موصوف کا دعویٰ}

مناظر موصوف کا دعویٰ یہ ہے کہ مرنے کے بعد ارواح ابدان عنصریہ میں بایں طور لوٹائی جاتی ہیں کہ ابدان عنصریہ میں حیات دنیوی حقیقی پیدا ہو جاتی ہے، یا ارواح کا ایسا تعلق ابدان عنصریہ کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے، کہ جس کی وجہ سے ابدان عنصریہ میں حیات دنیوی حقیقی پیدا ہو جاتی ہے۔

{مناظر موصوف صاحب کی دلیل}

نمبر۱: {وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴿﴾ (البقرہ:۱۵۴)}

نمبر۲: {وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴿﴾ (آل عمران:۱۶۹)}

{مناظر موصوف کو کھلا چیلنج}

ہم مناظر موصوف کو کھلا چیلنج کرتے ہیں، کہ اگر ان میں جرأت ہو تو ان آیات مبارکہ کا چودہ سو سال کے تراجم قرآن میں سے صرف اور صرف ایک ترجمہ ایسا دکھا دیں، جس میں آپ کا بیان کردہ پورا دعویٰ موجود ہو تو منہ مانگا انعام وصول فرمائیں۔

؎ پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

حضرات گرامی! مناظر موصوف نے انتہائی دجل کا مظاہرہ کیا ہے، بقول اپنے بزرگوں کے (جن کے حوالہ جات عنقریب آ رہے ہیں، مولانا اللہ یار خان چکڑالوی وغیرہ ایسے محرف کو زندیق کہتے ہیں) قرآن پاک کی معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے اور قیاس ابلیسی کرتے ہوئے کہا ہے کہ چونکہ قتل جسم ہوتا ہے، تو

زندہ بھی جسم ہی ہوتا ہے۔ محقق ٹمن صاحب! آپ ہمت فرمائیں اور اپنے مناظر کے اس قیاس پر اصول تفسیر قرآن کے مطابق صرف ایک صریح ماخذ پیش فرمائیں، اگر نہیں ہو سکتا تو فوری طور پر اللہ کے سامنے ایسی کفریات شائع کرنے سے توبہ کریں اور اپنے بزرگوں کے فتویٰ کے مطابق جو عنقریب آ رہا ہے، تجدید ایمان و نکاح وغیرہ کا اہتمام فرمائیں۔

آپ کے بزرگ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نے یہاں تک فرمایا ہے کہ عقیدے کے باب میں خبر واحد صحیح سے بھی گاڑی نہیں چلتی اور آپ لوگ نصوص صریحہ کے خلاف اپنے قیاس فاسد سے گاڑیاں دوڑائے پھرتے ہیں، اور جگہ جگہ پر ایکسیڈینٹ کر کے لوگوں کے ایمان کو برباد کرتے ہیں۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں محققین ٹمن و مناظرین کبیروڑ پکا، دریں مسئلہ کہ آپ حضرات کے نزدیک دین عقلی ڈھکوسلہ بازی کا نام ہے؟ اگر کوئی آپ جیسا بے ادب، نامعقول ڈھکوسلے باز آپ حضرات سے سوال کر بیٹھے کہ محقق ٹمن اور مناظر کبیروڑ پکا کا خروج ریح سے وضو ٹوٹتا ہے اور آپ دونوں بزرگ بجائے مخرج کے، اعضاء وضو کو دھوتے ہیں، اب ریح تو نکلی ہے دبر سے اور آپ لوگ منہ اور اعضاء وضو وغیرہ کو دھوتے ہیں اور مخرج کو تو کبھی دھویا ہی نہیں، آپ کے قیاس کے مطابق جہاں سے ریح نکلی یعنی جو خروج ریح کا محل ہے، دھونا بھی اسی کو چاہیے، کیونکہ اعضاء وضو کا تو قصور ہی نہیں، تو اس مسئلہ میں جناب کا کیا فتویٰ ہوگا......؟ بینوا و توجروا

حضرات گرامی!

اب ہم آپ کے سامنے محقق ٹمن اور مناظر کبیروڑ پکا کے بزرگوں سے قرآن پاک کی تفسیر کا اصول ذکر کرتے ہیں، اور اس کے بعد ان دو آیات مبارکہ کا مفہوم عرض کریں گے۔

{قرآن پاک کی تفسیر کا اصول، فریق مخالف کے اکابر سے}

ماخذ نمبر۱: حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:

قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر جب سند صحیح جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو تو اس کے مقابلہ میں اگر کوئی بڑے سے بڑا مفسر بھی کچھ کہے، تو اس کی بات مردود ہوگی، اور جناب رسول اللہ ﷺ کی تفسیر ہی قابل اخذ ہوگی۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک ص:۲۶)

ماخذ نمبر۲: مناظر موصوف کے ایک خصوصی باباجی،

مولانا اللہ یار خان چکڑالوی فرماتے ہیں:

اصول دین یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کرے، ان الفاظ کی تفسیر جو صحابہؓ نے نبی کریم ﷺ سے سیکھ کر بیان کی سند تسلیم کرے، اور اس کی تفسیر اور عملی تعبیر جو صحابہؓ نے سکھائی اور امت کا اس پر اجماع ہوا ہے سند تسلیم کرے تو وہ مسلمان ہے، اور اگر قرآن کے الفاظ کو من جانب اللہ ہونے کا اعتراف تو کرے مگر ان الفاظ کی تفسیر اپنی من پسند کرے اور وہ بھی ایسی ہو جو نہ تو نبی کریم ﷺ نے کی، نہ صحابہؓ نے کی، نہ اس پر اجماع امت ہوا، بلکہ تینوں کے مخالف ہو تو یہ عمل زندقہ ہے اور ایسا کرنے والا زندیق ہے۔

(حیات النبی ﷺ مذاہب اربعہ اہلسنت وجماعت کی نظر میں ص:۷)

نیز فرماتے ہیں:

اسی طرح اس کتاب (قرآن) کی مستند علمی تفسیر وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے خود فرمائی، قرآنی الفاظ کی جو تفسیر اس نبوی تفسیر سے ذرا بھی مختلف ہوگی، وہ تفسیر نہیں تحریف ہے، لہٰذا مردود ہے۔ (حیات النبی ص:۴)

نیز فرماتے ہیں:

یہ سمجھنا کہ قرآن یہی ہے جو میں سمجھ رہا ہوں، یہ دراصل قرآن پر ایمان نہیں

بلکہ اپنی سمجھ پر ایمان ہے، اور یہ رسول ﷺ پر ایمان نہیں بلکہ اپنے آپ کو رسالت کے مقام پر کھڑا کرنے کے مترادف ہے، اور نبی کریم ﷺ کے تیار کردہ معاشرہ صحابہ کرامؓ کی راہ سے الگ اپنی ایک راہ متعین کر لینا، دراصل نبی کریم ﷺ کی

(حیات النبی ص:۷)

تربیت پر عدم اعتماد کا ثبوت ہے۔

{خلاصہ عبارات}

عبارات مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

نمبر۱۔ اگر کسی آیت کی تفسیر نبی پاک ﷺ سے ثابت ہو تو وہی تفسیر معتبر ہوگی۔

نمبر۲۔ تفسیر رسول کے مقابلہ میں بڑے سے بڑے مفسر کی بات بھی مردود ہوگی۔

نمبر۳۔ مسلمان وہ ہے جو الفاظ قرآنی کی تفسیر جو صحابہؓ نے نبی کریم ﷺ سے سیکھ کر بیان کی ہے اسے سند تسلیم کرے۔

نمبر۴۔ جو آدمی تفسیر نبوی ﷺ و تفسیر صحابہؓ کے خلاف قرآن پاک کی تفسیر کرے زندیق ہے۔

نمبر۵۔ جو تفسیر تفسیر نبوی ﷺ کے خلاف ہوگی، وہ تحریف قرآن اور مردود ہوگی۔

نمبر۶۔ جو آدمی اپنی مرضی سے تفسیر کرے، وہ جھوٹا مدعی رسالت ہے۔

محقق ثمن صاحب! عبارات مذکورہ کو بار بار پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش فرمائیں، آپ کے بزرگوں نے آپ کو کیسے بہترین اصول بتائے ہیں، کاش کہ ان کو آپ قابل عمل سمجھتے تو تحریف قرآن اور تکذیب رسول ﷺ سے بچ جاتے۔

چیلنج

ہم مناظر موصوف اینڈ کمپنی کو کھلا چیلنج کرتے ہیں، کہ اپنے بزرگوں کے بیان کردہ اصول تفسیر کے مطابق اپنے اس عقلی ڈھکوسلے کہ "وقتل جسم ہوتا ہے تو زندہ بھی جسم ہی ہوتا ہے" پر صرف اور صرف ایک حدیث صحیح پیش فرمائیں، اور اگر پیش نہ کر سکیں، تو ایک لاکھ سے زائد اصحاب رسول ﷺ میں سے صرف ایک صحابی کا قول صریح، اگر

یہ بھی نہ ہو سکے تو تابعین میں سے صرف ایک تابعی کا قول صریح، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اقرار کے ساتھ ائمہ تفسیر متقدمین میں سے صرف ایک امام کا قول صریح پیش فرما دیں، اور اگر نہ کر سکیں اور یقیناً پیش نہیں کر سکتے تو مناظر موصوف اور محقق ممن اپنے بزرگوں کے فتویٰ کے مطابق زندیق ہیں، لہٰذا بزم شیخ الھند والوں سے گزارش ہے کہ ان حضرات کے تجدید ایمان کا انتظام فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

{مناظر موصوف سے ایک سوال}

ہم مناظر محترم سے عرض گزار ہیں کہ آپ کی منطق کے مطابق قتل جسم ہوتا ہے تو زندہ بھی جسم ہی ہوتا ہے، اگر آپ جیسا کوئی سر پھرا منطقی یہ سوال کر دے کہ شہداء کرام قتل تو عالم دنیا میں ہوتے ہیں، تو چونکہ قتل عالم دنیا میں ہوتے ہیں تو زندہ بھی عالم دنیا میں ہی ہوتے ہوں گے، عالم قبر میں جب قتل ہی نہیں ہوئے تو عالم قبر میں زندہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ جس عالم میں قتل ہوئے ہیں زندہ بھی تو اسی عالم میں ہوں گے تو آپ کا کیا ارشاد ہو گا' بلا جھجک بیان فرمائیں۔

مناظر موصوف نے درج ذیل دو آیات پڑھی ہیں:

لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ البقرہ: ۱۵۴

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (آل عمران: ۲۹)

اب ہم ان آیات مبارکہ کا ترجمہ اور اصول اہل السنت والجماعت کے مطابق تفسیر عرض کرتے ہیں، تاکہ حیات شہداء کی حقیقت واضح ہو جائے اور مناظر موصوف کا دجل تلبیس اور تحریف نمایاں ہو جائے۔

{آیات مبارکہ کی تفسیر اور حیات شہداء کی حقیقت}

{لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ البقرہ: ۱۵۴}

ترجمہ: اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں، بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں...... (ترجمہ شیخ الہند)

{وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (آل عمران: ۲۹)}

ترجمہ: اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں، مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے۔ (ترجمہ از شیخ الہند")

حضرات گرامی! ان آیات مبارکہ میں حیات شہداء کو بیان فرمایا گیا ہے، دونوں آیات مبارکہ مناظر صاحب کے دعویٰ حیات دنیویہ، حقیقیہ، حسیہ کی صریح تردید فرما رہی ہیں (اسی وجہ سے مناظر صاحب نے اپنی طرف سے مفہوم میں گڑبڑ کرنے اور تحریف کرنے کی مذموم سازش فرمائی ہے) پہلی آیت میں فرمایا کہ "جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہو جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن زندگی ایسی ہے جو تمہارے شعور سے بالاتر ہے" تو معلوم ہوا کہ وہ دنیوی زندگی نہیں ہے، کیونکہ دنیوی زندگی شعور سے بالاتر نہیں ہوتی۔

دوسری آیت میں فرمایا "جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے جائیں، ان کو مردہ گمان نہ کرو، وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں" تو اس آیت میں بھی اشارہ فرما دیا کہ ان کی حیات خاص قسم کی ہے، جو انسان کے ادراک وشعور سے بالاتر ہے، تو معلوم ہوا کہ وہ حیات دنیوی، حقیقی اور حسی نہیں ہے، اب رہ گئی یہ بات کہ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے ہاں) کا کیا مطلب ہے؟ تو قرآن پاک نے ایک اور مقام پر اس کی خود تشریح فرما دی ہے، سورہ یٰسین میں ایک شہید فی سبیل اللہ کا واقعہ

بیان فرمایا، کہ انبیاءؑ کی تابعداری میں جب اس نے اللہ کی توحید خالص کا اعلان کیا تو ظالموں نے اسے شہید کر دیا' حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ان ظالموں نے اس کی لاش کو پاؤں تلے اتنا روندا کہ اس کی آنتیں بھی پیٹ سے باہر نکل آئیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَالَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ۝ (یٰسین: ۲۷،۲۶)}

ترجمہ: حکم ہوا چلا جا بہشت میں، بولا کسی طرح میری قوم معلوم کر لیں کہ بخش مجھ کو میرے رب نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس آیت مبارکہ نے صراحۃً وضاحت فرما دی کہ اس مقام پر عِنْدَ رَبِّهِمْ سے مراد جنت میں زندہ ہونا ہے، اس آیت مبارکہ نے بھی مناظر موصوف کے دعوی کی دھجیاں بکھیر دیں اور تصریح فرما دی کہ شہداء کی حیات برزخی، روحانی جنت والی حیات ہے نہ کہ دنیوی، حقیقی اور حسی جیسا کہ مناظر موصوف کا دعویٰ ہے۔ اب ہم اسی آیت کی تفسیر بطور تائید اکابرین امت سے پیش کرتے ہیں، تا کہ قارئین کو پتہ چل جائے کہ مناظر موصوف اینڈ کمپنی جس طرح قرآن وسنت سے منحرف ہے، اسی طرح اپنے اکابرین کی بھی باغی ہے۔

{فہم سلف نمبر ۱}

آیت کی تفسیر میں علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں:

قوم نے اس کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر ڈالا، ادھر شہادت واقع ہوئی ادھر سے حکم ملا کہ فوراً بہشت میں داخل ہو جا، جیسا کہ ارواح شہداء کی نسبت احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبل از محشر جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ (تفسیر عثمانی ص: ۵۸۹)

علامہ عثمانیؒ نے وضاحت فرما دی کہ وہ شہید فوراً جنت میں داخل ہو گیا، جیسا کہ دوسرے شہداء کی ارواح کا جنت میں ہونا احادیث سے ثابت ہے (حالانکہ اس کا بدن

عنصری مشرکین کے قدموں کے نیچے روندا جا رہا تھا)۔

{فہم سلف نمبر ۲}

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

اس کو پتھروں سے یا آگ میں ڈال کر یا گلا گھونٹ کر (کما فی الدر المنثور) شہید کر ڈالا، بمجرد شہادت اس کو خدا کی طرف سے ارشاد ہوا کہ جا جنت میں داخل ہو (اس وقت بھی اسے قوم کی فکر ہوئی) (بیان القرآن ج: ۳ ص: ۲۳۳)

{فہم سلف نمبر ۳}

حضرت قتادہ تابعیؒ فرماتے ہیں:

{قال قتادة ادخله الله الجنة وهو فيها حي يرزق اراد قوله تعالىٰ {وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝} (تفسیر قرطبی ص: ۲۰ ج: ۱۵، تفسیر بحر محیط ج: ۷ ص: ۳۲۹)

ترجمہ: حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا، وہ اب جنت میں زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے، (حیات اور رزق) سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے {لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ... الآيَة}

{فہم سلف نمبر ۴}

امام نسفی حنفیؒ صاحب مدارک فرماتے ہیں:

{قيل ادخل الجنّة قلت يستفاد منه ان ذالك بعد ما استشهد دخل روحه في الجنّة وجسده مقبور في انطاكيه}

(اکلیل ج: ۶ ص: ۷)

ترجمہ: کہا گیا جنت میں داخل ہو جا، میں کہتا ہوں اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اس کے شہید ہو جانے کے بعد اس کی روح جنت میں گئی اور اس کا جسم انطاکیہ

میں مدفون ہے۔

آیت بالا کا یہی مضمون تقریباً تمام تفسیروں میں موجود ہے، اختصاراً اہم چند تفسیروں کے حوالے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر سے متعلق مزید پیش کیے دیتے ہیں۔

نمبر ۵۔ تفسیر معارف القرآن ادریسی ص ۱۳۱ ج ۵

نمبر ۶۔ ترجمہ حضرت احمد علیؒ لاہوری حاشیہ آیت مذکورہ

نمبر ۷۔ تفسیر معالم العرفان صوفی عبد الحمید سواتیؒ جلد ۱۵ صفحہ ۲۳۰

نمبر ۸۔ تفسیر انوار البیان مولانا عاشق الٰہی بلند شہری صاحبؒ ج ۳، ص: ۵۶۸

نمبر ۹۔ تفسیر ابن کثیرؒ ج ۳ ص ۵۶۸ نمبر ۱۰۔ تفسیر روح المعانی تحت آیت مذکورہ

نمبر ۱۱۔ تفسیر کشاف صفحہ ۱۱ جلد ۳ نمبر ۱۲۔ تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۶۳

نمبر ۱۳۔ تفسیر مظہری تحت آیت مذکورہ نمبر ۱۴۔ تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۶۹

نمبر ۱۵۔ تفسیر ابو سعودؒ تحت الآیۃ نمبر ۱۶۔ تفسیر صاوی صفحہ ۲۶۷

نمبر ۱۷۔ تفسیر ابن جریرؒ تحت آیت مذکورہ جلد ۲۲، صفحہ ۱۰۴

نمبر ۱۸۔ تفسیر صفوۃ التفاسیر تحت آیت مذکورہ

نمبر ۱۹۔ تفسیر ماجدی صفحہ ۸۸۵ نمبر ۲۰۔ تفسیر حقانی تحت آیت مذکورہ

نمبر ۲۱۔ تفسیر مواہب الرحمٰن تحت آیت مذکورہ

نمبر ۲۲۔ تفسیر معالم التنزیل تحت آیت مذکورہ نمبر

نمبر ۲۳۔ تفسیر کمالین تحت آیہ

باقی حوالہ جات دونوں آیتوں کی تفسیر کے ضمن میں بیان ہوں گے۔

حضرات گرامی! ہم نے ان تمام تفاسیر سے اکابرین امت کی تائیدات ذکر کر دی ہیں کہ {قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ...الآية} تفسیر القرآن بالقرآن کے تحت {بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ} اور {وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ} کی تفسیر ہے، مطلب یہ ہے کہ شہداء کی حیات برزخی، روحانی جنت والی ہے بایں طور کہ ارواح شہداء کو جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے اور جنت کی نعمتوں میں ارواح شہداء سیر کرتی ہیں اور وہاں ہی ان کو رزق

دیا جاتا ہے، ارواح شہداء کو ابدان عنصری میں ہرگز نہیں لوٹایا جاتا۔

{آیات مبارکہ کی تفسیر احادیث مبارکہ سے}

حضرات گرامی! ہم نے دونوں آیتوں کی تفسیر خود قرآن پاک ہی سے پیش کر دی ہے اب آپ کے سامنے شارح قرآن اور مفسر اول حضرت نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے پیش کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱: {عن مسروق قال سألنا عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ عن هذه الآية "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ" قال اما انا قد سألنا عن ذلك فقال: ارواحهم في جوف طير خضر لها قناديل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حيث شاءت ثم تأوي الى تلك القناديل فاطلع اليهم ربهم اطلاعة فقال هل تشتهون شيأ قالوا: اي شئ نشتهي ونحن نسرح من الجنة حيث شئنا ففعل ذلك بهم ثلث مرات فلما رأوا انهم لن يتركوا من ان يسألوا قالوا: يارب نريد ان ترد ارواحنا في اجسادنا حتى نقتل في سبيلك مرة اخرى فلما رأى ان ليس لهم حاجة تركوا}

(مشکوۃ شریف صفحہ ۳۳۰، مسلم شریف صفحہ ۱۳۵، تفسیر ابن جریر صفحہ ۱۷۱، جامع ترمذی صفحہ ۱۳۰ جلد ۲، سنن ابن ماجہ صفحہ ۲۰۱، تفسیر مظہری صفحہ ۲۲۳ جلد ۱۰، تفسیر ابن کثیر صفحہ ۴۲۶ جلد ۱، احکام القرآن للجصاص صفحہ ۳۳۲ جلد ۲، تفسیر خازن صفحہ ۹۰ جلد ۱۰، مسند حمیدی صفحہ ۶۶ جلد ۱، الدر المنثور صفحہ ۹۶ جلد ۲، روح المعانی صفحہ ۱۶۰ جلد ۱۵)

ترجمہ: حضرت مسروق (تابعیؒ) کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی {وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ} جو لوگ خدا کی راہ جہاد میں

مارے گئے ہیں اُن کو تم مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اور اُن کو رزق دیا جاتا ہے...... الخ، تو انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول کریم ﷺ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ (ان شہداء) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں، ان کے (رہنے) کیلئے عرشِ الٰہی کے نیچے (بمنزلہ گھونسلوں) کے قندیلیں لٹکائی گئی ہیں، وہ (روحیں) بہشت میں سے جہاں سے ان کا جی چاہتا ہے میوے کھاتی ہیں، پھر ان قندیلوں میں جا کر بسیرا کرتی ہیں، تب پروردگار ان (شہداء) کی طرف جھانکتا ہے، فرماتا ہے کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم کس چیز کی خواہش کریں، درآنحالیکہ ہم بہشت میں سے جہاں سے ہمارا جی چاہتا ہے میوے کھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تین مرتبہ یہی معاملہ کرتا ہے (یعنی تین بار ان سے یہی سوال کرتا ہے) اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں پوچھے جانے والے سے چھوڑا نہیں جائے گا (یعنی جب وہ یہ جانتے ہیں کہ پروردگار کی مراد یہ ہے کہ ہم کسی خواہش کا اظہار کریں) تو وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری بس یہی خواہش ہے کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس کردے (اور ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے) تاکہ ہم ایک بار اور تیری راہ میں مارے جائیں) جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ ان کی کوئی (متعین) خواہش وحاجت نہیں ہے (کیونکہ انہوں نے جس خواہش کا اظہار کیا ہے اس کو پورا کرنا اللہ کے ارادہ اور مصلحت کے خلاف ہے، دوسرے یہ کہ ان کو پہلی ہی بار میں جو عظیم ثواب اور عظیم اجر ملا ہے اور اسی وجہ سے ان کی کوئی حاجت وخواہش نہیں ہے، اگر وہ دوبارہ دنیا میں بھیج دیے جائیں تو وہ اجر وانعام انہیں دوبارہ بھی ملے گا اور اس کی انہیں حاجت ہی نہیں ہے، کیونکہ شہید کا اجر وثواب ایک ہی ہے جو انہیں حاصل ہے) تو ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ان سے پوچھنا چھوڑ دیتا ہے)۔

(از مظاہر حق ص: ۷۰۲ جلد ۳)

حدیث نمبر ۲: {عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال

لاصحابه انه لما اصیب اخوانکم یوم احد جعل الله ارواحهم فی جوف طیر خضر ترد انهار الجنة تاکل من ثمارها وتاوی الی قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش فلما وجدوا طیب ماکلهم ومشربهم ومقیلهم قالوا من یبلغ اخواننا عنا انا احیاء فی الجنة لئلا یزهدوا فی الجنة ولا ینکلوا عند الحرب فقال الله تعالیٰ انا ابلغهم عنکم فانزل الله تعالیٰ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ}

(مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۵، ابوداؤد صفحہ ۳۴۱، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۶۶، مستدرک حاکم جلد ۲۔ صفحہ ۸۸، احکام القرآن للجصاص جلد ۲، صفحہ ۳۳۲، تفسیر ابن کثیر صفحہ ۴۲۷ جلد ۱، تفسیر خازن صفحہ ۹۰ جلد ۱۰...... وغیرھا)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا جب تمہارے بھائی غزوہ اُحد میں شہید کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں جنت منتقل کر دیا، چنانچہ وہ روحیں (ان پرندوں کے قالب) جنت کی نہروں پر آتی ہیں، وہاں کے میوے کھاتی ہیں اور پھر ان سونے کی قندیلوں میں جا کر بسیرا کرتی ہیں جو عرش کے سایہ میں لٹکی ہوئی ہیں، تو جب ان روحوں نے اپنے کھانے پینے اور اپنے بسیرے کی لطف اندوزی کو پایا تو کہنے لگیں کہ کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور حق تعالیٰ کی ایسی ایسی عظیم نعمتوں سے لطف اندوز ہیں تاکہ وہ جنت کو حاصل کرنے میں بے رغبتی وکوتاہی نہ کریں بلکہ جنت کے ان درجات کو حاصل کرنے میں راغب ہوں اور لڑائی کے وقت سستی نہ کریں، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا: گھبراؤ نہیں تمہاری طرف سے میں ان کو پیغام پہنچاؤں گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

{وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ}

(مظاہر حق ج: ۳ ص: ۷۲۳)

{تفسیر نبوی ﷺ سے ثابت شدہ چند اہم امور}

تفسیر نبوی ﷺ سے درج ذیل امور نمایاں ہوتے ہیں:

نمبر ۱۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے خصوصی طور پر اس آیت کا مفہوم حضرت نبی پاک ﷺ سے پوچھا (اگر اس آیت سے مراد حیات دنیوی، حقیقی ہوتی یا عقلی ڈھکوسلوں سے کام چلانا جائز ہوتا، جس طرح مناظر موصوف اینڈ کمپنی کی عادت ہے، تو اہل لسان کو پوچھنے کی ضرورت نہ پڑتی)۔

نمبر ۲۔ نبی پاک ﷺ نے اس آیت {أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ} کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ ان شہداء کی ارواح مبارکہ جنت میں چلتی پھرتی ہیں اور رزق کھاتی ہیں، اگر اس آیت کا مطلب یہ ہوتا کہ قتل چونکہ جسم ہوتا ہے لہٰذا زندہ بھی جسم ہوگا، تو نبی پاک ﷺ ان آیات کی تفسیر اور حیات شہداء کی تفصیل بتاتے وقت اس کو ضرور بیان فرماتے، کیونکہ آپ کی شان معلم الکتاب ہے، لیکن آپ نے ان آیات کی تفسیر اور حیات شہداء کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارواح مبارکہ کا جنت میں چلنا پھرنا سیر کرنا اور کھانے پینے سے لطف اندوز ہونا بیان فرمایا ہے، اور اس بات کی طرف کہ ''قتل جسم ہوتے ہیں تو زندہ بھی جسم ہوں گے (جیسا کہ مناظر موصوف کا قیاس مردود ہے)'' اشارہ تک نہیں فرمایا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ مناظر موصوف کا بیان کردہ ان آیات کا مطلب، صریح تحریف قرآن اور بقول مولانا اللہ یار خان عملی زندقہ ہے۔

نمبر ۳۔ ارواح شہداء باوجود تمنا کرنے کے اجساد عنصریہ میں واپس نہیں کی جاتیں (معلوم ہوا کہ یہ اعادہ روح والا عقیدہ، جس طرح قرآن کے خلاف ہے، اسی طرح حدیث نبوی ﷺ کے بھی خلاف ہے)۔

نمبر ۴۔ شہید خود کہتے ہیں کہ {انا احیاء فی الجنۃ} کہ بیشک ہم جنت میں زندہ ہیں۔ (معلوم ہوا کہ ضمیر سے مراد صرف روح بھی ہو سکتا ہے اور روح میں شعور وادراک اور نطق موجود ہوتا ہے)

نمبر ۵۔ قرآن وسنت بھی کہتے ہیں کہ شہید جنت میں زندہ ہے، اور شہید خود بھی کہتے ہیں، ہم جنت میں زندہ ہیں، لیکن محرفین نہ مانیں تو کیا کیا جائے؟

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں محققین ممن ومناظرین کہروڑپکا دریں مسئلہ کہ حضرت نبی پاک ﷺ نے ان آیات لَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝ کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ارواح شہداء جنت میں چلتی پھرتی، کھاتی اور سیر کرتی ہیں اور یہی معنی ہے حیات شہداء کا، آپ ﷺ نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اور حیات شہداء کی وضاحت کرتے ہوئے نہ تو تعلق کا تذکرہ فرمایا اور نہ یہ فرمایا کہ چونکہ قتل جسم ہوتے ہیں لہٰذا زندہ بھی جسم ہی ہوں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک ان آیات کا مطلب ہی یہ ہے کہ جب قتل جسم ہوتے ہیں تو زندہ بھی جسم ہی ہیں، تو کیا آپ نے قرآن زیادہ سمجھا ہے یا امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن زیادہ سمجھا تھا؟ اگر آپ یہ کہیں کہ ہم نے قرآن حضرت نبی کریم ﷺ سے زیادہ سمجھا ہے (معاذ اللہ) تو آپ حضرات کا تعلق قادیانیوں سے جڑتا ہے اور اگر حضرت نبی پاک ﷺ نے قرآن زیادہ سمجھا ہے اور یقیناً آپ ﷺ نے ہی قرآن سب سے زیادہ سمجھا ہے کیونکہ آپ ﷺ قرآن کے مفسر وشارح اول ہیں، اور آپ ﷺ نے قرآن پاک تعلیم الٰہی سے سمجھا اور بیان فرمایا ہے اور آپ ﷺ کی بیان کردہ تفسیر یقیناً صحیح اور مراد الٰہی ہے اور آپ لوگوں کو آپ ﷺ کی تفسیر پر اعتماد نہیں...... تو آپ لوگوں کا تعلق خالص پرویزیوں سے ہے۔

کیونکہ احادیث صحیحہ کو چھوڑ کر عقلی ڈھکوسلہ بازی پر ایمان لانا پرویزیوں کی شان ہے۔ تو آپ حضرات سے التماس ہے یا تو تفسیر رسول ﷺ پر ایمان لا کر تحریفات، تلبیسات اور ڈھکوسلہ بازی سے توبہ کر کے خالص مسلمان بنیں یا پھر تقیہ

چھوڑ کر اہل اسلام پر اپنی حقیقت واضح فرمائیں کہ آپ کا حکم قادیوں والا ہے یا پرویزیوں والا؟

بینوا وتوجروا

﴿سوال﴾

محقق لسن صاحب سے عرض ہے کہ آپ کے نزدیک شہید صرف جسم ہوتا ہے اور آپ کی منطق یہ سبق دیتی ہے کہ فعل قتل جسم پر واقع ہوا ہے تو چونکہ، چنانچہ، گویا، اگر مگر، اگرچہ وغیرہ ـــــ تو اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں وارد ہے کہ شہید کہتے ہیں ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس کیا جائے، اب آپ حضرات اپنی منطق کے بل بوتے پر فرمائیں کہ یہاں شہید کون ہیں جو اپنی ارواح کے اپنے اجساد کی طرف لوٹانے کی تمنا کر رہے ہیں؟ آپ کی منطق کے مطابق تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شہید روح ہے نہ ہی جسم ہے، اب اپنی منطق اور اجتہاد کے بل بوتے پر اس اشکال کو حل کر دکھائیں؟

بینوا وتوجروا

حدیث نمبر ۳۔ حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

{ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الشهداء فی طیر خضر ترعی فی ریاض الجنة ثم یکون ماوها الی قنادیل معلقة بالعرش فیقول الرب هل تعلمون کرامة اکرم من کرامة اکرمکموها فیقولون لا الا انا وددنا انک اعدت ارواحنا فی اجسادنا حتی نقاتل فنقتل مرة اخری فی سبیلک}

(الدر المنثور ص:۹۶ ج:۲)

مطلب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کی صورت میں جنت کے باغوں میں چرتی ہیں اور پھر عرش سے آویزاں قندیلوں میں آرام کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو عزت میں نے تم کو عطا کی ہے کیا اس سے

زیادہ عزت وتکریم تمہارے علم میں ہے، وہ کہتے ہیں نہیں البتہ ہماری تمنا ہے کہ آپ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیں یہاں تک کہ ہم جہاد کریں اور ایک بار پھر تیری راہ میں شہید ہوں (کیوں جناب محقق لمن صاحب! آپ کے مناظر صاحب تو کہتے ہیں کہ شہید صرف جسم ہوتا ہے اور یہ حدیثیں بتا رہی ہیں کہ ارواح شہداء دوبارہ شہید ہونے کی تمنا کرتی ہیں، جناب کا اس بارے میں کیا ارشاد ہوگا؟)

حدیث نمبر ۴: حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں:

{ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان ارواح الشهداء فی طیر خضر تعلق من ثمرة الجنة او شجر الجنة}

(مسند احمد ص:۳۸۶ جلد ۲، نسائی ص:۲۹۲ جلد:۱)

مطلب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں جنت کے میوے کھاتی ہیں، اس حدیث میں صراحت ہے کہ شہداء کی روحیں جنت کے پھل کھاتی ہیں اور سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔

حدیث نمبر ۵: حضرت جابر بن عبداللہؓ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحهم فی حواصل طیور خضر تحت العرش ترد انهار الجنة وتاکل من ثمارها وتاوی الی قنادیل معلقة تحت العرش۔

(احکام القرآن للجصاص ص:۳۳۲ ج:۲)

مطلب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بھائی احد میں شہید کر دیئے گئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں داخل کر دیا، جو جنت کی نہروں سے سیراب ہوتے ہیں اور اس کے پھل کھاتے، اور عرش کے نیچے آویزاں قندیلوں میں آرام کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۶: {عن انس ان الربیع بنت البراء وهی ام حارثة

بن سراقة اتت النبی ﷺ فقالت یارسول اللہ الا تحدثنی عن حارثة وکان قتل یوم بدر اصابه سهم غرب فان کان فی الجنة صبرت وان کان غیر ذلک اجتهدت علیه فی البکاء فقال یا ام حارثة انها جنان فی الجنة وان ابنک اصاب الفردوس الاعلیٰ رواه البخاری}

(مشکوٰۃ ص:۳۳۱)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ (میری پھوپھی) حضرت ربیع بنت براء حضرت حارثہ بن سراقہ کی ماں ہیں (ایک دن) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ (یا نبی اللہ) کیا آپ مجھ سے میرے بیٹے حارثہؓ کا حال بیان نہیں کریں گے، اور حارثہؓ بدر کے دن (یعنی جنگ بدر میں) شہید ہوگئے، ان کو ایسا تیر لگا تھا کہ جس کا چلانے والا معلوم نہ ہوا کہ کون تھا، اگر وہ جنت میں ہو تو میں صبر کروں اور اگر وہ کسی اور جگہ ہو تو میں رونے کی کوشش کروں (یعنی خوب روؤں جیسا کہ عورتوں کی عادت ہے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا حارثہ کی ماں! حقیقت یہ ہے کہ جنت میں بہت سے باغ ہیں اور تمہارا بیٹا فردوس اعلیٰ میں پہنچا ہوا ہے (جو جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے)

(مظاہر حق جلد:۳ ص:۷۰۵)

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں محققین ممن ومناظرین کبروڑپکا کہ اس حدیث میں لفظ "ابن" کا اطلاق روح پر کیا گیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ تیرا بیٹا جنت الفردوس میں پہنچ گیا ہے تو اب فرمایئے! آپ کی منطق کے مطابق بیٹا روح ہوتا ہے یا جسم، اگر جسم ہوتا ہے تو حدیث مذکورہ کا آپ کے نزدیک کیا حل ہوگا؟ نیز ام حارثہؓ نے اپنے بیٹے حارثہ کے بارے میں عرض کی، کہ قتل ہوگیا بدر میں اور نبی ﷺ نے فرمایا تیرا بیٹا جو قتل ہوگیا تھا جنت الفردوس میں پہنچ گیا ہے، تو آپ کی منطق کے مطابق قتل تو جسم ہوتا ہے لہذا ——— حالانکہ اس حدیث میں قتل کا اطلاق ابن پر اور ابن کا اطلاق روح پر

ہے، تو اس حدیث کا آپ کے مذہب نامعقول میں کیا حل ہوگا؟

بینوا وتوجروا

حدیث نمبر ۷: {عن جابر قال قال رجل للنبی ﷺ یوم احد أرأیت ان قتلت فاین انا قال فی الجنة فالقی تمرات فی یده ثم قاتل حتیٰ قتل... متفق علیه}

(مشکوٰۃ شریف ص:۳۳۲)

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کی احد والے دن، بتایئے! اگر میں قتل ہوگیا تو میں کہاں ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں، پس اس نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں، پھر لڑائی کی یہاں تک کہ قتل ہوگیا، بخاری ومسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۸: {قال عمر للنبی ﷺ الیس قتلانا فی الجنة وقتلاهم فی النار قال بلیٰ}

(بخاری شریف ص:۳۹۵ جلد ۱)

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے نبی پاک ﷺ سے عرض کی، کہ کیا ہمارے مقتول جنت میں نہیں ہیں اور ان کے مقتول جہنم میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں (یعنی ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور مشرکین کے مقتول جہنم میں ہیں)

حدیث نمبر ۹: {عن الامام احمد عن الامام الشافعی عن الامام المالک بن انس عن الزهری عن عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک عن ابیه عن رسول اللہ ﷺ قال: انما نسمة المؤمن طائر یعلق فی شجر الجنة حتیٰ یرجعه اللہ الی جسده یوم یبعثه} (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۴۲۹)

ترجمہ: امام احمدؒ امام شافعیؒ سے، امام شافعیؒ امام مالکؒ سے، امام مالکؒ امام زہریؒ سے، امام زہریؒ امام عبد الرحمن بن کعب بن مالکؒ سے، اور وہ اپنے باپ سے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: مومن کی روح (بعد از موت) ایک پرندہ کی شکل میں ہوتی ہے، جو جنت کے درختوں کے پھل کھاتی رہتی ہے، یہاں تک کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس روح کو اس کے جسم

عنصری کی طرف اللہ تعالیٰ واپس لوٹا دے گا۔

فائدہ: اس حدیث کے راوی تین امام ہیں، اور حدیث میں صراحت ہے کہ روح بدن عنصری میں قیامت کے دن لوٹ کے آئے گی، تو معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاثہ (امام احمدؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ) جو روایت کر رہے ہیں، ان کا نظریہ بھی یہی ہے کہ روح قیامت سے پہلے بدن عنصری میں واپس نہیں آتی، نیز اعادہ روح کا عقیدہ قرآن، سنت، اقوال صحابہ وتابعین کے جس طرح خلاف ہے، اسی طرح ائمہ حقہ کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔

حدیث نمبر ۱۰: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے باپ کی شہادت پر مجھے غمگین دیکھ کر) فرمایا: کیا میں تجھے اس بات کی بشارت نہ دوں، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ تیرے باپ کے ساتھ پیش آئے؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ: ضرور دیجیے، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی سے ہرگز کلام نہیں فرمایا مگر پس پردہ، {واحی اباک فکلمه کفاحا وقال یا عبدی تمنی علی اعطیک قال، رب تحیینی فاقتل فیک ثانية قال الرّب تبارک وتعالی انه قدسبق منی انهم لایرجعون قال، وانزلت هذه الآية "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا... الآية}

(ترمذی شریف جلد ۲، ابواب التفسیر سورۃ ال عمران)

ترجمہ: اور تیرے باپ کو زندہ کیا پس اس سے بالمشافہ بات کی۔ فرمایا: اے میرے بندے: تو مجھ سے کوئی تمنا کر میں تجھے دوں گا (تیرے باپ نے فرمان الٰہی کے جواب میں) عرض کیا: اے میرے رب، تو مجھے زندہ کر، تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میری طرف سے یہ پہلے فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ دوبارہ واپس نہیں آئیں گے، اور یہ آیت نازل ہوئی {وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا... الآية}

اس حدیث کی شرح میں فریق ثانی کے بزرگ سید نورالحسن شاہ صاحب

فرماتے ہیں:

ارشاد نبوی میں اس بات کی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جابرؓ کے شہید باپ کو زندہ کر دیا {واحی اباک} اس کے باوجود وہ تمنا کرتے ہیں کہ یارب تحیینی اے رب: مجھے زندہ فرمایئے، تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں، صاف ظاہر ہے کہ وہ حیات جو اللہ تعالیٰ نے حضرت جابرؓ کے شہید باپ کو دی وہ روحانی حیات ہے جنتی، اور حضرت عبداللہؓ جو حیات طلب کر رہے ہیں وہ دنیوی حیات ہے جسمانی، یعنی میرے روح کو میرے جسم عنصری میں واپس بھیج کر، مجھے جسمانی طور پر زندہ کر دے تاکہ میں دنیا میں جا کر دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں، متعدد احادیث صحیحہ میں حضرات شہداءؓ اس جسمانی دنیوی حیات کی استدعا کرتے ہیں کہ روح جسد عنصری میں واپس کی جائے مگر یہ منظور نہیں کی جاتی، کیونکہ اللہ رب العزت فیصلہ فرما چکے ہیں کہ موت کے بعد دوبارہ دنیا میں کوئی لوٹ کر نہیں آئے گا۔

(حیات الاموات صفحہ ۸۳، ۸۴)

الفضل ماشہدت بہ الاعداء

محترم محقق ممن صاحب! اس روایت کا مطلب جو آپ کے بزرگ صاحب نے بیان فرمایا ہے، آپ حضرات اس کو قبول فرمائیں گے یا اپنے مناظر موصوف کے شغل پر ایمان رکھیں گے؟ اگر پہلی صورت ہو تو اپنے مناظر صاحب کا حکم واضح کریں، جو قرآن وحدیث کے صریح خلاف قیاس کرتا ہے، اور اگر مناظر صاحب کے شغل پر ایمان ہے، تو نورالحسن شاہ صاحب کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کہ وہ شہید کی جسد عنصری کی حیات کا انکار کر گئے ہیں، نیز یہ بھی فرما گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ روح بدن عنصری میں واپس نہیں آتی، انہوں نے حدیث کا صحیح مطلب بیان کیا ہے یا تحریف کی ہے؟ بینوا وتوجروا

فائدہ: اعادہ روح وحیات جسمانی کا عقیدہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے بلکہ بقول نورالحسن شاہ صاحب، متعدد احادیث صحیحہ کے اور فیصلہ خداوندی

کے بھی خلاف ہے، کیونکہ قرآن میں صاف اعلان ہے کہ مرنے والے کی روح کو روک لیا جاتا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شہداء اس جسمانی دنیوی حیات کی استدعا کرتے ہیں، کہ روح جسد عنصری میں واپس کی جائے مگر یہ منظور نہیں کی جاتی، کیوں کہ اللہ رب العزت فیصلہ فرما چکے ہیں کہ موت کے بعد دوبارہ دنیا میں کوئی لوٹ کر نہیں آئے گا۔

تلک عشرۃ کاملۃ

{آیت کی تفسیر تابعین اور دیگر اکابر مفسرین کے ارشادات سے}

حضرات گرامی! چودہ سو سال سے تمام امت محمدیہ کے اکابرین، مفسرین، شارحین نے ان آیات مبارکہ کا مفہوم یہی بیان فرمایا ہے۔ اب ہم اختصار کے ساتھ اجمالاً چند اکابرین کے اسماء گرامی بمع حوالہ جات ذکر کر دیتے ہیں، شائقین حضرات اصل کتابوں سے حوالہ جات ملاحظہ فرما سکتے ہیں، ان تمام بزرگوں سے قریب قریب الفاظ میں یہی تفسیر اور تحقیق نقل کی گئی ہے کہ ارواح شہداء جنت میں سیر کرتی ہیں اور کھاتی پیتی ہیں۔

۱۔ حضرت قتادہ تابعیؒ (جنہوں نے سینکڑوں صحابہؓ کی زیارت کی ہے)
تفسیر ابن جریر صفحہ ۱۷۲ جلد ۴

۲۔ حضرت امام مجاہد تابعیؒ امام التفسیر، بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۹۶ جلد ۲

۳۔ امام التفسیر حضرت عکرمہ تابعیؒ بحوالہ تفسیر ابن جریر ص ۳۹ جلد ۲

۴۔ الامام سعید ابن منصورؒ بحوالہ سنن الامام سعید ابن منصور تحت آیت آل عمران ۱۶۹

۵۔ الامام ابو عبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوریؒ الکوفی المتوفی ۱۶۱ھ
بحوالہ تفسیر ثوری تحت آیت آل عمران

۶۔ حضرت امام ابن شہاب زہریؒ بحوالہ شرح الصدور ص ۹۶

۷۔ امام ابو العالیہ ریاحیؒ بحوالہ تفسیر در منثور ص ۵۵ جلد ۱

۸۔ امام محمد بن احمد القرطبیؒ ص ۲۷۰ جلد ۴

۹۔ امام علی بن احمد الواحدیؒ بحوالہ تفسیر ابو سعود صفحہ ۳۲۹ جلد ۴

۱۰۔ امام حسین بن عبداللہ بن محمد طیبی شافعیؒ بحوالہ تفسیر قاسمی ص ۳۲۳ جلد ۲

۱۱۔ حضرت امام حسن بصریؒ بحوالہ تفسیر مدارک ص ۱۰۲ جلد ۱ تفسیر بیضاوی ص ۸۲، تفسیر کشاف ص ۲۰۶ جلد ۱

۱۲۔ امام فخر الدین رازی شافعیؒ بحوالہ تفسیر کبیر ص ۵۵ جلد ۲

۱۳۔ امام محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ بحوالہ تفسیر قرطبی ص ۲۶۹ جلد ۲

۱۴۔ علامہ ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاویؒ بحوالہ تفسیر بیضاوی

۱۵۔ امام ابن قیم حنبلیؒ بحوالہ کتاب الروح

۱۶۔ امام عبداللہ بن احمد بن محمود حنفیؒ بحوالہ تفسیر مدارک تحت آیت مذکورہ

۱۷۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ بحوالہ تفسیر عزیزی پارہ دوم ص ۵۶۱

۱۸۔ امام جلال الدین صاحب جلالینؒ بحوالہ تفسیر جلالین ص ۸۱

۱۹۔ علامہ محمد سعد اللہ قندھاری حنفیؒ بحوالہ کشف المجوبین ص ۸۲ حاشیہ نمبر ۵۰، ۵۱

۲۰۔ امام سید محمود آلوسی بغدادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی ص ۲۰ جلد ۲

۲۱۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ مفردات القرآن ص ۲۷۸ جلد ۱

۲۳۔ امام خازن رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ تفسیر خازن تحت آیت مذکورہ

۲۴۔ مفسر قرآن شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ حاشیہ بیضاوی صفحہ نمبر ۴۶۸

۲۵۔ امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ تفسیر سمرقندی

۲۶۔ امام ابو سعود محمد بن محمد العمادی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۵۱ھ تفسیر ابو سعود ص ۱۷۹ جلد اول وصفحہ ۱۱۳ جلد ۲ و امام الشیخ حسنین محمد مخلوف رحمۃ اللہ علیہ تفسیر صفوۃ البیان لمعانی القرآن صفحہ ۳۷ آیت بقرہ و صفحہ نمبر ۹۵ آیت آل عمران

۲۷۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۱۰ھ تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن صفحہ ۲۴ جلد نمبر ۲

۲۸۔امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۱۱ھ تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور ص ۲۸۳ جلد اول، ص ۱۶۸ جلد دوم

۲۹۔امام ابو الفرج جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی القرشی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر پارہ ۲ آیت ۱۵۴ ص ۱۹۵ آل عمران صفحہ ۴۴۰

۳۰۔امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۵۰ھ تفسیر الماوردی آل عمران آیت نمبر ۱۶۹ جلد اول ص ۴۳۷

۳۱۔امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی السمرقندی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۳۳ھ تفسیر تاویلات اہل السنۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۵۴ ص ۱۰۶ تا ۱۰۷ جلد اول آل عمران ص ۳۳۱ جلد اول

۳۲۔امام محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ الایجی الشیرازی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۰۵ھ تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن آل عمران آیت نمبر ۱۶۹ ص ۳۱۲ جلد اول

۳۳۔امام محمد الامین بن محمد المختار الشنقیطی الموریتانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن آیت آل عمران ص ۱۸۶ جلد اول

۳۴۔العلامہ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۷۶ھ تفسیر تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان بقرۃ ص ۱۷۹ جلد اول، آل عمران ص ۴۵۴ تا ۴۵۵ جلد اول

۳۵۔امام الشیخ محمد علی صابونی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر تنویر الاذھان من تفسیر روح البیان البقرۃ صفحہ ۱۳۱ جلد اول، آل عمران صفحہ ۲۹۴ جلد اول

۳۶۔علامہ وھبۃ الزحیلی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنھج البقرۃ آیت نمبر ۱۵۴ صفحہ ۴۰۲ جلد اول، آل عمران صفحہ ۴۹۰ جلد دوم

۳۷۔علامہ احمد مصطفی المراغی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر المراغی البقرۃ صفحہ ۲۳ جلد اول

۳۸۔امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۷۰ھ تفسیر

احکام القرآن صفحہ ۳۳ جز ثانی

۳۹۔امام ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۵۳ تفسیر البحر المحیط صفحہ ۱۱۳ جلد سوم

۴۰۔صاحب نور الانوار ملا احمد جیون امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرات احمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ اردو صفحہ نمبر ۷۰

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں شعور نہیں، یعنی اے لوگو! اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں ان کے حال کا شعور نہیں، یہ آیت شہداء بدر کے بارے میں نازل ہوئی جو تعداد میں چودہ تھے، حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ شہداء اللہ کے ہاں زندہ ہیں ان کے ارواح کے سامنے ان کے رزق پیش کیے جاتے ہیں، جس سے انہیں خوشی و انبساط حاصل ہوتی ہے، اسی طرح آل فرعون کی ارواح کو دوزخ کی آگ صبح و شام دکھائی جاتی ہے تو انہیں تکلیف ہوتی ہے...... القصہ شہداء کے بارے میں اتنی زندگی جس سے وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، نص قطعی سے ثابت ہے، لیکن قاضی بیضاوی ؒ کا رجحان یہ ہے کہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام اروح جواہر ہیں فی نفسہ قائم ہیں، مرنے کے بعد بھی حساس رہتے ہیں، شہداء کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ کے مقرب ہیں اور زیادہ خوشی و احترام سے ہیں، امام زاہدؒ کے کلام میں ہے کہ شہداء رزق کی لذت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: {یُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ} انہیں جنت میں رزق ملتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں جو کچھ عطا کرتے ہیں اس کے سبب وہ بڑے خوش ہیں، نیز یہ کہ ان کی ارواح پرندوں کے جسموں میں ہیں، جو قیامت تک جنت میں کھاتے پیتے رہیں گے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی کہ جب کفار نے صحابہؓ پر طعن کیا۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۷۰)

{مناظر موصوف کا دجل عظیم}

مناظر موصوف نے حضرت حسن بصریؒ کے ذمہ لگایا ہے کہ رزق ان (شہداء) کی روحوں پر پیش کئے جاتے ہیں، پھر ان کے جسموں کی طرف بھی راحت وفرحت پہنچتی ہے، جیسا کہ اہل فرعون کی ارواح پر صبح وشام سے آگ پیش کی جاتی ہے (اس جملہ میں یا تو محقق ٹمن نے لکھنے میں غلطی کی، یا مناظر صاحب کے بیان کی فصاحت ہے) پھر ان کے اجسام کی طرف بھی درد پہنچتا ہے۔ ملخص از تقریر دلپذیر ص ۱۲

{محقق ٹمن صاحب سے گزارش}

محقق ٹمن صاحب سے گزارش ہے کہ جس طرح مناظر موصوف نے قرآنی آیات میں تحریف کر کے اپنی جان پر ظلم عظیم کیا ہے، اور آپ لوگوں کو بھی زندیق بنایا ہے، اسی طرح حضرت حسن بصریؒ کے فرمان میں بھی انتہائی دجل کرتے ہوئے بدترین تحریف کا ارتکاب کیا ہے، اور حضرت حسن بصریؒ کے ذمہ یہ جھوٹ لگا دیا کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ شہیدوں کے جسموں کی طرف راحت وفرحت پہنچتی ہے اور اہل فرعون کے جسموں کی طرف بھی درد پہنچتا ہے۔

محقق ٹمن صاحب! غیرت اور ہمت فرمائیں اور حضرت حسن بصریؒ کے فرمان سے یہ دونوں باتیں ثابت کر دیں، ہم آپ کو اور آپ کے مناظر صاحب کو ساڑھے ایک من لڈو اور دو گیلن کوکا کولا انعام دیں گے، اور اگر نہیں دکھا سکتے اور یقینا نہیں دکھا سکتے تو خدارا کچھ شرم فرمائیں، اور قرآن وسنت، صحابہ کرامؓ اور اولیاء امت اکابرین پر اپنے مذموم مقاصد کے لئے بہتان تراشیوں سے اجتناب فرمائیں۔

{مناظر موصوف کا ایک اور انوکھا اور جاہلانہ شگوفہ}

مناظر موصوف صفحہ نمبر ۲۶ پر قرآن وسنت کو پس پشت ڈالتے ہوئے انتہائی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ایک عجیب شگوفہ کھلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

شہیدوں کو رزق دیا جاتا ہے اور رزق جسم کی ضرورت ہے اور وہ بھی اصلی عنصری اور دنیاوی جسم کی ضرورت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کے دنیاوی جسم زندہ ہیں اور انہی کو رزق دیا جاتا ہے۔

حضرات گرامی! آپ نے احادیث مبارکہ اور صحابہ کرامؓ وتابعین وائمہ مفسرین حضرات کے فرامین ملاحظہ فرمالئے، جن میں بالکل صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ شہداء کرام کی ارواح کو جنتی رزق ملتا ہے اور ارواح مبارکہ ہی رزق کھاتی ہیں (مع نسمہ عند البعض اور بغیر نسمہ عند البعض) لیکن مناظر موصوف کی حماقت کا اندازہ فرمائیں کہ اپنی ڈھکوسلہ بازی سے یہاں پر بھی تحریف کرتے ہوئے نص کے مقابلہ میں قیاس ابلیسی کا ارتکاب کرتے ہوئے ہانکے جا رہے ہیں، کہ رزق بدن عنصری کو ملتا ہے، لہٰذا بدن عنصری زندہ ہوتا ہے، محقق ٹمن صاحب! ہمت فرمائیں اور اپنے مناظر موصوف کی اس حماقت اور سینہ زوری پر دلائل شرعیہ میں سے کوئی دلیل ذکر فرمائیں یا پھر ایسی تحریفات شائع کرنے سے توبہ نامہ اشتہار کی صورت میں شائع فرما کر تجدید ایمان ونکاح کا اہتمام فرمائیں۔

{آیات مبارکہ کی تفسیر اکابرین علماء دیوبندؒ سے}

حضرات گرامی! ہم نے ان آیات مبارکہ کی تفسیر خود قرآن پاک سے اور امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرامؓ وتابعین عظامؒ اور حضرات مفسرین امتؒ سے پیش کر دی ہے، اب ہم اکابرین علماء دیوبند سے آیات مذکورہ کی تفسیر ذکر کرتے ہیں تاکہ پتہ چل سکے کہ محقق ٹمن اینڈ کمپنی کی مثال ہاتھی کے دانتوں والی ہے، یہ بے چارے نہ تو قرآن وسنت وصحابہ کرامؓ اور اہلبیتؓ کی بات مانتے ہیں اور نہ ہی اکابرین علماء دیوبند کے فہم وتحقیق اور قرآن دانی پر ان کو اعتماد ہے، صرف دیوبندیت کی مہر ان کے ہاتھ میں ہے، جس پر یہ مہر لگا دیں وہ کھرا دیوبندی اور جس پر یہ مہر نہ لگائیں، وہ دیوبندیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ (استغفر اللہ)

؎ کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب　　شرم تم کو مگر نہیں آتی

نمبر ا۔ تفسیر حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندیؒ:

حضرت تھانویؒ سورہ آل عمران کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے واسطے) قتل کئے گئے، ان کو (اور مُردوں کی طرح) مُردہ مت خیال کر، بلکہ وہ لوگ (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں (اور) اپنے پروردگار کے مقرب (یعنی مقبول ہیں) ان کو رزق بھی ملتا ہے (اور) وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل (وکرم) سے عطا فرمائی (مثلاً درجات قرب وغیرہ، یعنی رزق حسی بھی ملتا ہے اور رزق معنوی یعنی مسرت بھی)

نیز حضرت تھانوی صاحبؒ اسی آیت کے فائدے میں فرماتے ہیں:

حیات شہداء کی تحقیق شروع سیقول رکوع سوم میں گذر چکی ہے، وہاں ملاحظہ کرلیا جاوے اور رزق ملنے کی کیفیت احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ ان کی ارواح قنادیل عرش میں رہتی ہیں اور جنت کی انہار سے پانی پیتی ہیں اور اس کے اثمار کھاتی ہیں۔ رواہ احمد وابوداؤد والحاکم عن ابن عباسؓ مرفوعاً۔

(تفسیر بیان القرآن جلد ا صفحہ ۲۹۵، ۲۹۶)

فائدہ: حضرت تھانویؒ نے بھی وہی تفسیر فرمائی ہے جو احادیث صحیحہ میں وارد ہے، حضرت تھانویؒ کا ایک نکتہ قابل غور ہے کہ شہید کو معمولی مُردوں کی طرح اور عام مردوں کی طرح مُردہ نہ کہو، حضرت تھانویؒ کے نزدیک شہداء کو میت کہنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ عام مردوں کی طرح مردہ کہنے اور سمجھنے کی نفی مقصود ہے، چنانچہ خود فرماتے ہیں: (ایسے مقتول کو شہید کہتے ہیں اور اس کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے)

(تفسیر بیان القرآن ص: ۹۷ ج: ۱)

نمبر ۲۔ سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

بہر حال جہاد میں جو لوگ قتل کر دیے جاتے ہیں اور میدان کارزار میں جو حضرات شہید ہو جاتے ہیں، اُن کے متعلق عوام کے خیالات کی اصلاح مقصود ہے اور منافقوں اور کافروں کو یہ بات بتانی ہے کہ وہ لوگ بڑے مرتبے کے ہیں، تم ان کی موت کو حقیر اور معمولی موت سمجھتے ہو، حالانکہ وہ زندہ ہیں اور ایک خاص قسم کی زندگی ان کو میسر ہے، اگرچہ اس زندگی کی کیفیت زندوں کی سمجھ میں نہ آئے {لَا تَحْسَبَنَّ} کا خطاب عام ہے اور جو خطاب کی صلاحیت رکھتا ہو، وہ مخاطب ہے، اور ہو سکتا ہے نبی کریم ﷺ کے ساتھ یہ خطاب خاص ہو، مگر ہم نے پہلا قول اختیار کیا ہے، عِنْدَ رَبِّهِمْ سے مُراد مرتبہ کا قرب اور ان کی مقبولیت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز رنگ کے یا سفید رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں رہتی ہیں اور جنت کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہیں، جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی آتی ہیں، شام کو ان کی ارواح عرش الٰہی کے نیچے قندیلوں میں آکر بسیرا کرتی ہیں اور چونکہ شہداء کے بھی مختلف درجات ہیں اُس لئے ہو سکتا ہے کہ بعض کی ارواح جنت میں جاتی ہوں اور بعض اُس نہر پر رہتی ہوں جو جنت کے دروازے کے باہر ہے اور وہاں اُن کو اُن کا رزق پہنچایا جاتا ہو۔

(تفسیر کشف الرحمٰن ج: ۱، ص: ۵۹۱)

نمبر ۳۔ فخر المفسرین مولانا عبدالحق حقانی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

جمہور اہل السنت والجماعت کا یہ قول ہے کہ ان کو حیات روحانی نصیب ہوتی ہے۔ یوں تو ہر شخص کافر و مومن کی روح نہیں مرتی، اس لئے کہ اصل انسان روح کا نام ہے کہ جو ایک جوہر لطیف ہے اور جس کا علاقہ جسم سے وہ ہے جو آگ کا لکڑی دہکتی سے یا خوشبو کا پھول سے، یا علاقہ تدبیر و تصرف اور مرکب کا ہے، جس کو موت کہتے ہیں، اس سے وہ علاقہ جسمی (یعنی روح کا جسم سے تعلق) منقطع ہو جاتا ہے، اور روح قائم و سالم دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتی ہے، ہاں جو کافر و منافق یا گناہ گار ہیں، وہاں ان

کی روح اپنے اعمال کے اس رنگ سے جو دنیا میں اس پر چڑھا تھا عذاب پاتی ہے جہنم کی آگ میں جلتی ہے اور جو ابرار اور نفوس قدسیہ ہیں (حضرات انبیاء کرام، صدیقین، شہداء صالحین ...... از ناقل) وہ انوار الٰہیہ اور عالم نورانی میں مسرور ہوتے ہیں، اور مشاہدۂ جمال سے لذت اٹھاتے ہیں اور اُن کی روح اپنے جسم لطیف کے ساتھ جنت اور عالم قدس کے باغوں میں جہاں چاہتی ہے، عیش مناتی پھرتی ہے چنانچہ وہ جو احادیث میں آیا ہے کہ شہیدوں کی روح سبز پرندوں کے قالب میں آشیانہ عرش میں رہتی ہے، اور جنت میں جہاں سے چاہتی ہے کھاتی پیتی ہے اس سے یہی مراد ہے ...... الخ۔ (تفسیر حقانی ص:۱۰۸، ج:۲)

نمبر ۴۔ حضرت علامہ سیّد امیر علی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

اموا تاً۔ یہ دوسرا مفعول ہے حاصل آنکہ راہ خدا میں شہید ہونے والوں کو کبھی مردہ مت خیال کیجیو {بل هم احياء عند ربهم ارواحهم في حواصل طيور خضر تسرح في الجنة حيث شاءت كما ورد في حديث} بلکہ وہ زندے ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک۔

ف: ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں چرتے پھرتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، یہاں سے معلوم ہو کہ زندگی فقط روح کو ہے جسم کو نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس وقت ان کی روحیں مثل ستاروں کے زندہ ہیں (یعنی ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ از ناقل) اور حشر میں سب کے جسم جب زندہ ہوں گے تو ان کے جسم بھی زندہ ہوں گے ...... الخ

(تفسیر مواہب الرحمن ج:۲ ص:۱۴۳)

نمبر ۵۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

اس آیت کا شان نزول جو ابو داؤدؒ نے باسناد صحیح حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: جب واقعہ احد

میں تمہارے بھائی شہید ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم میں رکھ کر آزاد کر دیا وہ جنت کی نہروں اور باغات کے پھلوں سے اپنا رزق حاصل کرتے ہیں، پھر ان قندیلوں میں آجاتے ہیں، جو ان کے لئے عرش رحمن کے نیچے معلق ہیں، جب ان لوگوں نے اپنی راحت وعیش کی یہ زندگی دیکھی تو کہنے لگے کہ (ہمارے متعلقین دنیا میں ہمارے مرنے سے غمگین ہیں) کیا کوئی ہمارے حالات کی خبر ان کو پہنچا سکتا ہے تاکہ وہ ہم پر غم نہ کریں اور وہ بھی جہاد میں کوشش کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہاری یہ خبر اُن کو پہنچائے دیتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل فرمائی گئی۔ (تفسیر معارف القرآن ج:۲ ص:۲۳۷)

نیز فرماتے ہیں:

اور شہود سے مراد حضور کے معنی لئے جائیں تو یشهده کی ضمیر کتاب کے بجائے علیین کی طرف راجع ہوگی اور معنیٰ آیت کے یہ ہوں گے کہ مقربین بارگاہ کی ارواح اسی مقام علیین میں حاضر ہوں گی، کیونکہ یہی مقام ان کی ارواح کا مستقر بنایا گیا ہے، جس طرح ''سجین'' کفار کی ارواح کا مستقر ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہداء کی ارواح اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہونگی جو جنت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتی ہونگی اور ان کے رہنے کی جگہ قندیل ہوں گے جو عرش کے نیچے معلق ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی ارواح تحت العرش رہیں گی اور جنت کی سیر کرسکیں گی اور سورۃ یٰسین میں جو حبیب نجار کے واقعہ میں آیا ہے {قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي} اس سے معلوم ہوا کہ حبیب نجار موت کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہو گئے اور بعض روایات حدیث سے بھی ارواح مومنین کا جنت میں ہونا معلوم ہوتا ہے، ان سب کا حاصل ایک ہی ہے کہ مستقر ان ارواح کا ساتویں آسمان پر تحت العرش ہے اور یہی مقام جنت کا بھی ہے، ان ارواح کو جنت کی سیر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور یہاں اگر چہ یہ حال صرف

مقربین کا، ان کی اعلیٰ خصوصیت اور فضیلت کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے، مگر درحقیقت یہی مستقر تمام مومنین کی ارواح کا بھی ہے جیسا کہ حضرت کعب بن مالک ؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا {انما نسمة المؤمن طائر یعلق فی شجر الجنة حتی ترجع الی جسده یوم القیامة} (رواہ مالک والنسائی بسند صحیح)

ترجمہ:

مؤمن کی روح ایک پرندہ کی شکل میں جنت کے درختوں میں معلق رہے گی، یہاں تک کہ قیامت کے روز وہ اپنے جسم میں پھر لوٹ جائے اور اسی مضمون کی ایک اور حدیث اُمّ ہانی ؓ کی روایت سے مسند احمد اور طبرانی میں آئی ہے۔

(معارف القرآن ج:۸ ص:۶۹۷)

نمبر ۶۔ رئیس المفسرین، مرشد الموحدین

مولانا حسین علی الوانی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

حضرت مجدد وقت مولانا حسین علیؒ صاحب فرماتے ہیں: تحقیق اَحْیَاءٌ کی مختصر یہ ہے کہ احیاء سے مراد یہ بالکل نہیں کہ اس جسم کے ساتھ زندہ ہوں، بلکہ روح خود زندہ ہوتے ہیں مع النفس یا بدون النفس اور نفس اور روح کی مثال آگ اور دخان (دھواں، از ناقل) جیسی ہے باقی خاص ان (شہداء) کو اس معنی کے ساتھ زندہ کہنا اس وجہ سے ہے کہ یہ زیادہ عیش اور خوشی میں ہوتے ہیں۔

(تفسیر بلغة الحیران ص:۲۸)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

سب (اقوال مختلفہ ...... از ناقل) کا حاصل یہ ہے کہ جسم تو بالکل زندہ نہیں تو اس میں اختلاف ہے کہ آیا روح مع النفس ہے یا محض روح، روح آگ کی مثل ہے اور نفس دخان کی مثل ہے، یہ تمام کا خلاصہ ہے اور حق بات یہی ہے۔

(تفسیر بلغة الحیران ص:۷۶)

پاسبان مسلک علماء دیوبند،

نمبر ۷۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

حیات شہداء کے بارے میں قرآن مجید کی دو آیتیں ہیں، ایک تو یہی زیر تفسیر آیت اور دوسری آیت سورۃ بقرۃ میں گذر چکی ہے، یہاں فرمایا کہ شہداء کو مردے مت سمجھو اور وہاں فرمایا کہ اُن کو مُردہ مت کہو، حالانکہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شہداء قتل کر دیے جاتے ہیں اور ان کی روحیں ان کے ابدان عنصریہ سے پرواز کر جاتی ہیں اور ان کے ابدان سے اس طرح جدا ہو جاتی ہیں کہ ان سے اُنکا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا جیسا کہ علامہ بیضاویؒ کا قول آگے آ رہا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کرام کی دنیوی زندگی تو اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے اور روح کے بدن سے نکل جانے کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ شہادت کے بعد جو ان کو زندگی اور حیات حاصل ہوتی ہے وہ دنیوی نہیں ہوتی، بلکہ اس سے مختلف ہوتی ہے، جب وہ دنیا میں زندہ تھے تو ان کی زندگی بھی دنیوی تھی، یعنی روح اور بدن دونوں کے ملاپ سے وہ زندہ تھے، لیکن موت سے دنیوی زندگی ختم ہو گئی اور برزخ کا زمانہ شروع ہو گیا، اس لیے اب اس زندگی کو برزخی زندگی کہا جائے گا اور یہ زندگی بلا مشارکت بدن عنصری صرف روح کیلئے ہوگی (یعنی بدن عنصری زندہ نہیں ہوگا) یہ معاملہ چونکہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے، کیونکہ برزخ عالم غیب کی چیز ہے اس لیئے اس برزخی حیات کی کیفیت کے بارے میں عقل وفکر، رائے اور قیاس سے کچھ کہنے کا کسی کو کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں نصوص کتاب وسنت سے جو کچھ ثابت ہو اس سے تجاوز کرنا جائز ہے، علامہ سید محمود آلوسیؒ سورۂ بقرہ میں وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ کے تحت فرماتے ہیں {ای لاتحسون ولا تدرکون ما حالهم بالمشاعر لانها من احوال البرزخ التی لا یطلع علیها ولا طریق للعلم بها الا بالوحی}

(روح المعانی ج:۲ ص:۲۰)

حیات شہداء کی کیفیت کی طرف قرآن مجید میں تو چند اجمالی اشارات ہی ہیں، تفصیل نہیں ہے، مثلاً قرآن مجید میں اس طرف اشارہ ہے کہ قتل کے بعد شہداء کو جو حیات ملتی ہے وہ دنیوی نہیں، بلکہ برزخی اور عالم غیب کی ایک حالت ہے {احیاء عند ربھم} میں عند ربھم سے اسی طرف اشارہ ہے، وہ اپنے مہربان رب کے پاس اور عالم غیب میں زندہ ہیں، علامہ خازنؒ لکھتے ہیں: {انھم احیاء عند اللہ تعالی فی عالم الغیب لانھم صاروا الی الآخرہ} (تفسیر خازن ج:۱ ص:۱۰۹)، قرآن مجید میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ شہداء عالم برزخ میں کھاتے پیتے بھی ہیں، حیات شہداء کی تفصیلی کیفیت سب سے عمدہ اور صحیح ترین وہی ہے جو خود صاحب وحی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ یا رسول اللہ!! وہ کس طرح زندہ ہیں؟ ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ وہ قتل ہو چکے ہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ وہ اس طرح زندہ ہیں کہ اللہ تعالی نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم عطا فرما کر انکو جنت میں آزاد چھوڑ دیا ہے، وہ جنت میں جہاں چاہیں آتے جاتے اور سیر کرتے ہیں، علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں {وقال اخرون: ارواحھم فی اجواف طیر خضر وانھم یرزقون فی الجنۃ ویاکلون ویتنعمون وھذا ھو الصحیح من الاقوال لان ما صح بہ النقل فھو الواقع} (قرطبی جلد ۲، صفحہ ۲۷۰)

اور علامہ ابوالسعود حنفیؒ امام واحدی سے ناقل ہیں:

{الاصح فی حیاۃ الشھداء ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ان ارواحھم فی اجواف طیر خضر وانھم یرزقون ویاکلون یتنعمون (ابوالسعود ص:۳۸)

حضرت شیخؒ ...... حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت کعب ابن مالکؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ کی حیات شہداء کے بارے میں روایات (جو پہلے تفسیر القرآن بالحدیث کے تحت لکھی جا چکی ہیں) کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ان حدیثوں کے الفاظ میں اگرچہ خفیف سا اختلاف ہے، لیکن ماحصل سب کا وہی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے، ان حدیثوں میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت وضاحت سے شہداء کی برزخی زندگی کی حقیقت بیان فرما دی ہے، صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے بھی یہی کچھ منقول ہے اور اسی کو محققین، مفسرین نے راجح اور صحیح قرار دیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، کعبؓ الاحبار، عکرمہؓ، سدی کبیر، ابوالعالیہؒ، قتادہؒ، ربیعؒ وغیرھم کے اقوال کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر ج:۲ ص:۲۳، ج:۴ ص:۱۰۶، ۱۰۷، و تفسیر درمنثور ج:۱ ص:۱۵۵، ج:۲ ص:۹۶۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ارواح کو پرندوں کی شکلیں عطا ہوتی ہیں، جن میں داخل ہو کر وہ جنت میں گھومتے پھرتے اور کھاتے پیتے ہیں، اور رات کو عرش کے نیچے قنادیل میں بسیرا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ طیوری اجسام مثالی ہیں، نہ کہ عنصری، کیونکہ شہداء کے عنصری ابدان تو قبروں میں مدفون ہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات محض روحانی اور برزخی ہے جسمانی نہیں، ان کے ابدان قبروں میں ہیں، لیکن ان کی ارواح طیوری قالبوں میں نعیم جنت سے متمتع ہو رہی ہیں، علامہ بیضاویؒ سورہ بقرہ میں فرماتے ہیں {ولکن لا تشعرون ما حالھم وھو تنبیہ علی ان حیٰوتھم لیست بالجسد ولا من جنس ما یحس بہ من الحیوانات وانما ھی امر لا یدرک بالعقل بل بالوحی... تفسیر بیضاوی ج:۱ ص:۲۰۱} لیکن تم نہیں جانتے کہ وہ کس حال میں ہیں اور یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ ان (شہداء) کی حیات جسمانی نہیں اور نہ زندوں کی مانند ظاہری حواس سے محسوس قسم کی زندگی ہے، اور نہ اس کا ادراک عقل سے ہو سکتا ہے، بلکہ اس کی کیفیت کا ادراک صرف وحی سے ہو سکتا ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی فرماتے ہیں {حیات شہداء بمعنی تعلق ارواح با بدان نیست برائے استیفائی لذاتی کہ موقوف بر حالات بدن نیست نہ تعلق ارواح با ابدان سابقہ و نہ بقائے روح با دراک و شعور... تفسیر عزیزی ص:۴۸۵} یعنی حیات شہداء کا مطلب

یہ ہے کہ وہ لذات حاصل کرنے کے لئے جن کا حصول آلات پر موقوف ہے، ارواح ابدان مثالیہ سے متعلق ہو جائیں، یہ مطلب نہیں کہ ارواح سابقہ عنصری ابدان سے متعلق ہو جائیں اور نہ یہ کہ روح کا ادراک و شعور باقی رہے۔

(تفسیر جواہر القرآن ج:۱ص:۱۹۲)

نمبر ۸۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

یعنی شہداء میں وجود حیات روحانی وقت موت جسم خاکی سے کچھ تعلق باقی رہے اور اس وجہ سے حرمتِ ازواج اور سلامت اجساد اور عدم میراث لازم نہ آئے لیکن ہر چہ باداباد بعد موت نہ ارواح شہداء کو ان ابدان کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے نہ ارواح مؤمنین کو، اتنا فرق ہے کہ بعد انقطاع علاقہ جسد اول یا بعد چندے شہداء کی ارواح کو تو اور ابدان کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس حساب سے ان کو حیات روحانی و جسمانی دونوں حاصل ہو جاتی ہیں، اور باقی مؤمنین اُمت کیلئے اس نقصان کی کچھ مکافات نہیں کی جاتی، بہر حال ابدان دنیا سے دونوں کو کچھ تعلق نہیں رہتا، پھر اشیائے متعلقہ ابدان دنیوی سے تو تعلق کہاں، جو ان کے اموال و ازواج کو جوں کے توں انہیں کے ازواج و اموال سمجھے جائیں اور کسی اور کو نکاح کی اجازت اور وارثوں کو تقسیم و تصرف کرنے کی نہ دیں، کیونکہ اموال و ازواج دنیوی دونوں کو انہیں ابدان کی ضرورت کے رفع کرنے کے لئے بنایا ہے، ازواج سے قضاء حاجت فرج اگر ہوتی ہے تو انہیں ابدان کی حاجت ہے احوال دنیا سے بدل ما یتحلل وغیرہ اگر پہنچتا ہے تو انہیں ابدان کے اجزائے متحللہ کا بدل ہوتا ہے، ابدان جنت کو خواہ از قسم ابدان طیور خضر ہوں یا از قسم غیر، ان ازواج و اموال سے کچھ انتفاع نہیں، ابدان جنت مذکورہ کو اگر انتفاع ہے تو وہیں کی ازواج و اشیاء سے انتفاع ہے۔

(آب حیات ص:۱۹۷،۱۹۸)

نیز فرماتے ہیں:

اس بدن کے اعتبار سے دونوں (شہداء و مؤمنین) کی موت برابر ہے، یعنی

دونوں یہاں کے جسم سے بے علاقہ ہو جاتے ہیں۔ (جمال قاسمی ص:۱۴)

{فائدہ}

حضرت نانوتویؒ کے کلام کا خلاصہ دو امور ہیں:

۱۔ شہداء اور تمام مؤمنین کی ارواح کا موت کے بعد ابدان عنصریہ سے قطعاً تعلق نہیں رہتا۔

۲۔ ارواح شہداء کو برزخی ابدان مل جاتے ہیں روحانی اور جسمانی زندگی کا یہ مطلب ہے۔

۳۔ بعض کتب میں شہداء کے لیے حیات روحانی و جسمانی کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن یاد رہے وہاں جسمانی سے مراد بدن عنصری ہرگز نہیں، بلکہ اس سے مراد بدن برزخی مثالی ہے، جس طرح حضرت نانوتویؒ کے کلام سے واضح ہے اور اسی طرح مفسر بغداد سید محمود آلوسیؒ وغیرہ مفسرین حضرات نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں محققین ثمن و مناظرین کہروڑ پکا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ مؤمنین اور حضرات شہداء کی ارواح کا ابدان عنصریہ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہوتا، جب کہ آپ حضرات کے نزدیک چونکہ قتل جسم ہوتا ہے تو زندہ بھی جسم ہی ہونا چاہیے...... اور آپ حضرات اپنے اس عقلی ڈھکوسلے کو قرآن پاک کی آیت کا مدلول سمجھتے ہیں، یعنی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بدن عنصری "جو قتل ہوا ہے" اسی کو زندہ کہا ہے، اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو حضرت نانوتویؒ کو قرآن کا منکر کہا جائے یا پھر آپ حضرات کو "محرف قرآن، کذاب اور اکابرین کا باغی" کہا جائے؟ جو صورت بھی پسند فرمائیں...... **بیّنوا و توجروا**

مناظر موصوف و محقق ثمن صاحب!! اگر آپ دیوبندیت کی ٹھیکیداری میں سچے ہیں اور اتباع اکابر کا دعویٰ صحیح ہے، تو اپنی خرافات و تحریفات سے توبہ فرما کر تجدید ایمان وغیرہ کے ساتھ حضرت نانوتویؒ کا یہ نظریہ قبول کرنے کا اعلان فرمائیں، ورنہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ آپ کا "اکابر اکابر اور دیوبند دیوبند کا ورد" ابن الوقتی پالیسی ہے۔

نمبر ۹۔ حضرت علامہ مولانا عبد الرحمٰن صاحب دیو بندیؒ

اُستاذ حدیث وتفسیر، ناظم مجلس علمیہ حیدر آباد دکن فرماتے ہیں:

{قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ... الآية} کے تحت لکھتے ہیں: یہ آیت بھی ان آیات میں سے ایک ہے، جن سے حیات برزخیہ کا واضح ثبوت ملتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد سے قیامت تک کا زمانہ خالص عدم یا کامل نیستی کا زمانہ نہیں ہے، بلکہ اس محدود زمانہ میں جسم کے بغیر روح زندہ رہتی ہے، کلام کرتی ہے اور کلام سنتی ہے (یعنی جنت میں جیسے شہید یٰسین کی کلام...... از ناقل)۔

(ہدایت کے چراغ، سیرت انبیاء کرام ص: ۱۷۳، ۱۷۴ ج: ۲
بحوالہ رسالہ مصالحت مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۲۸)

نمبر ۱۰۔ خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کاشمیری دیو بندیؒ فرماتے ہیں:

بلکہ تحقیق آنست کہ معنی حیات تعلق روح بہ بدن ست و در قبر اصلاً تعلق روح ببدن نیست بلکہ بقائے شعور وادراک روح را بعد از مفارقتا ز بدن تعبیر بحیات فرمودہ اند۔ (مشکلات القرآن ص: ۱۳)

ترجمہ: بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حیات کے معنی ہیں روح کا بدن سے تعلق ہو، اور قبر میں روح کا بدن کے ساتھ بالکل تعلق نہیں ہوتا بلکہ روح کے بدن سے جدا ہونے کے بعد روح کے شعور وادراک کے باقی رہنے کو ہی حیات سے تعبیر کیا ہے، یعنی بدن سے جدا ہونے یا بدن کے بعد روح میں شعور اور ادراک باقی رہتا ہے، اسی شعور اور ادراک کو حیات کہا جاتا ہے، جس کا دنیا کی قبر سے یا بدن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

فائدہ: دیگر اکابرین کی طرح حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ کا نظریہ بھی یہی ہے کہ روح کا بدن عنصری کے ساتھ، زمینی قبر میں تعلق (حیات) قطعاً نہیں ہوتا، علماء حضرات جانتے ہیں کہ اصلاً کا لفظ اس مقام پر مبالغہ کیلئے

لایا گیا ہے، یعنی ہرگز روح کا تعلق (حیات) بدن عنصری کے ساتھ نہیں ہوتا، مناظر موصوف نے اپنے عقلی ڈھکوسلے کو جو قرآنی آیت کا مدلول بتایا ہے، اس کو اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے، تو سوائے مناظر موصوف کی جماعت کی چند گنجیوں کے امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایک شخص بھی مسلمان نہیں رہے گا، اس لئے محقق مسن اینڈ کمپنی سے گذارش ہے، کہ کچھ کرم کا معاملہ فرمائیں اور اپنی بے لگام فتویٰ بازیوں، تحریفات اور قرآن پاک میں اپنی من مانیوں اور ڈھکوسلہ بازی سے اجتناب فرما کر امت مرحومہ پر رحم فرمائیں۔

نمبر ۱۱: علامہ محمد ادریس کاندھلوی دیو بندیؒ فرماتے ہیں:

انسان اور بدن میں فرق ہے، کیونکہ بدن میں فربہی اور لاغری کی وجہ سے کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے، مگر انسانیت میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں ہوتی، قرآن کریم میں شہداء کو زندہ کہا گیا ہے حالانکہ بدن ان کا مردہ ہے۔ (علم الکلام ص: ۲۸۰)

{نور ومنیر کے گھر کی شہادت}

مناظر موصوف کے بزرگ

حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب کے نورانی بیانات:

پہلا نورانی بیان: مناظر موصوف کے بزرگ سید نور الحسن شاہ صاحب اپنی کتاب "حیات الاموات" میں حدیث ابن عباسؓ، اور حدیث ابن مسعودؓ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

حضرت عائشہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت کعبؓ، حضرت عبداللہ ابن عمروؓ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت ہذیلؓ، حضرت اُبی ابن کعبؓ، حضرت ابو قیسؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، وغیرہم رضی اللہ عنہم سے بھی اس مضمون کی روایات ہیں (کہ حیات شہداء برزخی روحانی ہے نہ کہ دنیوی حقیقی) اجلہ ومشاہیر مفسرین اور معروف ومعتبر شراح حدیث کے ساتھ اکابر

اولیاء وائمہ دینؒ سے یہی تفسیر وشرح منقول ومروی ہے۔

(حیات الاموات ص:۸۰)

دوسرا نورانی بیان: حضرت شاہ جی اپنی کتاب ''حیات الاموات'' صفحہ ۸۱ پر جلی حروف کے ساتھ سرخی تحریر فرماتے ہیں:

حضرات شہداء کی حیات روحانی ہے اور فی الجنة:

اللہ رب العزت کے کلام پاک کی جو تفسیر، اللہ کے معصوم رسول ﷺ نے کی ہے، اس سے واضح طور پر یہ حقیقت سامنے آگئی ہے کہ حضرات شہداءؓ کی حیات سے مراد جنت میں ان کی روحانی حیات ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی مندرجہ بالا روایت ابوداؤد میں تو بصراحت احیاء فی الجنة کے الفاظ موجود ہیں، لہٰذا اب اس حقیقت میں کوئی شک وشبہ نہ رہا کہ حضرات شہداء کی حیات روحانی اور فی الجنة ہے، اس سے آگے حضرت شاہ صاحب نے شہید یٰسین کا واقعہ بیان فرمایا ہے، جو آپ پڑھ چکے ہیں۔

(حیات الاموات ص:۸۱)

تیسرا نورانی بیان: حضرت شاہ جی فرماتے ہیں:

ان تردارواحنافی اجسادنا آپ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیں، تاکہ ہم تیری راہ میں پھر قتل کیے جائیں، یہ الفاظ صراحت سے اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ شہید جو جنت میں زندہ ہے، وہ اس کی روحانی زندگی ہے جسمانی زندگی نہیں۔

(حیات الاموات ص:۸۳)

چوتھا نورانی بیان: حضرت شاہ جی فرماتے ہیں:

کتاب اللہ، احادیث نبویہ صحیحہ متواترہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی، کہ شہید فی سبیل اللہ کا روح تو فوراً جنت میں داخل ہو جاتا ہے، رہا جسم، تو شہید کا جسم روح اور جان کے بغیر رہ جاتا ہے (محقق ممن صاحب غور فرمائیں اور لفظ جان کا معنی کسی سے

پوچھ لیں) اس لیے تو اسے جثہ کہا گیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبرؒ، شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ نے ایک عجیب ایمان افروز تاریخی واقعہ روایت کیا ہے، ملاحظہ ہو:

جنگ اجنادین کے دن جب رومی پسپا ہوئے تو وہ ایک ایسی جگہ جمع ہو گئے جہاں کا راستہ ایسا تھا کہ اس میں سے صرف ایک آدمی گذر سکتا تھا، وہاں رومی لڑنے لگے، حضرت ہشامؓ بن عاص آگے بڑھے اور رومیوں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، اس تنگ درہ میں ان کی نعش گر گئی اور راستہ بند ہو گیا، جب مسلمان مجاہدین وہاں پہنچے تو اس بات سے ڈر گئے کہ گھوڑے نعش کو روند ڈالیں (حضرت ہشامؓ شہید کے بڑے بھائی) حضرت عمروؓ بن عاص نے فرمایا:

ایھا الناس ان اللہ قد استشھدہٗ ورفع روحہ انما ھی جثة فاوطئوھا الخیل ثم اوطأہ ھو ثم تبعہ الناس حتّٰی قطعوہ۔

اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت عطا فرمائی، آپ کی روح کو (جنت کی طرف) اٹھا لیا، اور یہ تو صرف جثہ ہے تم اسے روندتے ہوئے گھوڑے بڑھاؤ، چنانچہ پہلے خود حضرت عمروؓ بن عاص نے (حضرت) ہشامؓ کی نعش کو کچلتے ہوئے گھوڑا بڑھایا، پھر دوسرے لوگوں نے آپ کے پیچھے پیچھے گھوڑے بڑھائے، یہاں تک کہ نعش کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، جب رومیوں کو شکست ہوگئی اور مسلمان مجاہدین واپس لوٹے، تو حضرت عمروؓ اپنے بھائی کی نعش پر آئے اور اس کے گوشت کے بکھرے ہوئے ٹکڑے، اس کے منتشر اعضاء اور اس کی بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کرنے لگے، پھر ان سب کو ایک چادر میں اُٹھایا اور دفن کر دیا۔

روشن ترین مثالی کردار:

ایک مرد مسلمان، مجاہد عظیم وجلیل صحابیٔ رسول ﷺ کا جسم اطہر راستے میں پڑا ہے، پورا لشکر ایک شہید فی سبیل اللہ کے جسد اطہر کو اپنے گھوڑوں کے پاؤں تلے روند ڈالنے میں متامل ومتردد ہے، مگر حضرت ہشامؓ شہید کے بڑے بھائی حضرت عمروؓ بن العاص ایک سیکنڈ کیلئے تردد وتامل نہیں کرتے، اپنے چھوٹے بھائی کی لاش پر

کھڑے ہو کر اپنے زیر کمان پورے لشکر کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: برادر شہید کی
روح تو اعلیٰ علیین میں پہنچ گئی، یہ تو محض ایک جثہ ہے، بہادرو! اپنے گھوڑوں کے سموں
سے اسے روندتے ہوئے آگے بڑھو اور آگے بڑھ کر دشمنوں کا صفایا کر دو، یہ کہہ کر
سب سے پہلے اپنا گھوڑا بڑھاتے ہیں اور اپنے عزیز بھائی، چھوٹے بھائی کی نعش کو
اپنے گھوڑے کے سموں سے کچلتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں، پورا لشکر اپنے شیر دل
جرنیل کی اطاعت و اتباع کرتا ہے، اور دوسرے لمحے شہید فی سبیل اللہ کے وجود پاک
کی تکا بوٹی ہو چکی ہوتی ہے، دشمن کو شکست فاش ہوتی ہے، اسلامی لشکر فتح کے علم لہراتا
ہوا واپس ہوتا ہے، تو مرد غازی مجاہد کبیر حضرت عمرو بن العاص نے اپنے ہاتھ سے
اپنے چھوٹے بھائی کی بوٹی بوٹی، ہڈی ہڈی اکٹھی کی، جوڑ جوڑ، بند بند، جمع کیا، چادر
میں رکھ کر گٹھڑی باندھی، اسے اٹھایا اور سپرد خاک کر دیا (رضی اللہ عنہ
وعنہما وعنہم اجمعین) (حیات الاموات ص:۸۶،۸۷)

پانچواں نورانی بیان: فرماتے ہیں: ایک اور روایت ملاحظہ ہو۔
سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر
کی شہادت پر جب کہ ان کا جثہ سولی پر تھا (جثہ مصلوبہ)، ان کی والدہ محترمہ حضرت
بی بی اسماء بنت صدیق سے حضرت عبداللہ بن عمر نے تعزیت کرتے ہوئے کہا:

{لا تحزنی فان الارواح عند اللہ فی السماء و انما ھذہ جثۃ}

ترجمہ: آپ غم نہ کریں بلاشبہ (شہداء کے) ارواح عند اللہ آسمانوں
(جنت میں ....از ناقل) میں ہیں، اور یہ تو محض بے جان جثہ ہے، ابن ابی شیبہ اور ابن
ابی الدنیا میں صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے تعزیت
کرتے ہوئے حضرت اسماء سے کہا:

{یا ھذہ اتقی اللہ واصبری فان ھذہ الجثۃ
لیست بشئی وانما الارواح عند اللہ}

(مقصد یہ ہے کہ اے اسماء! اللہ سے ڈرتی رہو اور صبر کرتی رہو۔ بے شک یہ
محض بے جان جثہ ہے کوئی چیز بھی نہیں، یعنی اس میں کوئی حیات نہیں کہ دکھ درد محسوس
کرے اور بے شک ارواح عند اللہ ہیں (جنت میں ہیں)۔
جثہ: ایک تو دونوں روایتوں میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ
بن عمرو بن عاص ایسے جلیل القدر فقہاء صحابہ کے انداز بیان و اسلوب خطاب سے
بصراحت ثابت ہے، کہ جثہ جسد بے روح کو کہتے ہیں، پھر لغت میں بھی جثہ کا اطلاق
عموماً بے جان جسم پر ہوتا ہے، الجثۃ...... انسان کا بدن، اس کا زیادہ استعمال مردہ لاش
کیلئے ہے، جہاں حضرت ہشام بن عاص اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنھم کی روحیں
عند اللہ زندہ ہیں، وہاں ان کے جسم اطہر بے روح اور بے جان ہیں، گویا شہداء کو
روحانی جنتی حیات حاصل ہے۔ (حیات الاموات ص:۸۸)

{نور الحسن شاہ صاحب کے بیانات میں سے چند امور اہم ہیں}

۱۔ شاہ جی کے فرمان کے مطابق قرآن پاک کی آیت {لا تقولوا لمن یقتل
فی سبیل اللہ... الآیۃ} کا مفہوم یہ ہے کہ شہداء کو جنت میں روحانی حیات ملتی ہے
نہ کہ بدن عنصری کی جسمانی' جیسا کہ مناظر موصوف کا دعویٰ اور عقلی ڈھکوسلہ ہے۔

۲۔ شاہ جی کے بیان کے مطابق اس آیت کی بارہ صحابہ کرام سے اور اجلہ و مشاہیر
مفسرین و معروف و معتبر شراح حدیث اور اکابرین دین و اولیاء و ائمہ دین سے یہی
تفسیر منقول ہے، کہ ان آیات مبارکہ کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ شہداء کی حیات روحانی
ہے اور جنت میں ہے، شہداء کے ابدان عنصریہ بے جان ہیں اور قیامت تک بے جان
رہیں گے اور اسی مفہوم اور تفسیر پر احادیث متواترہ موجود ہیں۔

۳۔ قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ ارواح شہداء قیامت تک ان ابدان عنصریہ
میں واپس نہیں آتیں۔

۴۔ شہید کا بدن عنصری محض جثہ بے جان ہوتا ہے، یعنی جس میں کوئی حیات نہیں

ہوتی اور یہ عقیدہ عمرو بن عاصؓ وغیرہ اصحاب رسول ﷺ کا تھا۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان کبروڑ پکا، کہ نور الحسن شاہ صاحب کے مذکورہ بیانات پر ایمان لانے والا آدمی مسلمان رہے گا یا نہیں، اور جن حضرات نے مثلاً علامہ عبدالستار تونسوی اور مہتمم خیر المدارس، تنظیم اہل سنت، جمعیت علماء اسلام نے حضرت نور الحسن شاہ صاحب کو اس موضوع پر کتاب لکھنے کے لیے مجبور کیا اور مواد مہیا کر کے معاون بنے (جیسا کہ نور الحسن شاہ صاحب نے حیات الاموات کتاب کی ابتداء میں ذکر کیا ہے)، آیا ان لوگوں کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کیا جائے گا یا نہیں؟ ان کے ساتھ محبت، مودت، اور دیگر معاملات کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی ان میں سے مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور دعاء مغفرت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو ان کا حکم ارتداد والا ہوگا یا کوئی اور؟ اور اگر یہ سب حضرات مسلمان ہیں اور نور الحسن شاہ صاحب کے بیان قرآن و سنت کے مطابق ہیں، تو جو شخص قرآن پاک کی تحریف کرے (جس طرح کہ مناظر موصوف نے کی ہے) اور قرآن پاک کا مدلول یہ بیان کیا ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ شہید کا بدن عنصری زندہ ہے، تو اس کا کیا حکم ہوگا......؟

بینوا و توجروا

{سابقہ بحث کا مختصر ترین خلاصہ}

حیات شہداء کی پوری بحث کا مختصر ترین خلاصہ درج ذیل اہم امور ہیں:

۱۔ دونوں آیات کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کرام کی حیات برزخی روحانی فی الجنۃ ہے، نہ کہ حیات دنیوی، حقیقی، حسی جیسا کہ مناظر موصوف کا دعویٰ ہے۔

۲۔ حیات برزخی کے لیے روح کا جسد عنصری میں ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، اور نہ ہی روح کا تعلق جسد عنصریہ کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے حیات برزخی کا

مطلب یہ بتایا ہے کہ یہ حیات روحانی فی الجنۃ ہے۔

۴۔ مناظر موصوف نے اپنے قیاس ابلیسی سے آیات قرآنی کا مطلب بگاڑنے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے زندیق بنے ہیں، بقول اپنے بزرگوں کے جس کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے۔

۵۔ نبی پاک ﷺ یا کسی صحابیؓ یا کسی تابعیؒ وغیرہ نے حیات شہداء کا یہ مطلب کہ "چونکہ قتل جسم ہوتے ہیں تو لہٰذا زندہ بھی جسم ہی ہوں گے"، نہیں لیا جیسا کہ مناظر موصوف کا دعویٰ ہے۔

۶۔ اکابرین علماء دیوبند بالخصوص حضرت نانوتویؒ، حضرت کاشمیریؒ، مولانا امیر علیؒ وغیرہم نے تصریح فرمادی ہے، کہ ارواح کا تعلق (حیات) شہدا وغیرہ کے ابدان عنصریہ کے ساتھ قطعاً نہیں ہوتا اور دیگر اموات کی طرح شہید کا بدن عنصری بھی قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا۔

{ہمارا عقیدہ}

ہم اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ نے شہداء کرام کو ایک قسم کی برزخی حیات عطا فرمائی ہے، اسی طرح تمام انبیاء کرام کو بالخصوص امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی موت کے بعد ایک مخصوص اور ممتاز حیات برزخی عطا فرمائی ہے، جو شہداء کرام کی حیات سے (مقام و مرتبہ و درجہ میں) ممتاز، اور بلند و بالا، ارفع، انفع، اوقع، اعلیٰ، اولیٰ، احلیٰ، اقویٰ، اجلیٰ، اصلی، ازکی، اسنی، اشہی، احظی، اجل، افضل، اکمل، ادوم، اقوم، اتم، اہم، اعظم، اطیب و اقدس ہے۔ مگر یہ حیات نہ دنیاوی ہے اور نہ لفظ میت کے اطلاق کے منافی ہے اور نہ ارواح مبارکہ اجساد عنصریہ میں داخل ہیں، اور نہ ارواح مبارکہ کا اجساد عنصریہ کے ساتھ تعلق تصرف ہے {فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ} کے حکم کے تحت اور اجساد عنصریہ قیامت تک بدستور {أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ} کے حکم کے تحت میت رہیں گے، اور ارواح مبارکہ {أَحْيَاءٌ عِندَ

رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ} کے حکم کے تحت جنت الفردوس میں لذات سے لطف اندوز ہوتی رہیں گی، قیامت کے دن ارواح مبارکہ کو اجساد عنصریہ میں داخل کیا جائے گا {وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ، اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ط ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ من الآیات وغیرها} کے حکم کے تحت دوبارہ حقیقی، جسی اور کامل زندگی کے ساتھ زندہ ہو کر قبروں سے باہر تشریف لائیں گے۔

{مناظر موصوف کی بناء الفاسد علی الفاسد اور سفید جھوٹ}

مناظر موصوف نے تقریر دلپذیر میں " عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت قرآن مجید سے" کے عنوان سے دو آیتیں حیات شہداء والی تلاوت کی تھیں اور عادت کے مطابق، نہ تو ان آیات کی تفسیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی اور نہ حضرات صحابہ کرام ؓ و تابعین ؒ و اتباع تابعین ؒ میں سے کسی سے ذکر کی، اور اپنی طرف سے قرآن پاک کے مطالب بگاڑنے شروع کر دیے، جس کی حقیقت بحث بالا میں بیان ہو چکی ہے کہ مناظر موصوف نے جو عقلی ڈھکوسلہ بازی کی ہے کہ...... چونکہ قتل تو شہید کا جسم ہوتا ہے، تو زندہ بھی جسم ہے...... " تو معلوم ہوا کہ حیات شہداء کا مطلب یہ ہے کہ ارواح ابدان عنصری میں لوٹا دی گئی ہیں۔" یہ سراسر تحریف قرآن اور اصول و اعتقاد اہل السنت والجماعت سے بغاوت ہے، مناظر موصوف نے اپنی اس تحریف پر حیات انبیاء کو بطور دلالت النص کے ثابت کرنے کا دعویٰ کیا " کہ قرآن پاک کی آیات سے ثابت ہو گیا کہ شہیدوں کے ابدان عنصریہ زندہ ہیں اور انبیاء کی شان شہیدوں سے زیادہ ہے، تو معلوم ہوا کہ انبیاء کے ابدان عنصریہ بطریق اولیٰ زندہ ہیں" اس کو کہتے ہیں " بناء الفاسد علی الفاسد" نیز مناظر موصوف نے پوری تقریر میں کذب بیانی کی ہے کہ جماعت اشاعت التوحید والے حیات کے منکر ہیں، اوپر والی بحث میں آپ نے دیکھ لیا کہ " قرآن و سنت و اجماع امت سے جو حیات ثابت ہے، اس کی قائل ہی جماعت اشاعت التوحید والسنہ ہے"...... اور مناظر موصوف کی پارٹی کا ایمان تو محض اپنے عقلی ڈھکوسلوں پر ہے، اور ہمارا انکار ان کے عقلی ڈھکوسلوں اور تحریف بازی سے

ہے، جیسا کہ مقدمہ میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے، ہم نے جس طرح عبارۃ النص کی وضاحت کی ہے، اسی طرح اب دلالت النص کی وضاحت پیش کیے دیتے ہیں۔

{انبیاء ؑ کی حیات دلالت النص سے}

حضرات گرامی !! ہم نے حیات شہدا کے بارے میں تین آیات کی تفسیر وضاحت سے بیان کر دی ہے، عبارۃ النص سے ان آیات میں جس قسم کی حیات شہداء کے لیے ثابت ہے، اسی نوع کی حیات انبیاء کرام ؑ کے لیے بطریق دلالت النص ثابت ہوگی، یعنی ارواح شہداء کرام جنت میں ہیں تو ارواح انبیاء کرام ؑ بطریق اولیٰ جنت میں ہیں، اب ہم تائیداً چند احادیث ذکر کرتے ہیں تا کہ حیات انبیاء ؑ کی حقیقت اور زیادہ واضح ہو جائے۔

{حیات انبیاء ؑ کی وضاحت}

۱۔ {عن عائشة ؓ انها سمعت رسول الله ﷺ قبل ان یموت و هو مستند الی صدرها واصغت الیه یقول: اللّٰهم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ}

(موطا امام مالک عربی ص: ۲۲۰، موطا امام مالک اردو ج: ۱ ص: ۲۷۵)

ترجمہ: حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، موت سے پہلے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے عائشہ ؓ کے سینے کی طرف اور عائشہ ؓ نے کان لگائے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اے اللہ میری مغفرت فرما اور رحم کر مجھ پر اور ملا دے مجھ کو اعلیٰ درجے کے رفیقوں سے۔

۲۔ {عن عائشة ؓ انها سمعت النبی ﷺ واصغت الیه قبل ان یموت وهو مسند الی ظهره یقول: اللّٰهم اغفرلی وارحمنی والحقنی

بالرفیق...}

(بخاری شریف عربی ج:۲ ص:۶۳۹ باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ و بخاری شریف عربی ج:۲ ص:۷۸۴ و بخاری شریف اردو ج:۲ ص:۸۰۵)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی موت سے پہلے کان لگا کر آپ ﷺ سے سنا جب کہ آپ ﷺ اپنی پیٹھ کو ٹیک مجھ پر دیے ہوئے تھے، اور یہ فرما رہے تھے: اے اللہ! میری مغفرت فرمایئے اور مجھ پر رحم کیجیے اور رفیقوں سے مجھے ملا دیجیے۔

۳۔ {حدثنا هارون قال حدثنا عبدة عن هشام بن عروة عن عباد بن عبدالله بن زبير عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول عند وفاته: "اللّٰهمّ اغفر لى وارحمنى والحقنى بالرفيق الاعلىٰ" }قال ترمذی هذا حديث حسن صحيح

(ترمذی شریف ج:۲ ص:۱۸۷)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ وفات کے وقت یہ فرما رہے تھے: اے اللہ! میری مغفرت فرمایئے اور مجھ پر رحم کیجیے اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دیجیے۔

۴۔ {عن عائشةؓ قالت توفّى النبى ﷺ فى بيتى وفى يومى وبين سحرى ونحرى وكانت احدانا تعوذه بدعاء اذا مرض فذهبت اعوذه فرفع راسه الى السماء وقال: "فى الرّفيق الاعلىٰ فى الرّفيق الاعلىٰ" ومرّ عبدالرّحمٰن بن ابى بكرؓ وفى يده جريدة رطبة فنظر اليه النبىّ ﷺ فظننت ان له بها حاجة فاخذتها فمضغت رأسها ونفضتها فدفعت اليه فاستنّ بها كاحسن ماكان مستنًّا ثمّ ناولنيها فسقطت يدهٗ او سقطت من يده فجمع الله بين ريقى وريقه فى آخر يوم من الدّنيا واوّل يوم من الآخرة}

(بخاری شریف عربی ج:۲ ص:۶۴۰، بخاری اردو ج:۲ ص:۸۰۹)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میرے گھر میں میری باری کے دن ہوئی، اور میرے سینے اور میری گردن کے درمیان (آپ ﷺ کا سر تھا) آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اور ہمارا معمول تھا کہ جب آپ ﷺ بیمار پڑتے تو ہم دعا پڑھ کر آپ ﷺ کے واسطے پناہ مانگتے تو میں اس بیماری میں بھی آپ ﷺ کے لیے پناہ مانگنے لگی، تو آپ ﷺ نے (اس اثنا میں) اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمانے لگے: اے اللہ! رفیق اعلیٰ میں رکھ، اے اللہ! رفیق اعلیٰ میں رکھ (اور اسی دوران) عبدالرحمن بن ابی بکرؓ وہاں سے گذرے، تو ان کے ہاتھ میں ایک تازہ ٹہنی تھی، آنحضرت ﷺ نے اس ٹہنی کی طرف بڑے غور سے دیکھا تو میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ وہ تازہ ٹہنی میں نے عبدالرحمن بن ابی بکرؓ سے لے لی۔ پہلے میں نے اس ٹہنی کے سر کو چبایا (یعنی اس کو چبا کر نرم کیا) پھر اس کو جھاڑ کر (یعنی صاف کر کے) آپ ﷺ کو دے دی تو آپ ﷺ نے بہت ہی اچھے طریقے سے مسواک کی جس طرح آپ ﷺ پہلے اچھے طریقے سے مسواک کرتے تھے، پھر آپ ﷺ نے وہ مسواک مجھے دے دی، پس آپ ﷺ کا ہاتھ گر گیا، یا آپ ﷺ کے ہاتھ سے مسواک گر گئی (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ پر اللہ کا خاص فضل ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے میرے اور آنحضرت ﷺ کے لعاب کو اس دن جمع کر دیا جو آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی کا سب سے آخری اور آخرت کا سب سے پہلا دن تھا۔

۵۔ {ان عائشةؓ كانت تقول وبين يديه ركوة فيها ماء فجعل يدخل يديه فى الماء فيمسح بهما وجهه يقول: لا اله الّا الله انّ للموت سكرات ثمّ نصب يده فجعل يقول: "فى الرّفيق الاعلىٰ" حتّى قبض ومالت يده}

(بخاری شریف عربی ج:۲ ص:۶۴۰، ۹۶۴، بخاری اردو ج:۲ ص:۸۰۸)

بالرفیق...}

(بخاری شریف عربی ج:۲ ص:۹۳۹ باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ و بخاری شریف عربی ج:۲ ص:۸۴۷ و بخاری شریف اردو ج:۲ ص:۸۰۵)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی موت سے پہلے کان لگا کر آپ ﷺ سے سنا جب کہ آپ ﷺ اپنی پیٹھ کو ٹیک مجھ پر دیے ہوئے تھے، اور یہ فرمار ہے تھے: اے اللہ! میری مغفرت فرمایئے اور مجھ پر رحم کیجیے اور رفیقوں سے مجھے ملا دیجیے۔

۳۔ {حدثنا ھارون قال حدثنا عبدة عن ھشام بن عروة عن عباد بن عبداللہ بن زبیر عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول عند وفاتہ: "اللّٰھمّ اغفر لی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ"} قال ترمذی ھذا حدیث حسن صحیح

(ترمذی شریف ج:۲ ص:۱۸۷)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ وفات کے وقت یہ فرمار ہے تھے: اے اللہ! میری مغفرت فرمایئے اور مجھ پر رحم کیجیے اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دیجیے۔

۴۔ {عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت توفّی النبی ﷺ فی بیتی وفی یومی وبین سحری ونحری وکانت احدانا تعوذہ بدعاء اذا مرض فذھبت اعوذہ فرفع راسہ الی السماء وقال: "فی الرّفیق الاعلیٰ فی الرّفیق الاعلیٰ" ومرّ عبدالرّحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ وفی یدہٖ جریدة رطبة فنظر الیہ النّبی ﷺ فظننت انّ لہ بھا حاجة فاخذتھا فمضغت رأسھا ونفضتھا فدفعت الیہ فاستنّ بھا کاحسن ما کان مستنّا ثمّ ناولنیھا فسقطت یدہٗ او سقطت من یدہٖ فجمع اللہ بین ریقی وریقہٖ فی آخر یوم من الدّنیا واوّل یوم من الآخرة}

(بخاری شریف عربی ج:۲ ص:۶۴۰، بخاری اردو ج:۲ ص:۸۰۹)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میرے گھر میں میری باری کے دن ہوئی، اور میرے سینے اور میری گردن کے درمیان (آپ ﷺ کا سر تھا) آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اور ہمارا معمول تھا کہ جب آپ ﷺ بیمار پڑتے تو ہم دعا پڑھ کر آپ ﷺ کے واسطے پناہ مانگتے تو میں اس بیماری میں بھی آپ ﷺ کے لیے پناہ مانگنے لگی، تو آپ ﷺ نے (اس اثنا میں) اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمانے لگے: اے اللہ! رفیق اعلیٰ میں رکھ، اے اللہ! رفیق اعلیٰ میں رکھ (اور اسی دوران) عبدالرحمن بن ابی بکرؓ وہاں سے گذرے، تو ان کے ہاتھ میں ایک تازہ ٹہنی تھی، آنحضرت ﷺ نے اس ٹہنی کی طرف بڑے غور سے دیکھا تو میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ وہ تازہ ٹہنی میں نے عبدالرحمن بن ابی بکرؓ سے لے لی۔ پہلے میں نے اس ٹہنی کے سر کو چبایا (یعنی اس کو چبا کر نرم کیا) پھر اس کو جھاڑ کر (یعنی صاف کر کے) آپ ﷺ کو دے دی تو آپ ﷺ نے بہت ہی اچھے طریقے سے مسواک کی، جس طرح آپ ﷺ پہلے اچھے طریقے سے مسواک کرتے تھے، پھر آپ ﷺ نے وہ مسواک مجھے دے دی، پس آپ ﷺ کا ہاتھ گر گیا، یا آپ ﷺ کے ہاتھ سے مسواک گر گئی (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ پر اللہ کا خاص فضل ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے میرے اور آنحضرت ﷺ کے لعاب کو اس دن جمع کر دیا جو آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی کا سب سے آخری اور آخرت کا سب سے پہلا دن تھا۔

۵۔ {انّ عائشة رضی اللہ عنہا کانت تقول وبین یدیہ رکوة فیھا ماء فجعل یدخل یدیہ فی الماء فیمسح بھما وجھہٗ یقول: لا الٰہ الّا اللہ انّ للموت سکرات ثمّ نصب یدہٗ فجعل یقول: "فی الرّفیق الاعلیٰ" حتّی قبض ومالت یدہٗ}

(بخاری شریف عربی ج:۲ ص:۶۴۰، ۹۶۴، بخاری اردو ج:۲ ص:۸۰۸)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں (نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالکل آخری زندگی کے لمحات اس طرح گذرے کہ اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانی کی ایک چھاگل (یعنی ایک بڑا برتن) رکھی ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اپنے دونوں ہاتھ اس چھاگل والے پانی میں داخل کرتے اور (بھگو کر) پھر انہیں اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے تھے، اور فرماتے تھے لا الٰہ الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) موت میں بڑی سختیاں ہوتی ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعا کیلئے) اپنا ہاتھ اٹھا کر کہنا شروع کیا، اے اللہ! رفیق اعلیٰ میں رکھ، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک جسم سے نکل گئی اور ہاتھ نیچے گر گیا۔

۶۔ {عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: كنت اسمع انّهٗ لا يموت نبي حتّٰى يخيّر بين الدنيا والاٰخرة سمعت النبي ﷺ يقول في مرضه الّذي مات فيه واخذته بحة يقول: مع الّذين انعم الله عليهم من النّبيّين والصّدّيقين والشّهدآء والصّالحين وحسن اولٰئك رفيقاً}

(بخاری شریف عربی ج:۲ ص:۸ ۶۳، بخاری اردو ج:۲ ص:۸۰۳)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی کو اس کے مرض الموت میں دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دے دیا جاتا ہے (کہ چاہے تو وہ کچھ مدت تک دنیا کی زندگی کو اختیار کیے رہے اور چاہے تو عالم آخرت کے سفر کو اختیار کرے، لیکن ہمیشہ ایسا ہوا کہ ہر نبی نے دنیا کی زندگی کو ترک کر کے اللہ کے ہاں جانے کو پسند و اختیار کیا، کیونکہ جو کچھ اللہ کے ہاں ہے اصل نعمت وہی ہے اور اس کو دوام و قرار ہے) پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلاء ہوئے اور (وہ مرحلہ آیا کہ) آواز سخت بھاری ہوگئی (جیسے جان کنی کے وقت سانس یا بلغم حلق میں آکر اٹک جاتا ہے اور اس کی وجہ سے آواز میں خرخراہٹ اور بھاری پن پیدا ہو جاتا ہے) تو اس وقت میں نے سنا آپ علیہ السلام کی زبان پر یہ الفاظ تھے (الٰہی) مجھ کو ان لوگوں میں شامل فرما، جن پر تو نے اپنا فضل و انعام کیا، کہ وہ انبیاء،

صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، وہی لوگ اچھے رفیق ہیں، ان دعائیہ الفاظ سے میں سمجھ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (دنیاوی زندگی اور عالم آخرت میں سے کسی ایک کو چن لینے کا) اختیار دے دیا گیا ہے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی زندگی کو چھوڑ کر عالم آخرت کو چن لیا ہے) (مظاہر حق جدید شرح اردو مشکوۃ ج:۵، ص:۵۷۵)

۷۔ {ان عائشة رضی اللہ عنہا قالت: كان رسول الله ﷺ وهو صحيح يقول: انّهٗ لم يقبض نبي قط حتى يرىٰ مقعده من الجنّة ثمّ يحيٰ او يخيّر فلما اشتكىٰ وحضره القبض ورأسهٗ على فخذ عائشة رضی اللہ عنہا غشي عليه فلما افاق شخص بصره نحو سقف البيت ثمّ قال: اللّٰهم في الرّفيق الاعلىٰ. فقلت: اذاً لا يجاورنا فعرفت انه حديثه الّذي كان يحدّثنا وهو صحيح}

(بخاری شریف عربی ج:۲ ص:۸ ۶۳، بخاری اردو ج:۲ ص:۸۰۴)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی (اور صحت کے زمانہ) میں فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی کسی نبی کی روح قبض کی جاتی ہے تو پہلے جنت میں اس کی قیام گاہ (اس کے رہنے کی جگہ) اسے ضرور دکھا دی جاتی ہے پھر اسے دنیا یا آخرت کی زندگی کے پسند کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے، پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور روح قبض ہونے کا وقت قریب آگیا، تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک عائشہؓ کی ران پر تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوگئی، جب افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں گھر کی چھت کی طرف اٹھ گئیں، پھر فرمایا: اے اللہ! رفیق اعلیٰ میں جگہ عطاء فرما، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ اس وقت میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پڑوس میں رہنا پسند نہیں کرتے (یعنی اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی زندگی پسند نہیں) مجھے وہ حدیث یاد آگئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی کی حالت میں بیان فرماتے تھے۔

۸۔ {عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: كان النّبي ﷺ يقول وهو صحيح: انّهٗ

لم يقبض نبي حتى يرىٰ مقعده من الجنة ثم يخير فلما نزل به ورأسه على فخذي غشي عليه ثم افاق فاشخص بصره الى سقف البيت ثم قال: اللّٰهم الرفيق الاعلىٰ. فقلت: اذاً لا يختارنا، وعرفت انه الحديث الذي كان يحدثنا و هو صحيح قالت: وكانت آخر كلمة تكلم بها: اللّٰهم الرفيق الاعلىٰ﴾

(بخاری شریف ج:۲ ص:۶۴۱)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ حالت صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کی روح قبض کرنے سے پہلے انہیں جنت میں ان کی قیام گاہ دکھادی جاتی ہے پھر اختیار دیا جاتا ہے کہ (چاہیں آخرت کی زندگی پسند کریں اور اگر چاہیں تو دنیا کی زندگی پسند کریں) پھر جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا، اس وقت آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی، جب ہوش میں آئے تو آپ ﷺ نے اپنی نظر گھر کی چھت کی طرف اٹھائی اور فرمایا: اللّٰهم الرفيق الاعلىٰ... اے اللہ مجھے اپنی بارگاہ میں انبیاء وصدیقین سے ملا دے، میں اسی وقت سمجھ گئی کہ اب آپ ﷺ ہمیں پسند نہیں کر سکتے (یعنی ہمارے پاس نہیں رہیں گے) اور مجھے وہ حدیث یاد آگئی جو آپ ﷺ حالت صحت میں ہم سے بیان کیا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ نے بیان کیا آخری کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا وہ یہی تھا: اللّٰهم الرفيق الاعلىٰ...

(تفہیم البخاری ج:۲ ص:۸۱۲)

۹۔ ﴿عن سمرة بن جندب قال: كان النبي ﷺ (الىٰ ان قال) و الدار الاولىٰ التي دخلت دار عامة المؤمنين واما هٰذه الدار فدار الشهداء، وأنا جبريل وهٰذا ميكائيل فارفع رأسك فرفعت رأسي فاذا فوقي مثل السحاب قالا: ذاك منزلك قلت: دعاني ادخل منزلي قالا: انه بقي لك عمر لم تستكمله فلو استكملت اتيت

منزلك﴾

(بخاری شریف ج:۱ ص:۱۸۵، ترمذی شریف ج:۲ ص:۵۵)

ترجمہ: حضرت سمرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ (آگے لمبی حدیث آپ ﷺ کے معراج منامی کا واقعہ ذکر فرمایا ہے، کہ آپ ﷺ جنت میں داخل ہوئے اور مختلف لوگوں کے مکان دیکھے) اور پہلا گھر جس میں آپ ﷺ پہلے داخل ہوئے تھے وہ (جنت میں) عام مومنین کا مکان ہے اور یہ گھر (جو پہلے گھر سے اوپر واقع ہے اور جس میں اب کھڑے ہو) شہداء کا مکان ہے، میں جبرئیل ہوں اور یہ (جو میرے ساتھ ہے) میکائیل ہے، اب آپ ﷺ اوپر سر مبارک اٹھائیے (آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر (نہایت بلندی میں) بادل کی مانند کوئی چیز ہے ان دونوں نے کہا کہ یہ بادل کی مانند جو چیز آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں، دراصل جنت میں آپ ﷺ کا مکان ہے، میں نے کہا پھر تو مجھے چھوڑ دو، تاکہ میں اپنے مکان میں داخل ہوں (اور اس کی سیر کروں) ان دونوں نے کہا (داخلہ کی فی الحال اجازت نہیں کیوں کہ) ابھی تو آپ ﷺ کی دنیا والی حیاتی باقی ہے، جس کو آپ ﷺ نے تاہنوز پورا نہیں کیا پس جب آپ ﷺ اپنی دنیا والی حیاتی کو پورا کرلیں گے، تو آپ اپنی منزل میں آجائیں گے۔

۱۰۔ ﴿عن انس رضی اللہ عنہ لما ثقل النبي ﷺ جعل يتغشاه فقالت فاطمة رضی اللہ عنہا: واكرب اباه. فقال لها ليس على ابيكِ كرب بعد اليوم فلما مات قالت: يا ابتاه اجاب ربا دعاه. يا ابتاه من جنة الفردوس مأواه يا ابتاه الى جبريل ننعاه. فلما دفن قالت فاطمة رضی اللہ عنہا: يا انس! اطابت انفسكم ان تحثوا على رسول الله ﷺ التراب﴾

(بخاری شریف عربی ج:۲ ص:۶۴۱، اردو ج:۲ ص:۸۱۲)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی بیماری سخت ہوگئی اور آپ ﷺ پر (بار بار) بے ہوشی طاری ہونے لگی (تو آپ

ﷺ کی صاحبزادی) حضرت فاطمہؓ نے (یہ حال دیکھ کر) کہا ہائے میرے بابا جان کو کتنی بے چینی ہے (یعنی کیسی تکلیف نے گھیر رکھا ہے) آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا: آج کے دن کے بعد تمہارے بابا جان کی یہ بے چینی نہیں رہے گی (یعنی بس آج ہی کا دن ہے اس کے بعد کوئی سختی نہ ہوگی۔ مطلب یہ تھا کہ کرب اور سختی مرض کی شدت کی وجہ سے ہے اور کرب وسختی احساس واظہار جسم اور روح کے تعلق رکھنے کے سبب سے ہے، لیکن آج کے دن کے بعد جب اس جسم سے روح کا تعلق ختم ہو چکا ہوگا اور صرف روحانی علائق باقی رہ جائیں گے، تو پھر سکون ہی سکون ہوگا) پھر جب آنحضرت ﷺ پر موت طاری ہوگئی تو حضرت فاطمہؓ (بطور ندبہ) یوں کہنے لگیں: ہائے ابا جان! آپ نے اپنے پروردگار کا بلاوا قبول کیا (یعنی اللہ نے آپ ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور آپ ﷺ اس دعوت کو قبول کر کے اپنے پروردگار کے پاس چلے گئے) ہائے ابا جان! آپ جنت الفردوس میں اپنے مقام پر چلے گئے (یعنی اب وفات کے بعد آپ ﷺ کی روح مبارک کا مستقر ومسکن جنت الفردوس ہے) ہائے ابا جان! ہم جبریلؑ کو آپ ﷺ کی موت کی خبر سناتے ہیں، پھر جب آنحضرت ﷺ دفن کر دیے گئے تو حضرت فاطمہؓ نے حضرت انسؓ (اور دیگر اصحاب رسول ﷺ) سے کہا کہ تم لوگوں نے آخر یہ کیسے گوارہ کر لیا کہ رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈال دی (یعنی تمہارے دل رسول اللہ ﷺ کے وجود کو قبر میں رکھ کر اس پر مٹی ڈالنے کے لیے کس طرح آمادہ ہو گئے تھے؟)

(تلك عشرة كاملة)

{احادیث مذکورہ سے چند فوائد}

فائدہ نمبر ۱۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے حیات دنیوی کے آخری لمحات میں اللہ رب العزت سے جنت مانگی، پھر جنت کا بھی وہ اعلیٰ درجہ مانگا، جس میں دیگر انبیاء کرامؑ، صدیقین اور شہداء وصالحین کے ارواح مقدسہ قیام پذیر ہیں، اللہ تعالیٰ نے

آپ ﷺ کی یہ دعا قبول فرمائی اور موت کے بعد آپ ﷺ کی روح مبارک کو رفیق اعلیٰ جنت الفردوس میں رہائش عطا فرمائی، تو ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء، صدیقینؓ اور شہداء کی حیات ایک ہی نوع کی ہے یعنی برزخی، روحانی، جنت میں...... آیت شہداء سے عبارۃ النص کے طور پر شہداء کی جنتی، روحانی حیات ثابت ہے اور انبیاء کرامؑ کی دلالت النص سے حیات برزخی، روحانی جنت میں ثابت ہوئی ہے، اور یہ احادیث بھی اس بات کی زبردست تائید کر رہی ہیں اور محرفین کی تحریفات کی دھجیاں بکھیر رہی ہیں۔

فائدہ نمبر ۲۔ تمام انبیاء کرامؑ، صدیقین، شہداء وصالحین کی ارواح مبارکہ بعد از موت جنت الفردوس میں رہتی ہیں نہ کہ ابدان عنصریہ میں۔

فائدہ نمبر ۳۔ تمام صحابہ کرامؓ کا عقیدہ یہی تھا کہ بعد از وفات انبیاء کرامؑ، صدیقین، شہداء وصالحین کی حیات برزخی فی الجنۃ ہے، نہ کہ حیات دنیوی، حقیقی، حسی جیسا کہ مناظر موصوف اینڈ کمپنی کا عقیدہ ہے۔

فائدہ نمبر ۴۔ سیدہ طیبہ عائشہ صدیقہؓ کے فرمان سے کہ **فقلت: اذا لا یجاورنا**... کہ اب آپ ﷺ ہمارے پڑوس میں نہیں رہیں گے، سے کتنی وضاحت ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی میت مبارک حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں موجود ہے اور آپ ﷺ کی روح مبارک جنت الفردوس پہنچ گئی ہے، اگر آپ روح مع الجسد حجرہ مبارکہ میں موجود ہوں، تو اس جملے کا کوئی مطلب نہیں بن سکتا۔

فائدہ نمبر ۵۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: جس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اسی دن آپ ﷺ کی برزخی حیات کی ابتداء ہوئی، اور یہ بھی فرماتی ہیں کہ {ان ابا بکر قبل النبی ﷺ فهو ميت} کہ حضرت ابوبکرؓ نے نبی پاک ﷺ کو اس حال میں بوسہ دیا کہ آپ ﷺ میت تھے، تو معلوم ہوا برزخی حیات لفظ میت کے اطلاق کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ میت کا معنی یہ ہے کہ روح کا جسد

عنصری کے ساتھ تعلق حیات نہ ہو، اور حیات برزخی میں بھی روح کا بدن عنصری کے ساتھ تعلق تصرف نہیں ہوتا۔

فائدہ نمبر ۶۔ جنت الفردوس والا درجہ بہشت کے تمام درجات سے اوپر ہے، اس کے اوپر جنت کا کوئی درجہ نہیں، البتہ جنت الفردوس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے، جہاں آپ ﷺ موت کے بعد دیگر انبیاء کرامؑ کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔

فائدہ نمبر ۷۔ احادیث مذکورہ میں رفیق اعلیٰ کے معنی جنت الفردوس اور جماعت انبیاء کرام وغیرہ صراحتاً مذکور ہیں، لیکن ہوسکتا ہے محقق لمس اینڈ کمپنی حسب عادت ڈنڈی مارنے کی کوشش کرے، اس لیے چند حوالہ جات ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ کوئی عذر باقی نہ رہے۔

{رفیق اعلیٰ سے مراد کیا ہے؟}

۱۔ علامہ ابن رجب حنبلیؒ اور علامہ الوسیؒ کا حوالہ:

{اما الانبیاء فلاشك ان ارواحهم عند الله فی اعلیٰ علیین وقد ثبت فی الصحیح ان آخر کلمة تکلم بها رسول الله ﷺ عند موته قال: اللهم الرفیق الاعلیٰ....}

(روح المعانی ج:۱۵ ص:۱۶۱، کتاب احوال القبور)

ترجمہ: بہرحال انبیاء کی روحیں تو بلاشک و بلاتردد اللہ کے جوار رحمت میں اعلیٰ علیین میں مقیم ہیں، چنانچہ صحیح حدیث سے ثابت ہے (جو بھی گذری ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ نے موت کے وقت آخری بات جو زبان اقدس سے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ اے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ میں لے جا۔

۲۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ
(مؤلف فضائل اعمال) فرماتے ہیں:

{واختلفوا فی معنی الحدیث فقال الجوهری، الرفیق الاعلیٰ

الجنة ویؤیده ماوقع عند ابن اسحٰق "الرفیق الاعلیٰ الجنة" وقال ابن عبد البر "هو اعلیٰ الجنة" وقیل "الرفیق" اسم جنس یشمل الواحد وما فوقه والمراد به من ذکر فی الآیة من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولٰئك رفیقا}

(اوجز المسالک شرح موطا امام مالک ج:۳ ص:۲۸۹)

ترجمہ: محدثین کرام کے اس حدیث کی تشریح میں چند اقوال ہیں، چنانچہ علامہ جوہریؒ فرماتے ہیں: رفیق اعلیٰ سے مراد بہشت ہے اور اسی معنی کی تائید کرتی ہے، ابن اسحٰق کی وہ روایت جس میں الفاظ ہیں: الرفیق الاعلیٰ الجنة، علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ رفیق اعلیٰ سے مراد بہشت کا اونچا اور عمدہ درجہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لفظ رفیق اسم جنس ہے، جو کہ ایک اور ایک سے زائد کو شامل ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا، صالحین وغیرہ۔

۳۔ حضرت مولانا اشفاق الرحمن کاندھلویؒ...... نے بھی رفیق اعلیٰ سے جنت میں انبیاء کی سنگت مراد لی ہے۔ (کشف المغطا حاشیہ موطا ص:۲۲۰)

۴۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (زاد المعاد)

۵۔ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج:۱۱ ص:۲۳۹)

۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (اشعۃ اللمعات ج:۴ ص:۶۰۶)

۷۔ علامہ عبدالحق حقانی دیوبندیؒ (تفسیر حقانی ج:۵ ص:۲۸۸)

۸۔ نواب قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ (مظاہر حق جدید ج:۵ ص:۵۳۱)

۹۔ مولانا عبدالمالک کاندھلویؒ (تفسیر معارف القرآن ج:۷ ص:۵۲۱)

۱۰۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (تفسیر عزیزی فارسی ص:۱۰۰، پارہ:۳۰)

(تلك عشرة كاملة)

ان تمام اکابرین نے تھوڑے سے الفاظ کی تعبیر کے اختلاف کے ساتھ رفیق

اعلیٰ کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے، تفصیل کے لیے اصل کتابوں کی طرف مراجعت فرمائیں۔

آمدم بر سر مطلب!! قرآن پاک کی عبارۃ النص سے جس نوع کی حیات ثابت ہوگی، دلالت النص سے بھی اسی نوع کی حیات ثابت ہوگی، حیات شہداء روحانی برزخی فی الجنۃ ہے، تو حیات انبیاء کرام بطریق اولی روحانی برزخی فی الجنۃ ہی ہوگی ــــ وھو المطلوب۔

مناظر موصوف نے عبارۃ النص میں تحریف کر کے دلالت النص میں بھی تحریف کا ارتکاب فرمایا ہے۔

حضرات گرامی!! قرآن وحدیث وتشریحات اکابر سے دیکھ لیا، کہ وفات کے بعد تمام انبیاء کرام کی طرح نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کا مستقر جنت الفردوس ہے۔

اب ذرا مناظر موصوف اینڈ کمپنی کا اجتہاد ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ کی روح کو جب قبض کیا گیا تو رب نے اس روح کو پوری کائنات میں دیکھا کہ میں کہاں رکھوں؟ کوئی جگہ نہ ملی، تو روح کو نبی ﷺ کے جسم میں رکھ دیا۔ کیوں؟ نبی ﷺ کے جسم سے بہتر کوئی جگہ نہیں...... اس لیے رب نے اس روح کو دوبارہ محمد ﷺ کے جسم میں لوٹا دیا۔ (یادگار خطبات ص:۲۵۵)

نیز ایک اور مجتہد زماں، یوں لب کشائی فرماتے ہیں:

مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ فرماتے ہیں کہ آجا...... آقا ﷺ فرماتے تھے، یا اللہ! عائشہ کا حجرہ چھوڑنے کو دل نہیں کرتا...... محبوبا آجا؟ پروردگارا عائشہ طاہرہ حمیرہ صدیق کی بیٹی کا گھر نہیں چھوڑا جاتا...... مصطفی میری طرف آ۔ میں نے تجھے جنت میں رکھنا ہے، میں کہتا ہوں آقا نے فرمایا ہوگا، ربا! میں نے حجرہ نہیں چھوڑنا، آپ جنت کو ادھر بلا لیں، اللہ فرماتے ہیں: چل ٹھیک ہے {وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ} سوہنیا تو راضی ہے تو میں قادر ہوں۔ (یادگار خطبات ص:۲۲۰)

حضرات گرامی!! آپ اندازہ فرمائیں کہ محقق ٹمن اینڈ کمپنی قرآن وسنت، اصحاب رسول ﷺ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مفسرین اہل السنت والجماعت کے مقابلے میں کس قدر عقلی ڈھکوسلے بازیاں، شطلیات اور اجتہاد آرائیاں کرتے ہیں اور پھر بھی اپنے آپ کو اہل السنت والجماعت کا ٹھیکدار سمجھے بیٹھے ہیں، محقق ٹمن صاحب! آپ فرمایئے کہ قرآن وحدیث کی تحریف کا کیا حکم ہے؟ اور جو شخص قرآن وحدیث سے بغاوت اختیار کرے، شریعت میں اسے کیا نام دیا جاتا ہے؟

{صاحب تقریر دلپذیر کا اصحاب رسول ﷺ پر افتراء اور بدترین جہالت}

صاحب تقریر دلپذیر نے حسب عادت ص:۲۷ پر اہل حق پر الزام لگاتے ہوئے عجیب جہالت کا نمونہ پیش کیا ہے، فرماتے ہیں:

ایک بات ہمارے دوست یہ کہا کرتے ہیں کہ جی خطبہ صدیق پڑھو، تو میں کہا کرتا ہوں کہ خطبہ صدیق پورا پڑھو...... ابو بکر صدیق نے اس موقع پر دو اعلان کیے تھے، اور دونوں پر صحابہ کرام کا اجماع ہوا۔ ہم الحمد للہ! دونوں کو مانتے ہیں، دونوں کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں۔ اب وہ اعلان سن لیں، یہ میرے سامنے بخاری شریف رکھی ہے، ص:۵۱۷ جلد اول پر ہے: جب نبی کا وصال ہو گیا اور ایک پریشانی صحابہ کرام میں پیدا ہو گئی، ابو بکر صدیق کو پتہ چلا تو تشریف لے آئے، آپ ﷺ پر چادر ڈالی ہوئی تھی، ابو بکر صدیق نے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی، بوسے دیئے اور فرمایا {لا یذیقک اللہ الموتتین ابداً} اے محبوب ﷺ! اللہ آپ کو کبھی بھی دو موتیں نہیں چکھائے گا، اس کی وضاحت میں بعد میں کروں گا، اس کے بعد پھر اعلان فرمایا {من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ} آگے ان آیات کے اندر اعلان قبر والی موت کا ہے یا عالم دنیا کی موت کا؟ عالم دنیا کی موت کا اعلان ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کا جو یہ اعلان تھا...... بعض صحابہ کرام دنیا والی موت کا انکار کر رہے تھے، ابو بکر صدیق نے یہ آیتیں پڑھ کر بتا دیا، جو دنیا کے

اندر موت آتی ہے وہ آپ پر آچکی اور ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں یا نہیں؟ رکھتے ہیں، ہمارا
یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کی دنیا کی زندگی جو تریسٹھ سال تھی وہ پوری ہوئی، اس کے
بعد موت آئی اور اسی موت کا یہاں پر اعلان ہے، اور ہمارا عقیدہ ہے، لیکن مماتیوں کا
نہ اس پر ایمان ہے اور نہ اس کے مطابق عقیدہ ہے۔ اس اعلان میں جس عقیدہ کا بیان
ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں
چکھائے گا، وہ دو موتیں یہ ہیں: بخاری شریف کے اسی صفحہ پر حاشیہ میں فتح الباری کے
حوالے سے لکھا ہے کہ ایک موت تو یہی دنیا والی ہے جو آپ ﷺ پر آچکی ہے، اور
دوسری موت جس کی نفی کرنی مقصود ہے وہ قبر کی موت ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی
فرماتے ہیں کہ جب کسی کو قبر کے اندر پہنچا دیا جاتا ہے تو اس کو قبر میں دوبارہ زندگی ملتی
ہے، یہ زندگی انبیاءؑ کو بھی ملتی ہے اور غیر انبیاءؑ کو بھی ملتی ہے، لیکن جو غیر انبیاءؑ ہیں ان کو
زندگی ملی، سوال وجواب ہوا، اس کے بعد پھر قبر میں ان پر موت آتی ہے، یعنی روح
اپنے مستقر میں چلی جاتی ہے...... لیکن نبی کریم ﷺ کے بارے میں حضرت ابوبکر
صدیقؓ نے صاف اعلان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا اور قبر کی دونوں موتیں نہیں
چکھائے گا، دنیا میں آپ پر جو موت آنی تھی وہ آچکی، اے محبوب! اب آپ کو اللہ
تعالیٰ قبر میں ایسی زندگی عطا فرمائیں گے اور ایسی حیات عطا فرمائیں گے، جو ابدی
حیات ہے، جس کے بعد موت نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا اور قبر کی دونوں موتیں
نہیں چکھائے گا، دنیا کی موت آچکی، اس کے بعد اب قبر میں دائمی زندگی عطا ہوگی،
اس کے بعد موت نہیں آئے گی۔

ابوبکر صدیقؓ کے ان دونوں اعلانوں پر کسی صحابیؓ نے بھی اعتراض نہیں کیا،
اس پر کوئی نقطہ اعتراض نہیں لگایا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا جسم
مبارک جو قبر کے اندر محفوظ ہے، یعنی دنیا والا اصلی عنصری جسم، ابدی اور دائمی زندگی کے
ساتھ زندہ ہے، اس پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے اور آپ ﷺ پر عالم دنیا میں جو
موت آئی ہے، اس پر بھی صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے، ہم صحابہ کرامؓ کے یہ دونوں اجماع

مانتے ہیں، اور دونوں کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں...... لہٰذا دنیا کی موت برحق اور پیغمبر
پاک ﷺ کی قبری حیات بھی برحق۔

نعرہ تکبیر...... اللہ اکبر

عقیدہ حیات النبی ﷺ...... زندہ باد

خلافت راشدہ...... حق چار یار

(تقریر دلپذیر ص: ۲۷ تا ۲۹)

الجواب:

مثل مشہور ہے کہ بھینگے آدمی کو ہر چیز ٹیڑھی ہی نظر آتی ہے، مناظر موصوف
تلبیس وفریب اور جہالت کے پلندا ہیں، پوری تقریر میں دھوکہ بازی، تحریف اور
کذب بیانی کے کرتب دکھائے ہیں، محقق ممن جیسے جیالے تو بغلیں بجاتے رہے، جیسے
مداری کے سامنے ایکٹنگ ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں مناظر موصوف نے اپنی جان پر
ظلم عظیم فرمایا ہے، ہم اختصاراً بالترتیب جواب عرض کرتے ہیں۔

نمبر ۱: مناظر صاحب نے فرمایا ہے کہ خطبہ صدیق پورا پڑھو، ابوبکر صدیقؓ
نے اس موقع پر دو اعلان کئے تھے...... الخ

الجواب: مناظر صاحب نے عجیب جہالت کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ
{لایذیقك الله الموتتین ابداً} کو خطبہ صدیق اکبرؓ کا حصہ قرار دیا ہے، اکثر
اوکاڑوی صاحب کے متوسلین اس حماقت کا شکار ہیں اور وہ بڑے دھڑلے سے کہتے
ہیں کہ جی! اشاعت التوحید والسنہ والے، حضرت صدیق اکبرؓ کا پورا خطبہ نہیں پڑھتے
حالانکہ یہ جہالت اوکاڑوی صاحب کے صدری نکات میں سے ہے۔

حالانکہ بخاری شریف میں خطبہ صدیق اکبرؓ متعدد مقامات پر موجود ہے، مثلاً
ص: ۵۱۷، ۶۴۰ اور ص: ۱۶۶ وغیرہ...... ص: ۵۱۷ کے الفاظ یہ ہیں:

{عن عائشة رضی الله عنها زوج النبی ﷺ ان رسول الله ﷺ مات وابو

بکر ﷺ بالسنح قال اسماعیل یعنی بالعالیۃ فقام عمر ﷺ یقول والله مامات رسول الله ﷺ قالت وقال عمر: والله ما کان یقع فی نفسی الا ذاک ولیبعثنّه الله فلیقطعنّ ایدی رجال وارجلهم فجاء ابوبکر فکشف عن رسول الله ﷺ فقبّله فقال: بابی انت وامی طبت حیاً ومیتا والّذی نفسی بیده "لا یذیقک الله الموتتین ابداً" ثمّ خرج فقال: ایها الحالف علیٰ رسلک فلمّا تکلّم ابوبکر ﷺ جلس عمر ﷺ فحمد الله ابوبکر واثنیٰ علیه وقال: ألا من کان یعبد محمداً فانّ محمداً ﷺ قد مات ومن کان یعبد الله فانّ الله حیّ لا یموت وقال: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ وقال: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ قال: فنشج الناس یبکون...}

(ص: ۵۱۷، ۶۴۰ اور ص: ۱۶۶ وغیرہ، ص: ۵۱۷ جلد اول)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بیان فرمایا: کہ حضور اکرم ﷺ کی جب وفات ہوئی تو ابوبکرؓ اس وقت مقام سنح میں تھے اسماعیل نے کہا کہ آپؓ کی مراد مدینہ کے بالائی علاقہ سے تھی، پھر عمرؓ اٹھ کر یہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا دل اس کے سوا کسی اور بات کے لیے تیار نہیں تھا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آنحضور ﷺ کو مبعوث فرمائیں گے اور آپ ان لوگوں (منافقین) کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے اور حضور اکرم ﷺ کی نعش مبارک (میت مبارک) کو کھول کر (چہرہ اقدس سے چادر اٹھا کر) بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ زندگی میں پاکیزہ تھے اور میت ہونے کی حالت میں بھی پاکیزہ ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری

جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں کبھی بھی نہیں چکھائے گا، اس کے بعد آپؓ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لے آئے، اور فرمایا: اے قسمیں اٹھانے والے (خطاب حضرت عمرؓ سے تھا جو مسجد نبوی ﷺ میں قسمیں اٹھا اٹھا کر کہہ رہے تھے کہ آپ ﷺ پر موت نہیں آئی) ٹھہر جا۔ پھر جب حضرت ابوبکرؓ کلام نے شروع کیا تو حضرت عمرؓ بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور فرمایا خبردار! جو کوئی تم میں سے عبادت کرتا تھا محمد ﷺ کی، تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ بیشک محمد ﷺ وفات پاگئے ہیں اور جو شخص عبادت کرتا تھا اللہ کی بے شک اللہ زندہ ہے جس پر موت نہیں آسکتی، اور فرمایا (اور یہ آیت پڑھی) "بے شک تجھے بھی مرنا ہے اور وہ بھی مر جائیں گے" اور فرمایا "اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہے، ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول، پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں، اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں تو ہرگز نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ اور اللہ تعالیٰ ثواب دے گا شکر گزاروں کو۔

(ترجمہ آیات از شیخ الہندؒ)

پس لوگ (خطبہ) سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، اور دوسری روایت میں ہے کہ خطبہ سن کر تمام صحابہؓ کی زبان پر یہی آیتیں دہرائی جارہی تھیں:

{اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ}... بخاری شریف

حضرات گرامی! ہم نے حدیث کا پورا حصہ نقل کر دیا ہے تاکہ مناظر موصوف، نام نہاد شیخ الحدیث کی حدیث دانی و کذب بیانی یا حماقت و جہالت واضح ہو جائے۔ اس حدیث میں صاف صراحت موجود ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے {لا یذیقک الله الموتتین ابداً} والا جملہ حجرہ عائشہ صدیقہؓ کے اندر جہاں حضرت نبی پاک ﷺ کی میت مبارک موجود تھی، آپ ﷺ کی میت مبارک کو بوسہ دیتے وقت فرمایا، پھر حجرہ مبارک سے نکل کر مسجد نبوی میں تشریف لائے، جہاں حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ موجود تھے، حضرت نے حمد وثناء سے خطبہ شروع فرمایا اور مسئلہ ممات النبی ﷺ صحابہ کرامؓ کو سمجھایا۔ اب کوئی شیخ الحدیث صاحب سے پوچھے کہ

حجرہ مبارک میں صدیق اکبرؓ کس کے سامنے خطبہ دے رہے تھے؟

تف ہے اس جہالت اور تعصب پر جس نے دل کی آنکھیں اندھی کر دی ہیں کہ خطبہ اور غیر خطبہ میں فرق بھی سمجھ نہیں آتا۔ یہ لوگ ان کے شیخ الحدیث کہلواتے ہیں اور ڈینگے مارتے پھرتے ہیں، حالانکہ مبتدی طالبعلم بھی سمجھ سکتا ہے کہ خطبہ کی ابتداء حمد وثناء سے ہوتی ہے، اور حدیث میں صراحت ہے کہ حضرتؓ نے خطبہ مبارک مجمع صحابہ کرامؓ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ارشاد فرمایا اور بخاری شریف کے دوسرے مقامات پر بھی اس کی صراحت موجود ہے اور محدثینؒ نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے حجرہ عائشہؓ سے باہر تشریف لا کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر حمد وثناء سے خطبہ ارشاد فرمایا۔

(مدارج النبوت، وغیرہ)

چنانچہ علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں:

اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فداء ہوں، خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو دو مرتبہ موت کا مزہ نہیں چکھائے گا۔ جو موت آپ کے لیے لکھی گئی تھی وہ آچکی ہے۔ یہ کہہ کر حجرہ شریفہ سے باہر آئے دیکھا کہ عمرؓ جوش میں بھرے ہوئے ہیں صدیق اکبرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کر گئے ہیں، اے عمرؓ! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ۔ اب تمام لوگ حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر صدیق اکبرؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ صدیق اکبرؓ منبر نبوی کی جانب بڑھے اور بآواز بلند لوگوں کو کہا کہ خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ، سب لوگ بیٹھ گئے۔ صدیق اکبرؓ نے حمد وثناء کے بعد یہ خطبہ پڑھا:

{اما بعد من کان منکم یعبد اللہ ... الخ}

(سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۱۷۵)

محقق ممن صاحب! اب تو شاید آپ پر بھی اپنے مناظر موصوف کی شیخ الحدیثی کا پول کھل چکا ہوگا، کہ جس جاہل کو حدیث کا صاف مطلب بھی نہیں معلوم، آپ لوگوں

نے اس کو اپنا شیخ التفسیر و شیخ الحدیث بنایا ہوا ہے، آپ کے تمام بزرگ مریضان اوکاڑوی اکثر یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ {الا یہلک اللہ الی آخرہ} والا جملہ خطبہ کا حصہ ہے، سب سے پہلے یہ جہالت حضرت اوکاڑوی نے بیان فرمائی ہے، چونکہ وہ بے چارے تو مولوی نہیں تھے صرف سکول ماسٹر ہی تھے اس لیے ان کا تو اتنا قصور نہیں ہے کمال تو ان لوگوں کا ہے کہ جو شیخ الحدیث کہلوا کر بھی ایسے مغالطوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

نمبر ۲: مناظر موصوف فرماتے ہیں کہ ان آیات کے اندر قبر والی موت کا اعلان ہے یا عالم دنیا والی موت کا...... عالم دنیا کی موت کا اعلان ہے۔

الجواب: سبحان اللہ! مناظقہ سر بگریباں ہیں، کہ اسے کیا کہیے؟ واہ رے شیخ الحدیث صاحب! کبھی تو آسمان وزمین کا فرق تمہیں نظر نہیں آتا اور کبھی دنیا اور برزخ کا فرق معلوم نہیں ہوتا، اور اب تو کمال ہی کر دیا کہ محل موت بھی معلوم نہیں۔ ارے نامعقول! قبر جب نام ہی مقر المیت کا ہے، یعنی میت کے رہنے کی جگہ تو میت پر موت کیسے آئے گی؟ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔

محترم جناب محقق ممن صاحب! آپ ایمان سے بتائیں کہ موت زندہ پر آتی ہے یا میت پر؟ جب قبر میں ہوتا ہی میت ہے تو قبر کی موت کا کیا مطلب؟ اگر آپ بھی اسی طرح جہل مرکب کا شکار ہیں، تو براہ کرم مناظر موصوف کی اس بات پر کوئی آیت یا حدیث پیش فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

نمبر ۳: مناظر صاحب فرماتے ہیں: لیکن مماتیوں کا نہ اس {من کان منکم یعبد محمداً ... الخ} پر ایمان ہے نہ اس کے مطابق عقیدہ ہے۔

الجواب: مناظر موصوف کی اس دروغ گوئی اور کذب بیانی پر ہم ایک ہی تحفہ پیش کر سکتے ہیں کہ {لعنۃ اللہ علی الکاذبین}

حضرات گرامی! آپ اندازہ فرمائیں کہ شیخ الحدیث صاحب جھوٹ بولنے پر کیسے جری ہو چکے ہیں کہ جھوٹ بولنے سے پہلے سوچ بھی نہیں سکتے کہ میرے جھوٹ

کی عمر کتنی ہوگی؟ ہم مناظر صاحب کو پوری جماعت کے ساتھ چیلنج کرتے ہیں کہ پوری دنیا میں جماعت اشاعت التوحید والسنہ کے ایک فرد کی نشاندہی فرمائیں جو خطبہ صدیق اکبرؓ کو نہ مانتا ہو۔ مثل مشہور ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

الحمدللہ! خطبہ صدیقؓ ہمارے بچے بچے کو یاد ہے، اور آپ جیسے شیخ الحدیث کو اگر ہمارے بچے کے سامنے بھی بٹھا دیا جائے، تو وہ اسی خطبہ ہی سے جناب کو اس طرح بھگائے گا، جیسے {كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ}

نمبر ۳: مناظر موصوف صاحب نے تقریر دلپذیر کے تقریباً ص: ۲۷ سے لیکر آخر تقریر ص: ۳۰ تک سارا زور دو باتوں پر لگایا ہے۔

نمبر ۱: {لا یذیقك الله الموتتین} سے مراد یہ ہے کہ ایک موت دنیا والی اور دوسری موت قبر میں سوال وجواب کے بعد والی۔

نمبر ۲: تمام صحابہؓ نے قبر والی زندگی پر اجماع کیا۔

الجواب:

آ تجھ کو بتاؤں میں تحقیق مناظر کیا ہے جھوٹ و تحریف اول، فریب و فراڈ آخر

مناظر موصوف نے بخاری شریف کے صفحہ ۵۱۷ کے حاشیہ کا حوالہ دیا ہے کہ حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ عام مردے سوال وجواب کیلئے زندہ کئے جاتے ہیں اور پھر ان پر موت آ جاتی ہے، لیکن حضرات انبیاء کرام پر قبر میں موت نہیں آتی، اور "الموتتین" میں دوسری موت سے مراد یہی قبر والی موت ہے، لیکن حاشیہ بخاری صفحہ ۵۱۷ میں یہ تقریر موجود نہیں ہے، محقق ٹمن صاحب بھی اگر عینک ہو تو معائنہ فرمالیں، البتہ بخاری کے حاشیہ صفحہ ۵۱۷ میں یہ الفاظ موجود ہیں:

{قوله لا یذیقك الله الموتتین فیه تمهید لرد مقالة عمر مایعتری علیه فلهذا قال مخاطباً لعمر بعد ماخرج ایها الحالف علی رسلك...}

مطلب یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ جملہ اس لیے کہا کہ باہر حضرت عمرؓ

کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی، آپ تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے ہیں، آپ دوبارہ آئیں گے اور اس وقت تک وفات نہیں پا سکیں گے جب تک منافقین کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹیں۔ حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کے قول کے رد میں فرمایا: "آپ پر جو موت لکھی تھی وہ آ چکی ہے، اب اگر حضرت عمرؓ والی بات ہو کہ "آپ اٹھیں گے" اس کا تو یہ مطلب ہے کہ موت کے بعد آپ پھر زندہ ہوں گے" تو ظاہر بات ہے کہ اگر آپ زندہ ہوں تو پھر موت آئے گی، حالانکہ آپ کا مقام بہت بلند ہے، اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا۔

اگر مناظر موصوف تلبیس سے کام نہ لیتے اور عادت کے مطابق خیانت نہ فرماتے، تو مسئلہ بالکل صاف تھا۔

مناظر موصوف کو مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کی وصیت یاد رکھنی چاہیے کہ "عقائد کے باب میں خبر واحد صحیح سے بھی گاڑی نہیں چل سکتی"۔۔۔ حیرانگی ہے آپ لوگوں پر اوروں کو تو یہ نصیحت کرتے ہو اور خود بخاری شریف کے حاشیہ سے گاڑی بھگائے پھرتے ہو۔

حضرات گرامی!

اب ہم آپ کے سامنے "الموتتین" کی وضاحت کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحبؒ حاشیہ سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

صدیق اکبرؓ کا مقصود ان لوگوں کا رد کرنا تھا جو یہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ پھر زندہ ہوں گے اور منافقین کے ہاتھ پیر کاٹیں گے، کیونکہ اگر ایسا ہو تو آپ کی وفات اور موت دوبار ہو جائے گی۔ اس لیے ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ جو موت آپ کیلئے لکھی ہوئی تھی وہ آ چکی، اب دنیا میں دوبارہ موت نہیں آئیگی اور اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا، جیسا کہ پہلی امت میں بنی اسرائیل کے لوگ موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے اور ایک منزل میں پہنچ کر غضب الٰہی سے مر گئے۔ پھر اپنے

نبی کی دعا سے زندہ ہوئے اور پھر اپنے وقت پر مرے تو ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں موت کا دو مرتبہ مزہ چکھایا، یا جن کا قصہ {أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ} میں مذکور ہے۔

اور جیسا کہ اس شخص نے موت کا دو مرتبہ مزہ چکھا کہ جس کا ایک قریہ پر گزر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال کیلئے مردہ بنا دیا اور پھر اس کو زندہ کیا جس کا قصہ {أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ} میں مذکور ہے، خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح ان لوگوں نے دنیا میں دو مرتبہ موت کا مزہ چکھا، اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر دو موتوں کو جمع نہ کرے گا۔

اس حدیث کی شرح میں اور بھی اقوال ہیں تفصیل کیلئے فتح الباری ص:۱۹۱ ج ۳ کتاب الجنائز و زرقانی شرح مواہب ص:۲۷۸، ج:۸ اور مدارج النبوۃ ص:۵۵۸، ج:۲ تقطیع خورد دیکھیں اور شرح قسطلانی ص:۳۶۱ ج ۲ دیکھیں۔

(حاشیہ سیرت المصطفےٰ ﷺ ص:۱۷۴)

نمبر ۲: علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ نے بھی "الموتتین" کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

{لا یجمع الله علیك موتتین تعریض بعمر رضی اللہ عنہ فانه کان ینکر موته... الخ} (فیض الباری ص:۴۴۵، ج:۲)

یعنی اس جملے کا میں حضرت عمرؓ پر تعریض کرنا ہے کیوں کہ حضرت عمرؓ آپ ﷺ کی موت کا انکار کر رہے تھے۔

نمبر ۳: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی فرماتے ہیں:

{بابی انت وامی والله لا یجمع الله علیك موتتین} میرے ماں

باپ آپ پر فدا ہوں، بخدا اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کریں گے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ جملہ اس لیے کہا کہ باہر حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی آپ تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے ہیں آپ دوبارہ آئیں گے اور اس وقت تک وفات نہیں پائیں گے جب تک منافقین کو صفحۂ ہستی سے نہ مٹا دیں۔ حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کا رد کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔ اب اگر آپ ﷺ واپس آئیں تو گویا آپ پر دوبارہ موت آئے گی حالانکہ اللہ کو آپ ﷺ پر دو موتیں جمع نہیں کرنی ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ کی وفات ہو چکی ہے اور آپ ﷺ کو دوبارہ نہیں آنا ہے۔

{من کان منکم یعبد محمدا، فان محمدا ﷺ قد مات}

حضرت صدیق اکبرؓ نے اس خطبہ میں حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک لیا رسول اللہ نہیں کہا اس لئے کہ مقصود وصف رسالت کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ ذات محمدی ﷺ کو بیان کرنا ہے اور یہ بتلانا ہے کہ حضرت محمد ﷺ ایک انسان تھے۔ اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو شرف نبوت سے مشرف فرمایا تھا جیسے اور انسانوں اور انبیاء کی وفات ہوئی ہے ایسے ہی آپ ﷺ کی بھی وفات ہوئی ہے۔

(کشف الباری کتاب المغازی ص:۶۸۴)

نمبر ۴: امام احمد بن محمد شہاب الدین المعروف امام قسطلانیؒ المتوفی ۹۲۳ھ فرماتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا تو اس قول میں اختلاف ہے۔ کہا گیا کہ یہ اپنی حقیقت پر ہے اور آپؓ نے اس سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا، جو کہتے تھے کہ آپ ﷺ عنقریب زندہ ہو کر لوگوں کے ہاتھ کاٹیں گے۔ کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ کا دوبارہ وصال ہو پس آپؓ نے خبر دی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس بات سے زیادہ اعزاز رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو موتیں جمع

کرے جس طرح اس نے آپ ﷺ کے علاوہ کچھ لوگوں پر جمع کیں مثلاً وہ لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں گھروں سے نکلے اور وہ جو ایک بستی سے گذرا (حضرت عزیرؑ) یہ جواب سب سے زیادہ واضح اور اعتراضوں سے سب سے زیادہ محفوظ ہے۔

(المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ ج:۳،ص:۵۷۱ دسواں مقصد)

نمبر۵: امام زرقانیؒ نے شرح زرقانی ج:۸ ص:۲۷۸،۲۷۹ میں یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔

نمبر۶: شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے بھی "الموتتین" کا یہی مطلب بیان کرکے فرمایا ہے کہ صاحب مواہب نے قول اول کو اوضح اور اسلم قرار دیا ہے، ممکن ہے کہ یہ اس اعتبار سے ہو کہ الفاظ ظاہر پر محمول ہوتے ہیں۔

(مدارج النبوۃ ج:۲،ص:۵۱۱ باب وفات النبی ﷺ)

نمبر۷: امام کرمانیؒ نے بھی یہی مطلب بیان کرکے اس کو راجح قرار دیا ہے دیکھیں۔ (کرمانی حاشیہ ص:۵۱۷)

نمبر۸: امام ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی الموتتین کے مطالب میں سے اسی پہلے مطلب کو بیان کرکے اوضح واسلم فرماکر راجح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری ص:۹۱ ج:۳ کتاب الجنائز)

حضرات گرامی:

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ الموتتین کا مطلب محدثین کے نزدیک وہ ہے جس کو جماعت اشاعت التوحید والسنہ والے بیان کرتے ہیں، باقی بھی چند مطالب بیان کیے گئے ہیں، جن میں مشہور یہ ہیں:

اللہ آپ ﷺ کی ذات کی وفات اور آپ ﷺ کی شریعت کی موت کو جمع نہیں کرے گا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ دوسری تکلیف سے کنایہ ہے یعنی موت کی تکلیف کے بعد کسی دوسری تکلیف میں نہیں ڈالے گا۔

اور ایک قول داؤدی کی طرف منسوب ہے جو مناظر موصوف نے خطابت کی بھینٹ چڑھا کر علامہ ابن حجرؒ کے ذمہ لگا دیا ہے اور ایسا کھینچ کھینچ کر بیان کیا ہے کہ اگر ربڑ بھی ہوتا تو ٹوٹ جاتا، حالانکہ علامہ ابن حجر صاحبؒ نے فتح الباری میں چار اقوال نقل کیے ہیں اور پہلے قول کو جس کو ہم مفصلاً بیان کرچکے ہیں: اسلم اوضح، راجح اور مبنی بر حقیقت قرار دیا ہے۔ (فتح الباری جلد ۳ کتاب الجنائز)

{قول داؤدی کی حقیقت}

قول داؤدی چونکہ بے سند قول، غیر معصوم، مرجوح اور خلاف حقیقت وظاہر ہے۔ ایسے اقوال کو باب عقائد میں پیش کرنا اشد حماقت اور رضاخانیوں کی پگڈنڈی پر چلنا ہے اور ایسے اقوال کی بنیاد پر اصحاب رسول ﷺ پر جھوٹ بولنا اور بہتان لگانا ذریت اوکاڑوی کا وتیرہ ہے۔ ان جیسے اقوال کے بارے میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ بریلویوں کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"غیر معصوم حضرات کی بے سند باتوں اور اقوال وعبارات پر دین کے مسائل کی بنیاد رکھنا دین کی کون سی خدمت ہے؟" (محقق ثمن صاحب غور فرمائیں)

(اتمام البرہان ص:۴۰۹)

نیز مولانا صفدر صاحب مناظر موصوف کج بحث غالی بریلوی مولوی کو اس قسم کے اوٹ پٹانگ استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"صاحب ازہار کے غیر معصوم قول سے یہ مسئلہ تو ثابت نہیں ہوتا اور نہ ثابت ہو سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ مؤلف مذکور اور ان کی جماعت کے علماء میں بات سمجھنے کا سرے سے سلیقہ ہی نہیں اور نہ دعویٰ اور دلیل کی تقریب تام کا وہ خیال کرتے ہیں۔"

(اتمام البرہان ص:۳۶۳)

ہم بھی یہی بات کرتے ہیں کہ قول داؤدی جو بے سند اور غیر معصوم ہے اسے عقائد میں پیش کرنا دین کی کون سی خدمت ہے؟ اور محقق ثمن اینڈ کمپنی پر افسوس ہے کہ ان کے علماء میں بات سمجھنے کا سرے سے سلیقہ ہی نہیں اور نہ دعویٰ اور دلیل کی تقریب

نام کا وہ خیال کرتے ہیں۔

حضرات گرامی! یہ تھا مناظر موصوف کی اس دلیل (قول داؤدی) کا حال جس پر اجماع صحابہؓ کی بنیاد کا دعویٰ کر رہے تھے اور تقریر دلپذیر کے تین صفحات کالے کر ڈالے۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں محققین لمن و مناظرین کہروڑ پکا دریں مسئلہ کہ آپ حضرات کے نزدیک {لا یذیقك الله الموتتین} کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد قبر کی موت ہے؟ (قارئین! ذرا عقل کا اندازہ فرمائیں کہ ایک طرف تو قبر کا معنی کرتے ہیں مقرا لیت اور دوسری طرف پھر کہتے ہیں کہ قبر میں موت آتی ہے یعنی میت پر موت آتی ہے۔ سبحان اللہ، کیا کہنے اس تحقیق کے) اور آپ حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس معنی پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ (لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ)

تو اب سوال یہ ہے کہ جن محدثین نے آپ کے بیان کردہ معنی کو مرجوح قرار دیا ہے اور پہلے معنی کو اسلم اور مبنی بر حقیقت قرار دیا ہے، جس کی تفصیل اوپر بیان کر دی گئی ہے مثلاً علامہ ابن حجرؒ، علامہ محمد ادریس کاندھلوی صاحبؒ، علامہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ بقول آپ کے ان تمام محدثین نے صحابہ کرامؓ کے اجماع کا انکار کیا ہے اور اجماع صحابہؓ کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اب فرمایئے کہ ان حضرات کو مسلمان سمجھا جائے گا یا خارج از اسلام؟ اہل السنت والجماعت سے سمجھا جائے گا یا خارج از اہل السنت والجماعت؟ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

فائدہ: مناظر موصوف نے قول داؤدی میں بھی تحریف کر کے اپنے دعویٰ فاسد پر منطبق کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ حالانکہ قول داؤدی میں بھی مناظر صاحب کے بیان کردہ دعویٰ کی تفصیل قطعاً موجود نہیں ہے۔ محقق لمن صاحب اندازہ فرمائیں کہ اکابر محدثین کی تحقیق سے بغاوت کرنے کے باوجود بھی ہاتھ پلے کوئی چیز نہیں آئی۔

بزرگوں سے سنا ہے:

؎ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
نہ گھاٹ کے رہے نہ گھر کے رہے

{علامہ ابن حجرؒ کا عقیدہ}

علامہ ابن حجرؒ، حیات بعد الموت کے بارے میں فرماتے ہیں:

{هٰذه الحيوٰة ليست دنيوية انّما هى اخروية... نیز فرمایا:

لانه ﷺ بعد موته و ان كان حياً فهى حيوٰة اخروية لا تشبه الحيوٰة الدنيا}

(فتح الباری ص:۳۶ ج:۴)

یعنی دنیوی حیات نہیں ہے بلکہ اخروی ہے...... اس لئے کہ آپ ﷺ وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں، لیکن یہ حیات اخروی ہے (یعنی جس طرح شہداء کرام کو ایک قسم کی حیات برزخیہ حاصل ہے) دنیاوی حیات کی طرح نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر صاحبؒ نے تو {لا تشبه الحيوٰة الدنيا} فرما کر مناظر موصوف کے اور حضرت محقق لمن اینڈ کمپنی کے عقیدے کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ مناظر صاحب کہتے ہیں کہ حیات دنیاوی، حقیقی، حسی وغیرہ، جب کہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حیات اخروی ہے نہ دنیوی ہے اور نہ ہی حیات دنیوی کی طرح ہے۔

الجواب شق ثانی!

دوسری بات یہ تھی کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے حیات فی القبر دنیوی، حقیقی، حسی وغیرہ کا اعلان فرمایا ہے۔ تو ہم بانگ دہل مناظر موصوف کو چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ یا کسی ایک صحابیؓ کا صرف ایک قول صریح آپ اپنے مزعومہ دعویٰ پر بنقل تواتر پیش فرمائیں لیکن یاد رکھنا......

؎ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تجھ سے ۔۔۔ یہ چہرے میرے آزمائے ہوئے ہیں

حضرات گرامی! آپ نے مناظر موصوف کا تانا بانا دیکھ لیا کہ جس عقیدہ کو سب عقائد سے اہم سمجھتے ہیں اس کے ثبوت کیلئے جب کوئی دلیل نہیں ملتی تو کبھی کتابوں کے حاشیوں کی طرف دوڑتے ہیں اور کبھی کذب بیانی اور دھوکہ دھاندلی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ جب شیخ الحدیث صاحب کا یہ حال ہے تو غلاموں کا عالم کیا ہوگا؟

{مناظر صاحب کا امام الانبیاء ﷺ کی نبوت سے انکار}

مناظر موصوف نے ص:۳۰ پر ایک انتہائی لرزہ خیز انکشاف فرمایا ہے اور وہ بھی تقریر کے آخر پر۔ پوری تقریر میں حیات دنیوی، حقیقی، جسی وغیرہ پر زور لگاتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر تقریر میں نبوت کا بھی انکار کر دیا۔

؎ علم بغیر جو فقر کماوے　　کافر مرے دیوانہ ہو

مناظر موصوف فرماتے ہیں:

اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ وفات نبوت کے بعد جس طرح ابوبکر صدیقؓ نے سب سے پہلے نبی پاک کی قبر والی زندگی کا اعلان کیا، اسی طرح وفات نبوت کے بعد صحابہ کرامؓ کا سب سے پہلا اجماع بھی پیغمبر پاک ﷺ کی حیات فی القبر پر ہوا ہے۔ الخ　　(تقریر دلپذیر ص:۳۰)

محقق ٹمن صاحب ذرا ترنم کے ساتھ پڑھیں!!

؎ بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا　　کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

حضرات گرامی: مولوی منیر احمد جگہ جگہ اپنی تقریروں میں شیخ التفسیر والحدیث ولی کامل حضرت مولانا علامہ سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کاملۃً سابغۃً الی یوم الدین۔ کے بارہ میں بدتہذیبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفر کے فتوے لگاتا پھرتا ہے (کہ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ نبوت و رسالت و ایمان کا حقیقی موصوف روح مبارک ہے۔ حالانکہ حضرت نیلوی شاہ صاحبؒ نے اپنی طرف سے یہ بات نہیں لکھی، بلکہ اکابرین اہل السنہ سے نقل فرمائی

ہے)۔

ہمارے حلقہ گنگ شہر میں بھی جمعہ کے بیان میں اپنی عادت کو دہرایا ہے۔ راقم کو جب پتہ چلا تو کم از کم بیس آدمیوں کی ڈیوٹی لگائی اور جمعہ کے بیان میں بھی اعلان کیا کہ مولوی منیر احمد کی کیسٹ مہیا کی جائے۔ لیکن جیالوں نے کیسٹ کو اس طرح گم کر دیا جیسے غلط کار عورت اپنے ناجائز بچے کو گم کرتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے اور اولیاء اللہ کے دشمنوں کا کیسے کام پورا کرتی ہے کہ آج وہی مولوی منیر احمد کہتا ہے کہ "وفات نبوت کے بعد"۔۔۔

قارئین کرام توجہ کریں!!

تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ نبی پاک ﷺ پر تو موت آئی، لیکن وفات کے ساتھ آپ کی نبوت فوت اور زائل نہیں ہوئی، وفات کے بعد بھی آپ ﷺ نبی اور رسول ہیں، آپ ﷺ کی نبوت کبھی بھی فوت نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جبکہ مناظر موصوف کہتے ہیں کہ "وفات نبوت کے بعد۔۔" جب نبوت ہی فوت ہو گئی تو اللہ کے نبی ﷺ کے پلے کیا چیز رہ گئی؟ یہ دو دفعہ کہہ گئے "وفات نبوت کے بعد" یعنی ارے آپ کی نبوت ہی وفات پا گئی ہے۔ اب محقق ٹمن اینڈ کمپنی کا اصل عقیدہ ظاہر ہو گیا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک نبی پاک ﷺ تو حیات دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں اور موت آپ کی نبوت کو آئی ہے (معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد) جب نبوت فوت ہو گئی ہے تو اب یہ بیچارے نئے نبی کی تلاش میں پھرتے ہوں گے۔ اسی لئے نہ تو ہمارے نبی کی بیان کردہ تفسیر پر ان کو اعتماد ہے اور نہ ہی نبی پاکؐ کے گھرانے پر۔

نوٹ: اگر یہ لفظ مناظر موصوف نے بدحواسی کے عالم میں نہیں کہے یا محقق ٹمن صاحب نے تقریر کو بگاڑا نہیں ہے تو انتہائی خطرناک بات کہہ گئے ہیں، جس سے نکاح تک ٹوٹنے کا حادثہ بھی پیش آ سکتا ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (آمین)

فائدہ: محقق ٹمن صاحب آپ کسی آدمی سے کلمہ طیبہ کا معنی ہی دریافت فرمالیں، تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ آپ ﷺ کی نبوت کیلئے وفات ماننا

کس قدر خطرناک ہے؟ شاید آپ لوگوں کو کلمہ طیبہ کا معنی یہ بتاتے پھرتے ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے۔ چلو یار ایک بات تو ہماری بھی مان لیں کہ محمد رسول اللہ کا معنی یہ ہے کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اگر ہم پر اعتبار نہ آئے تو جس پر اعتماد آئے اسی سے دریافت کر لیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

{ہماری دعوت}

ہم محقق لمن اینڈ کمپنی کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ براہ کرم اسلام کی طرف لوٹ آئیں، کیونکہ ہمارے نبی سید الاولین والآخرین ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اس لئے اپنی من مانیاں چھوڑ کر تحریفات قرآن وسنت سے باز آجائیں۔ ورنہ کل حوض کوثر سے دھتکارے جاؤ گے اور حضرت نبی پاک ﷺ فرمادیں گے:

سحقاً سحقاً لمن غیّر بعدی...

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ حوض کوثر پر بھی فرشتوں کی تائید عقیدہ جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کو حاصل ہوگی، تبھی تو کہیں گے:

انک لا تدری ما احدثوا بعدک

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو اپنی وفات کے بعد ان لوگوں کی ایجاد کردہ بدعات کا کوئی علم نہیں ہے۔ (بخاری شریف)

اور اللہ کے سارے رسول بھی عرض کریں گے:

{لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ}

ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی باتوں کو جاننے والا۔

مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب، اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حضرات انبیاء کرام کو اگرچہ یہ معلوم تھا کہ ہماری حیات میں فلاں فلاں نے ہماری دعوت پر لبیک کہا تھا اور ہمارا دین قبول کیا تھا لیکن ان کو پورے طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ ان میں سے کون اس پر قائم رہا، کس کا کیسا انجام ہوا، کس نے کیا کیا نئی بدعات

نکالیں؟ اس لئے وہ فرمائیں گے کہ لَا عِلْمَ لَنَا۔ ہم کو ان کے انجام اور ہماری وفات کے بعد کے حالات کا علم نہیں ہیں اور جزا وسزا کا تعلق خاتمہ ہی سے ہے۔

(ازالۃ الریب ص:۱۹۶)

میرے دوستو، بزرگو!! کیسا مبارک عقیدہ ہے جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کا، جس پر تمام انبیاء اور تمام فرشتوں کی تصدیق موجود ہے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں تا کہ دارین کی رسوائیوں سے بچ جائیں گے۔

{مدنی مسجد چکوال میں علم وعرفان کا طوفان}

حضرات گرامی:

آپ نے مناظر موصوف کی "تقریر دلپذیر بمدرسہ حیات النبی ﷺ ممن" کی حقیقت ملاحظہ فرمائی ہے، اب ہم آپ کو مدنی مسجد چکوال کے خطاب کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمانے کی تکلیف دیتے ہیں۔

تقریر دلپذیر میں ص:۱ سے یہ روشن بیان شروع ہوتا ہے ویسے تبصرہ سے پہلے اوکاڑوی اینڈ کمپنی کی چند خصوصیات ذکر کی جاتی ہیں تا کہ مسئلہ آسان ہو جائے۔

{اوکاڑوی اینڈ کمپنی کی چند خصوصیات}

نمبر ۱: اوکاڑوی اینڈ کمپنی کا ایک خاصہ یہ ہے کہ ہر خطیب کا عقیدہ مختلف ہے۔

نمبر ۲: دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ایک خطیب کا ایک بیان باقی سب بیانوں سے بے نیاز کر دیتا ہے، کیونکہ اکثر ایک ہی تقریر رٹا لگائی ہوتی ہے، اگر کہیں حافظہ میں ڈیفیکٹ نہ آجائے تو تقریباً بات وہی پہلے والی ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھار تضاد بیانی کا رنگ بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔

نمبر ۳: تیسرا خاصہ یہ ہے خطیب کیلئے موضوع کا پابند ہونا ضروری نہیں ہے جب علم ختم ہونے لگے تو کوئی نہ کوئی اپنا ذاتی بناوٹی کمال اور کہانی بیان کرنے سے وقت

پورا کیا جا سکتا ہے۔

نمبر ۴: چوتھا خاصہ یہ کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت قطعاً نہیں ہوتی۔

نمبر ۵: پانچواں خاصہ یہ ہے کہ تقریباً کوئی تقریر اہل اللہ کی بے ادبی اور گستاخی سے خالی نہیں ہوتی۔

نمبر ۶: تقریر کا اکثر حصہ تحریف، کذب، الزام تراشی اور اوکاڑوی صاحب کے صدری نکات اور افسانوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی خصوصیات ہیں اگر ضرورت پڑی اور حالات نے تقاضا کیا تو "نظریہ حیات کا چکوالی عجائب گھر" کے عنوان سے منظر عام پر آجائیں گی۔ انشاء اللہ

چنانچہ درج بالا خصوصیات کا لحاظ رکھتے ہوئے مناظر موصوف صاحب نے حسب عادت وہی رونا رویا ہے جو آپ دیکھ چکے ہیں۔ البتہ محسوس یوں ہوتا ہے کہ وقت کی کمی کی وجہ سے تمن میں کچھ علم باقی رہ گیا تھا یا پھر مناظر صاحب کے بیان سے پہلے محقق تمن صاحب نے بیان کر دیا ہوگا۔ بہر حال جو صورت بھی ہو چکوالی تقریر میں کچھ بقیہ جات بیان فرمائے ہیں۔ ویسے تقریر تقریباً ملتی جلتی ہے اس لئے محقق تمن صاحب نے پوری تقریر ذکر نہیں فرمائی صرف چند اقتباسات پر اکتفاء فرمایا ہے۔ شروع تقریر میں وہی پرانی گپ دہرائی گئی ہے کہ روح لوٹائی جاتی ہے یا تعلق قائم کیا جاتا ہے؟ البتہ دھوکہ دینے کیلئے حضرت علامہ نیلوی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا ہے، جس تعلق کا حضرت نے ذکر کیا ہے وہ مناظر موصوف کے عقیدہ مزعومہ (حیات دنیوی، حقیقی، حسی) کو مردود ٹھہراتا ہے۔

{مناظر موصوف اینڈ کمپنی بریلویت کے ڈگر پر}

حضرات گرامی!! ہم نے خصوصیات میں ذکر کر دیا ہے کہ یہ پورا طبقہ توہین رسالت کے سلسلہ میں بے باک واقع ہوا ہے۔ اب اس کے ایک دو نمونہ ملاحظہ فرمائیں!

بریلوی حضرات کہا کرتے ہیں کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ پہ حاضر و ناظر کردیا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کو ہر جگہ حاضر ناظر کرنے پر قادر نہیں ہے۔

(معاذ اللہ)

اب بریلویوں کے چھوٹے بھائیوں کے شیخ الحدیث صاحب کی جرأت ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

ریموٹ کنٹرول کے ذریعے بم دھماکہ کیا جاتا ہے، بم کہیں رکھا ہوا ہوتا ہے اور ریموٹ کنٹرول لے کر دھماکہ کرنے والا کہیں اور بیٹھا ہوتا ہے جس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔ اور درمیان میں کوئی اس نے تاریں بھی کھچ کی ہوئی نہیں ہوتیں۔ صرف بم اور ریموٹ کنٹرول کے درمیان ایک معنوی تعلق ہوتا ہے، دھماکہ کرنے والا ریموٹ کنٹرول کا بٹن دباتا ہے اور کتنا دھماکہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح آپ یہاں بیٹھے ہیں چند منٹوں میں ایک دور دراز رہنے والے آدمی کے ساتھ ٹیلی فون کے ذریعے یا موبائل کے ذریعے بات کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ اب ایسا فون آگیا ہے جس میں تصویر سامنے آجاتی ہے، اور ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکتے ہیں۔ درمیان میں محض ایک لہری تعلق ہوتا ہے لیکن ہزاروں میل کے فاصلہ کے باوجود آپس میں بات چیت ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکتے ہیں۔

اسی طرح ٹیلی ویژن کا بھی ریموٹ کنٹرول ہے۔ ٹی وی کے شوقین بستر پر بیٹھے ہوئے لیٹے ہوئے اسٹیشن بھی تبدیل کرتے رہتے ہیں، پروگرام بدلتے رہتے ہیں اور سکرین کا کلر بھی بدلتے رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ درمیان میں ایک تعلق ہے۔۔۔۔ اگر انسان اپنی سائنسی ترقی کی بناء پر اپنے نتائج پیدا کر سکتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کی بناء پر روح کا تعلق جسم کے ساتھ پیدا کردے تو کیا اللہ تعالیٰ جسم کے اندر حیات پیدا نہیں کر سکتے؟ یقیناً پیدا کر سکتے ہیں، اس لئے روح اپنی جگہ پر ہے لیکن روح کا جسم یا اجزائے جسم کے ساتھ ایک تعلق رہتا ہے اس تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات اور آثار حیات پیدا ہو جاتے ہیں۔ حیات پیدا ہو جانے کے

بعد انبیاء پر قبر میں دوبارہ موت نہیں آتی، البتہ غیر انبیاء پر قبر کے اندر دوبارہ موت آتی ہے۔ الخ

(تحریر دلپذیر ص:۳۱،۳۲)

﴿تبصرہ﴾

حضرات گرامی!!

اندازہ فرمائیں کہ یہ ہے حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرامؑ کی عظمت اور محبت ان لوگوں کے دلوں میں۔ کبھی تو ارواح مبارکہ کے تعلق کو مثال دیتے ہیں انٹرنیٹ کے ساتھ، جیسا کہ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں اور کبھی بم دھاکہ ٹیلیفون اور موبائل کے ساتھ۔ اور اب تو بے شرمی کی حد کر دی۔ کہتے ہیں اسی طرح ٹیلی ویژن کا بھی ریموٹ کنٹرول ہے، ٹی وی کے شوقین بستر پر بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے اسٹیشن بھی تبدیل کرتے رہتے ہیں اور اسکرین کا کلر بھی بدلتے رہتے ہیں۔ قطع نظر اس بات کے کہ حضرت کو وی سی آر، ٹیلی ویژن وغیرہ کی یہ مہارت کہاں سے حاصل ہوئی کہ جو ایسے مزے لے کر بیان کر رہے ہیں جیسے پورا پروگرام پیش کر رہے ہوں۔ یہاں پر کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح ٹیلی ویژن کے ساتھ ریموٹ کنٹرول کا تعلق ہوتا ہے اسی طرح ارواح انبیاءؑ کا اجساد عنصریہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

(لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

اگر عام مردوں کو ٹی وی، وی سی آر پر قیاس کرتے تو اتنی بات نہیں تھی۔ لیکن دل کے اندھوں نے انبیاء کرامؑ کی ذوات قدسیہ کی صراحت کر دی۔ اب ایک طرف بریلوی ہیں کہ وہ انبیاءؑ، اولیاءؒ کو شیطان پر قیاس کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ اور دوسری طرف یہ دیگ بندی ہیں جو انبیاء کرامؑ کی حیات مبارکہ کو ٹیلی ویژن اور وی سی آر جیسے آلات بے حیائی پر قیاس کرتے ہیں۔

اب مناظر موصوف کے پیر و مرشد امیر خدام اہلسنت قاضی مظہر حسین چکوالی کا ایک لرزہ خیز بیان ملاحظہ فرمائیں:

قاضی صاحب موصوف "حیات النبی ﷺ" پر گفتگو کرتے کرتے ایک عجیب جسارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے امیرانہ ذہنیت کے ساتھ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

{فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ} اللہ نے آپ (حضرت عزیرؑ) پر سو سال موت طاری کی .... پھر اٹھایا۔

اب دیکھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے جو کھانا پانی تھا سو سال وہ خراب نہیں ہوا اور جو پانی پینے کے لیے تھا جو کوئی کھانے کی چیز تھی وہ خراب نہیں ہوئی اور وہ جو گدھا تھا ہڈیاں ہڈیاں ہو گئی تھیں۔ نہ گوشت ہے نہ پوست ہے ہڈیاں بھی بکھری ہوئی اس کی حفاظت اللہ نے نہیں کی اور پانی و کھانے کی حفاظت اللہ نے کی، پھر فرمایا: اب تو دیکھ ان ہڈیوں کی طرف {كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا}

کس طرح ہم ہڈیوں کو جوڑتے ہیں، پھر کس طرح ہم ہڈیوں پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ یہ قرآن ہے ناں...... ہڈیاں چورا چورا ہیں، بکھری پڑی ہیں، سو سال کا زمانہ گزر چکا ہے، اس جہان میں اللہ نے اپنی قدرت سے اس کو زندہ کیا۔ جس طرح کا وہ گدھا پہلے تھا، اسی طرح وہ ہڈیاں سامنے جوڑیں گوشت اوپر چڑھایا۔ جس طرح پہلے تھا پھر اس میں جان ڈال دی، وہی گدھا پہلے کی طرح سامنے آ گیا۔

بھائی! اللہ کی قدرت سے کوئی بعید ہے، اگر اللہ اپنے معصوم پیغمبروں کو موت اور وفات کے بعد پھر زندگی دے دے، تو یہ قرآن کے خلاف کیسے؟ گدھے کو زندگی دے دی، تاکہ کوئی ان چیزوں کا اپنی عقل کی بناء پر انکار نہ کرے، کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ کرے تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔

(یادگار خطبات ص:۱۰۳)

حضرات گرامی!!

مثل مشہور ہے کہ بڑے میاں تو بڑے میاں، چھوٹے میاں سبحان اللہ.....! بریلویوں نے شان اقدس میں قیاس ابلیسی سے شیطان کو مقیس علیہ بنا کر بدترین

گستاخی کا ارتکاب کیا تھا اب ان کے چھوٹے بھائیوں کی ذہنیت کا اندازہ لگائیں کہ حیات انبیاء کرام کو حضرت عزیرؑ کے گدھے کی حیات پر قیاس کر رہے ہیں۔

محقق لمن صاحب! اب تو پردے سے باہر آگئیں اور ایمان کا اظہار فرمائیں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت قاضی صاحب نے جو حیات انبیاء کرام کو گدھے کی حیات سے مثال دی ہے اگر یہ شان انبیاءؑ میں بدترین گستاخی اور بے ادبی نہیں ہے، تو آپ خود گستاخی اور بے ادبی کی تعریف فرمادیں۔

سیاہ بختو! اگر قیاسِ فاسد کرنا ہی تھا تو کم از کم شان رسالت کا تو لحاظ رکھا ہوتا۔ اگر لازمی طور پر خارق عادت پر قیاس کرنا ہی تھا تو یہ کہہ دیتے کہ جس طرح حضرت عزیرؑ کو اللہ تعالیٰ نے سو سال کے بعد زندہ کر دیا اور آپؑ دنیا پر دوبارہ تشریف لے آئے تو اسی طرح تمام انبیاء کرام سو سال کے بعد زندہ ہو کر دنیا پر تشریف لے آتے ہیں۔ اور اسی طرح اگر تعلق کو اپنی اجتہاد آرائی سے ثابت کرنے کا پروگرام تھا ہی تو یہ کہہ دیتے کہ جس طرح انبیاء کرام دنیا میں موجود تھے اور ان کا ایک خاص قسم کا تعلق ملاء اعلیٰ کے ساتھ بھی تھا، اسی طرح وفات کے بعد ارواح مبارکہ جنت الفردوس میں موجود ہیں، لیکن ایک خاص قسم کا تعلق معنوی یا تعلق التفات، ابدان عنصریہ کے ساتھ بھی ہے۔

لیکن تف ہے تمہاری ذہنیت پر، اور افسوس ہے تمہاری سوچ پر۔ قرآن و حدیث کی تحریف اور اہل حق کے ساتھ بغض کیوجہ سے تمہارے دل سیاہ ہو چکے ہیں ــــــ اور مہر جباریت کی وجہ سے {صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ} کے مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے کبھی تو حیات انبیاء کرام کو ٹیلی ویژن کے ساتھ مثال دی جا رہی ہے اور کبھی حضرت عزیرؑ کے گدھے کے ساتھ۔ {نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد}

محقق لمن صاحب! خدارا اپنے بزرگوں کے یہ ملفوظات بار بار پڑھیں، اور کچھ سوچ و بچار کریں، اکیلی قبر میں جانا ہے وہاں کوئی تھا کر کام نہیں آئے گا، اس لئے ایسے بے ادبوں، نالائقوں اور نامعقولوں کی دھڑے بندی میں آ کر، اپنا ایمان ضائع

... تمہیں بھی لے ڈوبیں گے۔

...فرمائیں" یہ خود تو ڈوبے ہیں

حضرات گرامی! ہم ایسے لچر اور اوٹ پٹانگ دلائل کا جواب مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے حوالے سے پہلے بیان کر چکے ہیں، ملاحظہ فرمالیں...... کہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا بے دینوں کا کام ہے، اور مزید یہ کہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اس قسم کے قیاسوں کو قیاس ابلیسی ٹھہرا چکے ہیں۔

(ملاحظہ ہو آنکھوں کی ٹھنڈک ص: ۱۹۳)

اگر قیاس ابلیسی کو بالفرض کوئی آدمی مان بھی لے، تو پھر بھی خدامیوں کا عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا' کیونکہ ٹیلی ویژن اور ریموٹ کنٹرول کے درمیان اتنا تعلق ہونے کے باوجود بھی نہ تو ٹیلی ویژن میں حیات دنیوی حسی ہوتی ہے اور نہ ریموٹ کنٹرول میں معلوم ہوا کہ بعض اوقات ایک قسم کا تعلق ہو بھی سہی تو اس سے حیات دنیوی، حسی ثابت نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح حضرت عزیرؑ کے گدھے کا زندہ ہونا خرق عادت ہے۔ اب اگر کوئی اس پر حضرت جناب قاضی مظہر حسین صاحب کی حیات کو قیاس کرے تو یہ درست نہیں ہوگا، کیا خیال ہے محقق لمن صاحب؟ اگر کوئی آدمی یہ قیاس کرے کہ حضرت عزیر کا گدھا سو سال کے بعد زندہ ہو گیا، تو معلوم ہوا کہ ہر خدامی گدھا سو سال کے بعد زندہ ہو جاتا ہے، تو کیا اس کا یہ قیاس درست ہوگا؟

{ماسٹر محمد امین صفدر اوکاڑوی کا خدامیت کش اعلان حق}

ماسٹر صاحب، عادت اور خرق عادت کا فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خرق عادات یعنی معجزات و کرامات برحق ہیں' لیکن وہ جزئیات ہیں۔ بریلوی ان کو کلی بنا کر دھوکہ دیتے ہیں۔

عادت: مرد عورت دونوں ہوں تو اولاد ہو۔

خرق عادت: بی بی مریمؑ کو اللہ نے بغیر خاوند کے بیٹا عطا فرمایا، حضرت زکریاؑ کو خاوند ہونے کے باوجود بیٹی بھی نہیں دی...... خرق عادت کو عادت اور کلیہ

قاعدہ ماننا کہ جہاں بھی کنواری لڑکی بچہ جن دے...... وہ کرامت ہی ہے، اس کا نام رضائیت ہے۔ اور عادت کو عادت اور خرق عادت کو خدا کی قدرت خاصہ ماننا اہل السنت کا مسلک ہے۔ (خطبات اوکاڑوی ج: ۲ ص: ۳۴۵، ۳۴۶)

کیوں محقق لمن صاحب؟ ماسٹر صاحب کیسے محققانہ طرز پر مسئلہ حل فرما رہے ہیں؟ ماسٹر صاحب کے بیان کا خلاصہ دو چیزیں ہیں:

۱۔ خرق عادات کو کلی بنا کر استدلال کرنا بریلویت ہے، جہاں کہیں کنواری بچہ جن دے، اس کی کرامت نہیں سمجھی جائے گی۔

۲۔ عادت کو عادت اور خرق عادت کو خدا کی قدرت ماننا اہل السنۃ کا مسلک ہے۔

پہلی مثال حضرت اوکاڑوی کی بیان کردہ تھی اور ان کے مزاج کے مطابق تھی۔ اب دوسری مثال پر بھی غور کیا جائے کہ حضرت سیدنا ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آگ کو گلزار بنا دیا۔ اب اگر کوئی نامعقول اور نالائق محقق لمن صاحب کو بھٹہ میں ڈال دے اور دلیل میں { یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا } آیت مبارکہ پڑھ کر یہ استدلال کرے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کو آگ سے بچا سکتا ہے، تو کیا محقق لمن کو آگ سے بچانے پر قادر نہیں ہے؟ تو اس کا یہ استدلال درست نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے خرق عادت کو قانون بنا دیا ہے جو کہ قانونی جرم ہے۔

اسی طرح قاضی مظہر صاحب کا خارق عادت (گدھے کی دوبارہ زندگی) کو قانون بنا کر حیات انبیاءؑ پر استدلال کرنا نہ صرف رضاخانیت کی پیروی ہے، بلکہ توہین انبیاء کرام کا شائبہ ہونے کی وجہ سے ایمان شکن جسارت بھی ہوگی۔

(الامان والحفیظ)

؎ کس نے اپنے آشیاں کے چار تنکوں کے لیے
برق کی زد میں...... گلستاں کا گلستاں رکھ دیا

{مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کا ایمان افروز خدامیت کش بیان}

ایک بریلوی مولوی کے نبی اکرم ﷺ کے مافوق الاسباب طریق پر متصرف اور مختار کل ہونے پر دجال کے بارے میں خارق عادت امور پر قیاس کرنے پر تبصرہ کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

{مولف نور ہدائت کا دجل}......

مولف مذکور نے اپنے پیشرو صاحب انوار ساطعہ وغیرہ کی طرح، جنہوں نے مسئلہ حاظر و ناظر اور علم غیب میں ایسا ہی ایک باطل اور فاسد قیاس کیا ہے (یعنی نبی اکرم ﷺ کے بارے میں علم غیب و حاظر و ناظر کے عقیدہ کو شیطان لعین پر قیاس کیا [معاذ اللہ از ناقل]) آنحضرت ﷺ کے مافوق الاسباب طریق پر متصرف اور مختار کل ہونے کو ان احادیث پر بھی قیاس کر کے اپنے دجل اور تلبیس کا پورا ثبوت دیا ہے...... جن میں دجال لعین کے استدراجات کا تذکرہ آیا ہے کہ دجال آسمان کو حکم کرے گا تو مینہ برس پڑے گا، اور زمین کو حکم کرے گا تو وہ سبزہ اگا دے گی، اور ویران زمین پر گزرے گا اور وہاں کے خزانوں کو حکم دے گا تو اس کے ساتھ چل پڑیں گے...... بعض یار لوگوں کے نزدیک دجال تو متصرف و مختار ہوگا، مگر محبوب خدا ﷺ متصرف و مختار نہیں، بلکہ آپ ﷺ کے لئے ایسا تسلیم کرنا ان کے دھرم میں شرک صریح ہے...... الخ

(مولانا سرفراز خان صاحب، بریلوی مولوی کے اس قیاس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:)

الجواب...... ملاحظہ کیا آپ نے، کہ جناب امام الانبیاء، خاتم النبیین ﷺ کے متصرف ہونے کو کس طرح دجال لعین کے تصرفات پر قیاس کر کے، مولف نور ہدایت نے کمال بے حیائی اور دجل و تلبیس کا ثبوت دیا ہے، اور اس دجالانہ قیاس کے وقت ان کو شرم بھی نہیں آئی، کہ کیونکر دجال کے جادو اور طلسم و استدراج وغیرہ کے تصرفات پر آنحضرت ﷺ کے مافوق الاسباب تصرفات کو قیاس کیا ہے۔ اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ اس دجالانہ قیاس کی وجہ سے کہیں آپ ﷺ کی توہین تو نہ ہوگی...... العیاذ باللہ، مگر ان کو اس سے کیا واسطہ...؟ ان کی تو ایک بڑی وزنی دلیل معرض

وجود اور منصۂ شہود میں آ گئی ہے، جس کی وجہ سے خدا جانے وہ کتنے مور سے سر کریں گے اور کتنے قطعی دلائل کو اس سے رد کریں گے، بقول شخصے ''میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں''۔

محترم جناب محقق ٹمن صاحب!!

انتہائی ادب سے عرض ہے کہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے جواب کو آپ نے ملاحظہ فرمالیا، کہ دجال پر انبیاء کرامؑ کے اختیارات کو قیاس کرنا کمال بے حیائی دجل وتلبیس ہے، اور حضرات انبیاء کرامؑ کی توہین ہے، اور آپ نے خود تقریر دلپذیر کے مقدمہ میں اقرار فرمایا ہے کہ توہین نبوت کفر ہے، تو حضرت عزیرؑ کے گدھے کی حیات سے انبیاء کرامؑ کی حیات کو مثال دینے والے یا قیاس کرنے والے...... اور اس طرح ٹیلی ویژن، وی سی آر کے تعلق پر تعلق ارواح مبارکہ کو قیاس کرنے والے کا کیا حکم ہوگا...... ؟ کفر کا فتویٰ تو آپ لگائیں یا نہ لگائیں آپ کی مرضی، لیکن دجال پر قیاس کرنا اگر دجالانہ قیاس، دجل پن اور کمال بے حیائی ہے، تو گدھے پر قیاس کرنا کم از کم حمارانہ قیاس، گدھا پن اور کمال حماقت تو ہونا چاہیے۔ (اللہ تعالیٰ، انبیاء کرامؑ و صلحاء امتؒ کا ادب کرنے کی توفیق دے۔) جب دل کی آنکھوں پر پردے پڑ جائیں، تو اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی، اگر کوئی ایک آدھ عبارت ہوتی، تو تسامح پر محمول کیا جاسکتا تھا، لیکن افسوس ہے کہ اہل حق کے ساتھ عناد و تعصب اور بغض وحسد نے آپ حضرات کے دل اندھے کر رکھے ہیں...... کہ آپ کی پوری جماعت ہی کسی اور رخ پر دوڑ رہی ہے، آپ حضرات سے التماس ہے کہ اپنے روٹ پر نظر ثانی فرمائیں کہ کہیں غلط سمت تو گاڑیوں کا رخ نہیں ہو چکا۔

حضرات گرامی!!

آپ نے قاضی صاحب موصوف اور مناظر موصوف کے اقتباسات ملاحظہ فرما لیے، اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم محقق ٹمن اینڈ کمپنی کے استاذ الکل فی الکل علی الکل اور پیر و مرشد، حضرت اوکاڑوی صاحب کے چند اقتباسات ذکر

کردیں، تا کہ جماعت اشاعت التوحید والسنۃ پر بے ادبی اور گستاخی کے فتوے لگانے والوں کی اصل حقیقت کھل جائے، اور چہرہ بے نقاب ہو جائے اور محقق ٹمن صاحب پر بھی واضح ہو جائے کہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی اور ہر جبہ قبہ میں ولایت نہیں ہوتی، جذبات پر قابو رکھتے ہوئے عبارات مذکورہ ملاحظہ فرما کر محقق ٹمن اینڈ کمپنی کی شقاوت قلبی، بدبختی اور دیدہ دلیری کا اندازہ فرمائیں۔

{اوکاڑوی صاحب کی شانِ رسالت میں لرزہ خیز عبارت}

اوکاڑوی صاحب غیر مقلدین کی تردید میں ایک حدیث لکھنے کے بعد یوں رقم طراز ہیں:

لیکن آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرم گاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔

(تجلیات صفدر ج:۵ ص:۴۸۸...... معاذ اللہ نقل کفر، کفر نہ باشد)

حضرات گرامی! اوکاڑوی صاحب کی اشد حماقت کا اندازہ فرمائیں، کس ذات اقدس ﷺ کے بارے میں...... کیسے لرزہ خیز الفاظ استعمال کیے ہیں کہ الامان والحفیظ ...، عبارت مذکورہ پر زیادہ تبصرہ کرنے کی میرے قلم و قلب میں سکت وہمت نہیں ہے، آپ بحیثیت مسلمان خود سوچ لیں کہ سید الاولین والآخرین ﷺ جن کے حیا اور شرم کا احادیث میں جو مقام بیان کیا گیا ہے، نوری فرشتے بھی اس پر رشک کرتے ہیں، اور خصوصاً نماز کی حالت تو ہوتی ہی مناجات مع اللہ استغراق فی بحر التوحید اور مشاہدہ کی ہے، اور نبی پاک ﷺ نے تو عام مسلمان کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''نماز مؤمن کی معراج ہے'' اور فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر، گویا کہ تو اس کو دیکھتا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ تصور کر کہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔

اوکاڑوی صاحب نے جس لاپرواہی کے ساتھ امام الانبیاء ﷺ کی نماز کا

نقشہ پیش کیا ہے، جناب نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ تو بہت بلند ہے، اس کا تصور تو کسی عام مسلمان نمازی کیلئے کرنا بھی ناممکن ہے ...... شرم وحیاوالا آدمی نماز کے باہر بھی ایسی حرکت کا تصور بھی نہیں کر سکتا، مسئلہ تو صرف یہ بیان کرنا تھا کہ نمازی کے آگے سے کتا گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟ اس کے لئے اگر کہنا ہی تھا تو اتنا کہنا کافی تھا، کہ ایک دفعہ آپ نماز پڑھا رہے تھے کتیا یا گدھی سامنے سے گزر گئی، لیکن آپ ﷺ نے اعادہ نہیں فرمایا، تو معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے کسی چیز کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

آپ اوکاڑوی صاحب کی ذہنی ساخت کا اندازہ فرمائیں، ایک تو تینوں جملے ماضی استمراری کے ساتھ تراشے اور دوسرا اپنی ہوس اور خواہش کے مطابق بجائے "گدھی یا کتیا کے لفظ" کے ...... "شرم گاہوں کا لفظ" اپنی طرف سے بڑھا دیا اور تیسرا یہ کہ اس ساری کارروائی کی نسبت نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کی طرف کر ڈالی۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ

محقق لمن صاحب اور شیخ الحدیث صاحب!!

خدارا اپنے پیر ومرشد کی عبارت کو بار بار پڑھیں اور غور کریں، اور ایمان سے بتائیں کہ جان بوجھ کر اتنی بڑی گستاخی کرنے والا انسان مسلمان ہو سکتا ہے؟ اگر یہی جملہ محقق لمن اور مناظر موصوف کے بارے میں کوئی کہہ دے، کہ یہ دونوں بزرگ ایسے خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے ہیں اور ایسے شریف آدمی ہیں کہ دوران نماز دونوں کی نظریں کتیا اور گدھی کی شرم گاہوں پر جمی رہتی ہیں، تو کیا قبول کر لیں گے؟ اگر اپنے بارے میں برداشت نہیں تو رحمت کائنات ﷺ کے بارے میں اتنی بڑی جسارت سے تسامح کیوں کر ہو سکتا ہے؟ آپ نے تبلیغی جماعت کو خوش کرنے کیلئے ان کا نام بھی استعمال کر لیا ہے کاش کہ ذرا فضائل اعمال ہی کو دیکھ لیتے تو آپ کو نبی معصوم ﷺ کا مقام عبادت معلوم ہو جاتا۔ (عربی عبارت پڑھنے سے تو محقق لمن صاحب ویسے معذور ہیں، اکثر تقریروں میں مبتداء کو مجرور پڑھا کرتے ہیں) ہم قارئین اور

محقق لمن کے فائدہ کیلئے فضائل اعمال ہی کی چند عبارتیں ذکر کر دیتے ہیں!!

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ

نماز کے خشوع وخضوع کے بارے میں فرماتے ہیں:

تیسرا یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو پھر قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں، اول یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے، دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے، تیسرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں ادھر اُدھر متوجہ ہو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی مشکل سے دربانوں کی منت سماجت کر کے بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگے، ایسی صورت میں بادشاہ اُس کی طرف کیا توجہ کرے گا۔

(فضائل اعمال ص:۳۷۶ فضائل نماز باب سوم)

نیز فرماتے ہیں:

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس ﷺ نماز پڑھتے تھے تو آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسے چکی کی آواز ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی جیسے ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔ (فضائل اعمال ص:۳۷۵)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضور سے باتیں کرتے تھے، لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ایسے ہو جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے۔

(فضائل اعمال ص:۳۸۰)

حضرات گرامی!!

ہم نے بغرض اختصار چند عبارتیں ذکر کر دی ہیں، ورنہ ہمارے آقا ومولا

فی الواقعی واقعی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عبادات اور خشوع وخضوع پر بے شمار نصوص موجود ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جن کی رفعتوں اور بلندیوں تک جبرائیل ؑ کی پرواز کو بھی رسائی نہیں) کی شانِ رفیعہ اور آداب دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (جہاں ابوبکرؓ و عمرؓ جیسے وزیران نبی کو بھی آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں) کو ملحوظ رکھتے ہوئے ماسٹر اوکاڑوی کی شان اقدس میں بدترین جسارت کا اندازہ لگائیں، اور جو شخص ایسے بے ادب آدمی کو اپنا رہبر و رہنما اور قائد سمجھے اس کے بارے میں بھی فیصلہ فرمائیں!!

{اوکاڑوی صاحب کا صحابہ کرامؓ کے بارے میں گستاخانہ نظریہ}

ماسٹر صاحب کی دربار رسالت میں بے ادبی کا نمونہ ذکر کرنے کے بعد، ہم اپنے قارئین کو اوکاڑوی صاحب کا نظریہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں پیش کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے اہل السنت والجماعت کا ایک ضابطہ بتاتے چلیں کہ "اگر کسی روایت سے کسی صحابیؓ کی عظمت مجروح ہوتی ہو، اگرچہ اس کی سند بالکل صحیح بھی ہو تو قطعاً قابل قبول نہیں ہوگی" کیونکہ صحابہؓ کی عظمت، راویوں کی عظمت سے بہت بلند ہے اور صحابہؓ کے ایمان، خلوص، تقویٰ، للّٰہیت، رضاء اور مغفرت کا گواہ خود قرآن ہے "قرآن پاک کے مقابلہ میں کوئی روایت اور "قیل وقال" قابل سماعت نہیں ہے۔

{عبارت} اوکاڑوی صاحب ایک بے سند روایت کا سہارا لیتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں: حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ فرماتے ہیں (حضرت ابن حنظلہؓ پر سفید جھوٹ ہے ...... از ناقل) خدا کی قسم ہم یزید کے خلاف اس وقت تک نہیں اٹھے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اب نہ اٹھنے سے آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں یہ وہ آدمی ہے، جو باپ کی اُن لونڈیوں سے صحبت کرتا ہے، جن سے باپ کی اولاد پیدا ہوئی اور وہ بیٹیوں اور بہنوں سے بھی صحبت کرتا ہے، شراب پیتا ہے، نماز نہیں پڑھتا۔

(تجلیات صفدر ج:۱ صفحہ:۵۸۷)

نوٹ: یاد رہے کہ اوکاڑوی صاحب کی تجلیات (ج:۱ ص:۵۷۰

اور ۵۷۱) میں یہ بھی لکھا ہے کہ: حضرت معاویہؓ کو یزید کی تمام کارروائیوں کا علم تھا" پھر بھی یزید کو ولی عہد بنایا" پانچ حضرات کے علاوہ باقی سب نے (صحابہؓ وغیرہ۔ از ناقل) یزید کی بیعت کرلی اور ان پانچ صحابہ کرامؓ کو حضرت امیر معاویہؓ ڈراتے دھمکاتے رہے۔

چنانچہ اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"جب زیاد مر گیا تو حضرت معاویہؓ نے منظم طور پر ولی عہدی کی تحریک شروع کی تو پانچ حضرات کے علاوہ سب نے بیعت ولی عہدی کرلی، ان پانچ حضرات کو حضرت معاویہؓ دھمکاتے ڈراتے رہے۔ پھر حضرت معاویہؓ نے حضرت احنف بن قیس سے اس معاملہ میں پوچھا، جنہوں نے امیر معاویہؓ اور یزید کی صلح کروائی تھی، تو حضرت احنفؒ نے فرمایا کہ اے معاویہؓ! اگر ہم جھوٹ بولیں تو اللہ سے ڈرتے ہیں اور سچ بولیں تو آپ سے ڈرتے ہیں" جبکہ آپ یزید کے دن اور رات سے خوب واقف ہیں، اس کے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتے ہیں اور اس کے آنے جانے کی جگہیں بھی آپ کو خوب معلوم ہیں۔ الخ"

حتیٰ کہ ماسٹر اوکاڑوی صاحب نے یہ بھی لکھ مارا ہے کہ:

حضرت معاویہؓ کو جب علم ہوا، تو حضرت امیر معاویہؓ نے نرمی سے نصیحت فرمائی: بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مروّت ختم ہوجائے، دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں اور فرمایا: کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو، اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہوجاتی ہے، کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت وعیش میں گذارتے ہیں۔

(تجلیات صفدر ج:۱ ص:۵۶۹)

{خرافات اوکاڑوی کا خلاصہ}

اوکاڑوی صاحب کی خرافات کے چند امور قابل غور ہیں؛

۱۔ یزید اپنی بہنوں سے صحبت کرتا تھا (حضرت امیر معاویہؓ کی بیٹیوں سے

معاذ اللہ) باپ کی لونڈیوں سے صحبت کرتا تھا...... شراب پیتا تھا، اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔

۲۔ حضرت معاویہؓ کو یزید کے سب حالات کا علم تھا اور بجائے شرعی حد جاری کرنے کے حضرت امیر معاویہؓ یزید کو نرمی سے کہتے تھے کہ دن میں صبر کیا کرو اور رات کو جب دشمن سو جاتے ہیں تو...... معاذ اللہ

۳۔ باوجود یزید کی تمام خرابیوں کے علم کے حضرت معاویہؓ یزید کی بیعت کرنے پر صحابہ کرامؓ کو مجبور کرتے تھے اور ڈراتے دھمکاتے رہتے تھے...... معاذ اللہ

۴۔ یزید کی تمام کاروائیوں کو جاننے کے باوجود تمام صحابہ کرامؓ وتابعینؒ نے یزید کو اپنا خلیفہ اور امام بنالیا سوائے پانچ اشخاص کے۔

''تقریر دلپذیر'' بزم شیخ الہند کی طرف سے شائع ہوئی ہے اور بقول مقدمہ باز بزرگ کے، بزم شیخ الہند مختلف جماعتوں کا معجونِ مرکب ہے، جن میں کالعدم سپاہ صحابہؓ کے جیالے بھی موجود ہیں اور تبلیغی جماعت کے بعض بزرگ بھی شامل ہیں۔ ان عبارات کا مقدمہ ہم محقق گھمن کی عدالت میں تو پیش کر نہیں سکتے، کیونکہ یہ تو بجائے توجہ دینے کے اپنے مخصوص نعرہ...... ''حق چار یار'' ہی پر اکتفاء کرنے کا بہانہ بنائیں گے اور ویسے بھی موصوف کا تعلق کٹر خدامی گروپ سے ہے، خدام کا ذہن پہلے بھی حضرت معاویہؓ کے بارے میں صاف نہیں ہے، اس لئے ہم یہ مقدمہ بالعموم تمام اہل ایمان اور بالخصوص کالعدم سپاہ صحابہؓ اور تبلیغی جماعت کے بزرگوں کی عدالت میں پیش کرتے ہیں، خدارا! اپنی آخرت کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمائیے کہ یزید کی بہنیں کون تھیں؟ کیا یہ حضرت امیر معاویہؓ کی بیٹیاں نہیں تھیں؟ اور حضرت امیر معاویہؓ کی بیٹیوں کا یہ کردار بیان کرنا کہ معاذ اللہ اپنے بھائی سے زنا کرواتی تھیں، کوئی مسلمان اس کا تصور کر سکتا ہے؟

اگر یہی بات خدانخواستہ محقق گھمن اور مناظر موصوف کے گھر کے متعلق بذریعہ اشتہار شائع کر دی جائے تو کیا برداشت کر لیں گے؟ اگر اپنے گھر کے بارے میں

برداشت نہیں کر سکتے، تو خال المومنین، کاتب وحی، ہادی ومہدی خلیفہ راشد سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کے گھرانے کے متعلق ایسی طوفان بدتمیزی جو کسی رافضی کے ذہن میں بھی نہ آسکی، آپ کے پیر و مرشد ماسٹر اوکاڑوی نے کر ڈالی...... آپ خود سوچ لیں کہ ایسی غلیظ ترین سوچ والا اور ناپاک ذہن والا آدمی...... اہل سنت کا ترجمان ہے یا ابن سبا کا......؟

حضرات گرامی! یاد رہے ہمارا مقصد یزید کا دفاع کرنا نہیں ہے، بلکہ یزید کی آڑ میں اصحاب رسول ﷺ پر کی گئی تبراء بازی کی تردید ہے۔

ان عبارات میں کئی قسم کی لغویات ہیں، حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے پاک گھرانے پر بہتان تراشیاں کی گئی ہیں، اختصار کے پیش نظر ہم تبصرہ نہیں کر سکتے، آپ خود ان عبارات کو بار بار پڑھیں اور نتائج تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ ہم نے محقق گھمن دیوبندی کی چند عبارات ذکر کر دی ہیں، آپ حضرات اندازہ فرمائیں کہ یہ لوگ مسئلہ حیات کی آڑ میں عوام الناس کو کس قدر دھوکہ دیتے ہیں اور اہل حق پر قسم وقسم کے الزامات لگاتے پھرتے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل اہل اللہ کی محبت سے خالی ہیں اور یہ سیاہ بخت...... انبیاء کرام، صحابہ کرامؓ اور دیگر اولیاء اللہؒ کے ادب و احترام سے عاری ہیں، مسئلہ حیات کو محض ڈھال کے طور پر بیان کرتے ہیں اور اصل مقاصد کچھ اور ہیں، جن کو عبارات مذکورہ پڑھنے کے بعد سمجھنا آسان ہو جاتا ہے، ہم نے صرف چند عبارات ذکر کر دی ہیں، ورنہ اس موضوع پر کئی عبارات موجود ہیں، اگر ضرورت پڑی اور حالات نے مجبور کیا، تو کئی چہرے بے نقاب ہونے کا خدشہ ہے۔

{صاحب تقریر دلپذیر کی تلبیس}

صاحب تقریر نے صفحہ ۳۲ سے لیکر ۳۳ تک وہی پرانی تقریر فرمائی ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے فرمان: لاینقك الله الموتتدین...... میں عادت کے مطابق تحریف کر کے تمام صحابہ کرامؓ پر جھوٹ اور افتراء باندھا ہے، جس کی حقیقت

گزشتہ اوراق میں وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔

ص: ۳۳ کے آخر میں ''حیات قبر کے منکر اہل بدعت ہیں'' کے عنوان سے یوں رقمطراز ہیں:

''علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ایک عجیب لفظ لکھا ہے' فرماتے ہیں: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ قبر کے اندر حیات ہے' یہ عقیدہ کن کا ہے؟ اہل سنت کا...... معلوم ہوا کہ جو لوگ حیات قبر کے منکر ہیں' وہ اہل سنت نہیں بلکہ اہل سنت کی ضد ہیں' اہل سنت کی ضد کیا ہے؟ اہل بدعت...... ہم نے سمجھ رکھا ہے کہ صرف بریلوی اہل بدعت ہیں' نہیں میرے پیارو! جو لوگ بھی نیا عقیدہ گھڑ لیں، وہ اہل بدعت ہیں۔''

الجواب: اس مقام پر بھی مناظر موصوف نے...... جماعتی عادت کے مطابق تلبیس کا مظاہرہ فرمایا ہے' مناظر موصوف نے چند امور ذکر فرمائے ہیں:

۱۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کا فرمان ہے' کہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کے اندر حیات ہے۔

۲۔ حیات قبر کے منکر بدعتی ہیں۔

۳۔ جو بھی نیا عقیدہ گھڑ لیں' وہ اہل بدعت ہیں۔

امور بالا کا بالترتیب جواب ملاحظہ فرمائیں!!

۱۔ علامہ ابن حجرؒ جس حیات کے قائل ہیں' وہ حیات اخرویہ ہے...... جو کہ مناظر موصوف کے عقیدہ کی ضد ہے۔

چنانچہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: {حیاتہ اخرویۃ لا تشبہ الحیوۃ الدنیا} یعنی حیات اخروی ہے نہ کہ دنیوی، حسی، حقیقی وغیرہ، اور نہ ہی دنیوی حسی حیات کی طرح ہے' جبکہ مناظر صاحب کا دعویٰ حیات دنیویہ حقیقیہ حسیہ کا ہے' تو ابن حجرؒ کے بیان سے مناظر صاحب کے استنباط کے مطابق بدعتی وہ ہوگا' جو حیات اخروی کی بجائے حیات دنیوی، حقیقی، حسی کی رٹ لگائے پھرتا ہے۔

۲۔ مناظر صاحب، ابن حجرؒ کے فرمان سے استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ منکرین حیات اہل سنت نہیں، اہل بدعت ہیں''۔

گزارش ہے کہ حیات سے مراد کیا ہے؟ اگر اس سے مراد حیات برزخیہ کالشہداء ہے' تو الحمد للہ اس کے تو قائل ہی اشاعت التوحید والسنۃ والے ہیں، اور ان کے ذمہ ''انکار حیات'' کا الزام لگانا نسوانی عادتوں کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور اگر حیات سے مراد مناظر موصوف کی مزعومہ حیات دنیوی حسی ہے، تو اہل السنۃ والجماعۃ میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کی تعریف بھی ہم کر چکے ہیں اور مناظر موصوف کو بمع محقق ٹمن اینڈ کمپنی چیلنج بھی دے چکے ہیں، اب نہ معلوم یہ چیلنج کب قبول ہوتا ہے اور محقق ٹمن صاحب کب اتنا بھاری انعام وصول کرتے ہیں۔

۳۔ مناظر موصوف نے بہت نکتے کی بات فرمائی ہے کہ جو بھی نیا عقیدہ گھڑ لے وہ بدعتی ہے۔ چونکہ مناظر موصوف کی پوری جماعت کا گزارہ ہی بدعات پر ہے، اہل قبور سے استمداد براستہ استشفاع، تفصیلی عرض اعمال کا عقیدہ اور دعاؤں میں بدعی چٹنی مصالے، اسی طرح جنازے کے بعد کی مروجہ دعائیں، ختم شریف کے حلوے مانڈے، ۱۲ ربیع الاول کے جلوس، قل شریف کے چھولے اور چالیسویں کے چھوارے وغیرہ ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم محقق ٹمن اور دیگر عوام کے فائدہ کے لیے بدعت کی تعریف ذکر کر دیں، تا کہ اہل السنۃ اور اہل البدعۃ کا فرق نمایاں ہو جائے۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب، علامہ ابن کثیرؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

{اما اهل السنة والجماعة فيقولون فی كل فعل وقول لم يثبت عن الصحابة ﷺ هو بدعة لانه لو كان خيرا لسبقونا اليه انهم لم يتركوا خصلة من خصال الخير الا وقد بادروا اليها}

(تفسیر ابن کثیر...... ج: ۴ ص: ۱۵۶)

اہل السنۃ والجماعت فرماتے ہیں کہ جو قول وفعل جناب رسول اللہ ﷺ کے

حضرات صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو تو اس کا کرنا بدعت ہے، کیونکہ اگر وہ کام اچھا ہوتا تو ضرور حضرات صحابہ کرامؓ ہم سے پہلے اس کام کو کرتے، اس لیے کہ انہوں نے نیکی کے کسی پہلو اور کسی نیک اور عمدہ خصلت کو تشنہ عمل نہیں چھوڑا، بلکہ وہ ہر کام میں گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ (راہ سنت ص:۶۷)

کیوں جناب محقق ممن صاحب کچھ سمجھے بھی ہو کہ نہیں؟ اگر آپ کا مزعوم عقیدہ کچھ خیر ہوتا، تو سب سے پہلے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپناتے، جب خیر القرون سے آپ کا عقیدہ مزعومہ ثابت نہیں، اور نہ ہی آپ کے اعمال بدعیہ ثابت ہیں، اور آپ کے مناظر صاحب نے اعتراف فرمایا ہے کہ نیا عقیدہ گھڑنے والا بدعتی ہوتا ہے، تو معلوم ہوا کہ جناب کا تعلق سپیشلسٹ اور کھرے بدعتیوں سے ہے، اس لیے اس عبارت کو بار بار پڑھ کر سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔

~ بادِ صر صر شمیم راحت افزا آ گئی ...... وہ مہک تھی شرک و بدعت کی کلی مرجھا گئی

{مناظر موصوف کی مرکزی دلیل}

مناظر موصوف اپنی مرکزی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلّون (الحدیث) حدیث پاک کے اندر آیا ہے {الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلّون} نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان فرمایا اور امت کو عقیدہ بتایا کہ تمام انبیاء کرامؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، اور ہمارا عقیدہ اور ہمارا ایمان بھی یہی ہے کہ انبیاء کرامؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں، ہمارا دعویٰ اور ہمارا نعرہ یہی ہے کہ انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اب فرمائیے کہ قرآن و حدیث ہمارے پاس ہے یا منکرین حیات کے پاس ہے؟ یقیناً ہمارے پاس ہے۔ قرآن سے بھی ثابت ہوا کہ انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہوا کہ انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (تقریر دلپذیر، ص:۳۳۰)

الجواب: مناظر موصوف دعویٰ کرتے وقت تو شیر معلوم ہوتے ہیں، لیکن دلیل دیتے وقت انتہائی ڈرپوک واقع ہوئے ہیں۔ مناظر صاحب اینڈ کمپنی اپنے عقیدہ مزعومہ کو ضروریات دین میں سے سمجھتی ہے اور توحید، رسالت اور قیامت کے عقائد سے بھی اہم ہونے کی دعوے دار ہے۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ اصول اہل السنۃ کے مطابق اپنے دعویٰ پر دلیل پیش کرتے، لیکن جب ان کے دلائل کو دیکھا جائے تو سوائے کذب، فریب، تحریف، ضعیف و موضوع روایات اور قیل قال کے کوئی چیز نظر نہیں آتی، حالانکہ فریق مخالف کے بزرگوں نے صراحت فرمائی ہے کہ عقائد کے باب میں کوئی ظنی دلیل خبر واحد، قیاس اور اقوال بزرگاں قطعاً قابل حجت نہیں ہیں۔

عقائد کے بارے میں مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب کے بیان کردہ سنہری اصول

۱۔ حضرت مولانا صفدر صاحب فرماتے ہیں:

عقیدہ قطعی ہوتا ہے ظنی نہیں ہوتا اور قطعیات میں ظنیات کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے شرح عقائد ص:۱۵۱ میں ہے {ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادیات} یعنی اعتقادی امور میں ظن کا کوئی اعتبار نہیں۔

(اتمام البرھان ص۲۹، حصہ ۳ ...... راہ ہدایت ص:۱۶۱)

۲۔ جس حدیث سے عقیدہ ثابت کیا جاتا ہو تو اس کا ایک ایک راوی ثقہ ہونا اور حدیث کا متواتر اور قطعی ہونا ضروری ہے، لیکن اگر ایسی حدیث سے عقیدہ ثابت کیا جاتا ہو جیسا کہ فریق مخالف کرتا ہے تو اس کے ایک ایک راوی کا ثقہ ہونا اور اس حدیث کا متواتر اور قطعی ہونا ضروری ہے۔ (دل کا سرور ص:۱۷۱)

۳۔ ہمارے لیے قرآن و حدیث اور اجماع امت ہی باب عقائد میں معیار ہیں، ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ (تفریح الخواطر ص:۲۳۶)

مولانا سرفراز صفدر صاحب کا اصول مذکور مندرجہ ذیل کتابوں میں موجود ہے:

(۱) دل کا سرور ص:۱۳۰ تا ۱۳۱

(۲) ازالۃ الریب طبع اول ص:۲۳۹ تا ۲۴۰

(۳) راہ ہدایت طبع دوم ص:۲۰۵......وغیرھا

حضرات گرامی!!

اصول مذکورہ کے مطابق مناظر موصوف کی جماعت کے پاس کسی قسم کی قطعی کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اب دو ہی صورتیں ہیں "یا تو ان اصولوں کی تکذیب کر دیں یا پھر اپنے عقیدہ سے دست بردار ہو جائیں۔ ہمارے نزدیک دوسری صورت راجح ہے اور محقق لمن اینڈ کمپنی جو صورت پسند فرمائیں!!

اب ہم آپ کے سامنے مناظر موصوف کی دلیل کی حقیقت پیش کرتے ہیں۔

﴿چیلنج﴾

ہم مناظر موصوف کو کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب کے تسلیم کردہ عقائد کے بارے میں مذکورہ اصول اہل السنت والجماعت کے مطابق صرف اور صرف ایک حدیث اپنے دعویٰ پر صریح پیش فرما دیں، تو ہم رب محمد ﷺ کی قسم اٹھا کر اعلان کرتے ہیں کہ آپ کا دعویٰ تسلیم کر لیں گے۔ لیکن اگر پیش نہ کر سکیں اور یقیناً پیش نہیں کر سکتے، تو کچھ خدا کا خوف کریں اور ایسی ڈینگیں مارنے، اور عوام بے چاری کو دھوکہ دینے سے پرہیز کریں۔

۱۔ مناظر موصوف نے پوری روایت بیان نہیں فرمائی، کیونکہ پوری روایت میں مناظر کی کمپنی یصلون کے ساتھ یحجون (یعنی انبیاء کرام، قبروں سے باہر نکل کر اجساد عنصریہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف اور دیگر افعال حج وغیرہ بھی کرتے ہیں) کے لفظ بھی بیان کرتے رہتے ہیں، جیسا کہ یادگار خطبات ص:۲۵۲ ایڈیشن اول میں موجود ہے۔ اگر یادگار خطبات والے بزرگ کی بات ان کے ہاں صحیح ہے اور معلوم بھی یہی ہوتا ہے۔ کیونکہ......

محقق لمن صاحب کے دوسرے ایک بزرگ مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب

اپنی (بزعم خود) مقبول بارگاہ نبوی ﷺ کتاب ''رحمت کائنات ﷺ'' میں حج الانبیاءؑ کے عنوان سے کافی مواد جمع کرتے ہوئے مرکزی دلیل بیان فرماتے ہیں:

دار العلوم دیوبند کے پہلے بانی حضرت حاجی سید محمد عابد نے مولانا اشرف علی تھانویؒ سے فرمایا: ایک بات کہتا ہوں، میری زندگی میں کسی سے ظاہر نہ کرنا، فرمایا کہ میں نے حرم شریف میں حالت بیداری میں بعض انبیاءؑ کی زیارت کی ہے۔

(بحوالہ رحمت کائنات ﷺ ص: ۲۳۰)

(یاد رہے محقق لمن اینڈ کمپنی اجساد مثالیہ سے چڑتی ہے، اور اس کا انکار کرتی ہے کہ اجساد مثالیہ والی تاویل چل سکے)۔

تو مناظر موصوف نے اسرائیلی ذہن کے مطابق آدھی روایت بیان کی اور آدھی بغیر ڈکار کے ہضم کر گئے، کیونکہ اس صورت میں یہ روایت بریلویہ کے موقف کی زبردست دلیل بنتی ہے، کیونکہ بریلویہ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام زمین پر سیر کرتے ہیں اور نیکوں کے جنازوں میں بھی شرکت فرماتے ہیں" تو ظاہر بات ہے کہ جب حج ثابت ہو گیا تو قبور ارضیہ سے خروج متحقق ہو گیا، تو پھر قبروں کے اندر والی زندگی کا عقیدہ باطل ٹھہرا، اور اطراف ارض اور فوق الارض حیات والا عقیدہ ثابت ہو گیا۔

اب محقق لمن صاحب کو اپنے بڑے بھائیوں کے ساتھ ترنم کے ساتھ گانا چاہیے۔

سنا ہے، آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
ہمارے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ

ماشاء اللہ۔۔۔اب تو سنی شیعہ بھائی بھائی، تیسری پارٹی کتھوں آئی۔

اور نعرہ لگایئے:

(نعرہ رسالت......یا رسول اللہ)

(نعرہ حیدری......یا علی)

(عقیدہ حیات النبی ﷺ......زندہ باد)

(خلافت راشدہ......حق چار یار)

اور اگر یادگار خطبات والی بات غلط ہے اور اسی طرح زاہد الحسینی صاحب نے بھی جھوٹ فرمایا ہے، تو اس حدیث سے مناظر موصوف کے دعوی کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ موصوف کا دعوی آپ بار بار پڑھ چکے ہیں، کہ حضرت فرماتے ہیں "ارواح مبارکہ ابدان عنصریہ میں داخل ہو چکی ہیں، جس طرح موت سے پہلے داخل تھیں یا ارواح مبارکہ کا ابدان عنصریہ کے ساتھ ایسا تعلق قائم کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے ابدان عنصریہ میں حیات دنیویہ حقیقیہ حسیہ پیدا ہو چکی ہے" اور اس حدیث میں ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات بھی موجود نہیں ہے، یعنی۔۔۔

(۱) نہ تو ارواح مبارکہ کا ابدان عنصریہ میں داخل ہونے کا ذکر ہے۔

(۲) اور نہ ہی اس روایت میں ارواح مبارکہ کے ابدان عنصریہ کے ساتھ تعلق مخصوص کا ذکر ہے۔

(۳) اور نہ ہی اس روایت میں حیات دنیویہ، حقیقیہ کا ذکر ہے لہٰذا اس روایت سے اپنے دعوی پر استدلال کرنا نری جہالت اور اشد حماقت ہے۔

۲۔ یہ روایت کتب حدیث کے طبقات میں سے طبقہ ثالثہ یا طبقہ رابعہ کی روایت ہے، جس کے متعلق محدثین کا فیصلہ ہے کہ عقیدہ تو درکنار، عمل بھی ایسی حدیث سے ثابت کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس طبقہ کی روایات قابل اعتماد نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے بھی اس قانون کو تسلیم فرمایا ہے۔

آپ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

اکثر آں احادیث معمول بہ نزد فقہاء نشدند بلکہ اجماع بر خلاف آنہا منعقد گشت (عجالہ نافعہ ص: ۷ ...... دل کا سرور ص: ۱۸۸ طبع ششم گلدستہ توحید اور تبرید النواظر ص: ۱۸۴ طبع اول)

فلہٰذا، ایسی روایت کو قابل استدلال سمجھنا نری خوش فہمی کے سوا کوئی چیز نہیں۔

۳۔ اگر بالفرض محقق ممن اینڈ کمپنی سر دھڑ کی بازی لگائے اور اگلے پچھلوں کو جمع کر لیں تو زیادہ سے زیادہ خبر واحد ہی ثابت ہو گی، جو بقول مولانا سرفراز خان صفدر صاحب

خبر واحد ہے اس کی سند اعلیٰ درجے کی صحیح بھی ہو تو بھی باب عقائد میں گاڑی نہیں چل سکتی۔ لہٰذا قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کا سخت چالان کیا جائے گا اور اہل السنت والجماعت کے اصول کی خلاف ورزی کے جرم میں ایمان سلب ہونے کا بھی خطرہ ہے۔ اگر محقق ممن اینڈ کمپنی میں ہمت ہے تو اس روایت کی سند کو اصول اہل السنت والجماعت کے مطابق متواتر ثابت کریں اور پھر اپنے دعوی پر منطبق فرمائیں۔

اس روایت کو ائمہ حدیث نے منکر قرار دیا ہے۔

مثلاً امام الجرح والتعدیل امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

اتی بخبر منکر عن انس (میزان الاعتدال ج:۱ ص:۲۶۰)

امام ابن قیمؒ متوفی ۷۵۱ھ، قصیدہ نونیہ ص:۱۷۱ پر فرماتے ہیں:

وحدیث ذکر حیاتھم بقبور ھم لما یصح و ظاھر النکران
فانظر الی الاسناد تعرف حالہ ان کنت ذا علم بھذا الشان
ھذا ونحن نقول ھم احیاء لکن عندنا کحیوۃ ذی الابدان
والترب تحتھم و فوق رؤسھم و عن الشمال ثم عن ایمان
مثل الذی قد قلتموہ معاذنا باللہ من افک و من بھتان
بل عند ربھم تعالیٰ مثلما قد قال فی الشھداء فی القرآن
لکن حیاتھم اجل و حالھم اعلیٰ و اکمل عند ذی احسان
و لقد ابان اللہ ان رسولہ میت کما جاء فی القرآن
افجاء ان اللہ باعثہ لنا فی القبر قبل قیامۃ الابدان
اثلاث موتات تکون لرسلہ ولغیر ھم من خلقہ موتان
اذ عند نفخ الصور لا یبقی امرء فی الارض حیا قط بالبرھان
افھل انت یموت الرسل ام یبقوا اذا مات الوریٰ ام ھل لکم قولان
فتکلموا بالعلم لا الدعویٰ و جیئوا بالدلیل فنحن ذوا اذھان

(قصیدہ نونیہ)

ترجمہ: یہ حدیث کہ" انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں" صحیح نہیں ہے، اس کا منکر ہونا ظاہر ہے، آپ اس روایت کی اسناد دیکھ لیں آپ کو حال معلوم ہو جائے گا، اگر تو اس علم والا ہے (تراجم کی کتابوں کا تجھے علم ہے) اے! اگر ہم کہیں وہ ہمارے نزدیک ابدان عنصریہ کے ساتھ زندہ ہیں اور مٹی ان کے نیچے اور ان کے سروں کے اوپر اور دائیں اور بائیں طرف ہے' جس طرح تم کہتے ہو (اے غالیو!) تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھوٹ اور بہتان سے پناہ مانگتے ہیں، بلکہ وہ (انبیاءؑ) اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شہداء کے بارے میں فرمایا ہے:

"لیکن ان (انبیاء) کی حیات اجل اور ان کی حالت اعلیٰ اور اکمل ہے احسان والے کے نزدیک" (اللہ تعالیٰ کے نزدیک)

اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ رسول میت ہے، جیسا کہ قرآن میں آیا ہے تو کیا یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ کریں گے اس کو قیامت سے پہلے قبر میں، اگر تم یہ کہتے ہو (کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں حیات دنیویہ کے ساتھ زندہ ہو گئے) تو کیا رسولوں کے لئے تین مرتبہ موت ہے اور باقی لوگوں کے لئے دو مرتبہ، اور دلیل سے ثابت ہے کہ نفخ صور میں زمین میں کوئی زندہ نہیں رہے گا، تو کیا جب رسول زندہ ہیں تو جب مخلوق مرجائے گی تو انبیاءؑ پر بھی موت آئے گی، یا زندہ رہیں گے یا تمہارے اس میں دو قول ہیں بات دلیل سے کرو، صرف دعویٰ نہیں (یعنی اپنے دعویٰ پر دلیل پیش کرو، صرف نعرہ بازی سے دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا) اور ہم صاحب اذہان ہیں (تمہارے دعویٰ اور دلیل کو خوب اچھی طرح پرکھ سکتے ہیں، یعنی حدیث "الانبیاء احیاءٌ فی قبورھم" صحیح نہیں ہے، بلکہ اس کا منکر ہونا ظاہر ہے)

۴۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب" فرماتے ہیں:

"یوں یاد پڑتا ہے احادیث اکثر باب حیات میں ضعیف ہیں۔"

(لطائف قاسمی ص:۵)

اس روایت کا ایک راوی ابو یعلیٰ کے استاذ ابو الجہم الازرق بن علی ہیں، جس

نے دو من گھڑت موضوع روایت بیان کی ہے، جس میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ پر الزام لگایا ہے کہ وہ معوذتین (قرآن کی آخری دو سورتوں) کو قرآن میں شمار نہیں کرتے تھے۔

سوال: ازرق بن علی کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔

الجواب: محدثین کے نزدیک ابن حبان کی توثیق کا کوئی اعتبار نہیں،

تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

(میزان الاعتدال ص:۱۷۵، فتح الباری ص:۱۵۶ ج:۹

احسن الکلام ص:۹۲ ج:۲)

۶۔ اس روایت کا ایک راوی یحییٰ ابن ابی بکیر ہے جو ابو الجہم کا استاذ ہے، جس کے متعلق مولانا سرفراز خان صفدر صاحب ایک بریلوی کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صحیح تر بات یہی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت موقوف ہے، مجھے معلوم نہیں کہ یحییٰ بن ابی بکیر کے علاوہ کسی اور نے اس کو شریک سے مرفوع بیان کیا ہو۔

(اتمام البرھان ص:۷۹)

گویا کہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب' یحییٰ ابن ابی بکیر اکیلے کی روایت کو حجت نہیں مانتے...... اور اس روایت کو بھی یحییٰ ابن ابی بکیر اکیلا ہی اپنے استاذ مستلم بن سعید سے روایت کرتا ہے، لہٰذا مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے ضابطے کے مطابق یہ روایت مردود ہوگی۔

۷۔ اس روایت کا ایک راوی مستلم بن سعید حجاج بن اسود سے اس کو روایت کرنے میں منفرد اور اکیلا ہے، اور مستلم بن سعید وہ ہیں کہ جن کے بارے میں علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں {صدوق عابد ربما وھم من التاسعہ}

(تقریب التہذیب ص:۴۶۰)

یعنی ان کو بار بار وہم پڑتے تھے اور نویں طبقے سے تھے، تو ایسی روایت باب عقائد میں حجت بنانا حماقت اور دھاندلی کے سوا کیا ہے......؟

۸۔ یہ روایت مبہم ہے اس میں نہ تو قبور کی تعیین ہے، شرعی قبور یا عرفی اور نہ ہی کیفیت حیات کی تعیین ہے۔

۹۔ اگر اس روایت میں مذکور حیات کو حیات دنیوی (اعادہ روح یا تعلق تصرف) پر محمول کیا جائے، تو نصوص قرآنیہ مثلاً اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ، اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ وغيرها من الآيات، کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۱۰۔ یہ روایت حضرت انس؄ سے بیان کی گئی ہے اور حضرت انس؄ کا اپنا عقیدہ حیات شہداء میں بیان کیا جا چکا ہے، کہ وہ جنت والی حیات کے قائل ہیں، نہ کہ قبور ارضیہ میں۔ تو اس روایت سے مراد اگر قبور ارضیہ میں حیات دنیوی مانی جائے تو خود راوی کے عقیدہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

-تلك عشرة كاملة-

یہ دس گھاٹیاں طے کرنے کے بعد شاید کچھ کام بن جائے، لیکن یہ محقق ممن اینڈ کمپنی کے بس کا روگ نہیں ہے۔

چیلنج

ہم مناظر موصوف اینڈ کمپنی کو کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ روایت مذکورہ کی سند کو متواتر ثابت کر کے اپنے دعویٰ پر منطبق فرما دیں، ہم آپکو منہ مانگا انعام دیں گے۔

هل من مبارز...؟

السوال: اس روایت کی سند میں ایک راوی مشکوک ہے؟

۱۔ علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کا نام یحییٰ بن ابی کثیر لکھا ہے۔

۲۔ امام بیہقی کی سند میں یحییٰ بن ابی کثیر کی بجائے یحییٰ بن ابی بکر ہے۔ دیکھیں "حیات الانبیاء" ناشر انجمن مدرسہ حیات النبی گجرات۔

۳۔ اس کے اردو ترجمہ میں بھی یحییٰ بن ابی بکر ہے۔

۴۔ علامہ خالد محمود نے فتح الباری کے حوالے سے یحییٰ بن ابی کثیر کی بجائے یحییٰ بن ابی بکر لکھا ہے۔ (مقام حیات)

مقام حیات طبع اول و دوم میں یحییٰ بن ابی بکیر ذکر کیا گیا ہے۔

۵۔ علامہ سخاوی نے یحییٰ بن ابی بکیر ذکر کیا ہے۔ (القول البدیع)

۶۔ خیر الفتاویٰ میں فتح الباری کے حوالہ سے عیسیٰ بن کثیر کیا ہے۔

۷۔ سید مفتی عبد الشکور ترمذی صاحب نے ہدایت الحیران طبع اول، دوم میں فتح الملہم کے حوالہ سے یحییٰ بن کثیر نقل کیا ہے۔

۸۔ محقق ممن و مناظر موصوف اینڈ کمپنی سے عرض ہے کہ اس راوی کی تعیین فرمائیں!!

{ماسٹر محمد امین اکاڑوی صاحب کا خدا میت کش قانونی حملہ}

ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب ایک حدیث پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پہلا راوی بخاری ص: ۱۰۲ پر عیاش بن الولید ہے، مگر جزء رفع الیدین مطبوعہ ص: ۱۲ پر عباس ہے، اب یہ راوی مشکوک ہو گیا۔ (تجلیات صفدر)

اب محقق ممن صاحب ہی فرمائیں کہ مشکوک راوی کی بیان کردہ روایت پر ایمان کی بنیاد رکھنا ایمان کے ساتھ کہاں کی وفاداری ہے؟

اگر اس روایت کے رواۃ و سند کی ابحاث سے قطع نظر ہی کر لیا جائے اور اصول اہل السنت والجماعت سے بھی صرف نظر کرتے ہوئے بفرض محال اس روایت کو اگر کوئی صحیح بھی تسلیم کر لے، تو پھر بھی مناظر موصوف کے دعویٰ کے صریح خلاف ہے اور اس روایت کا وہ مطلب ہرگز نہیں جو مناظر موصوف اینڈ کمپنی بگاڑ کر نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے خلاف پیش کیا کرتی ہے، چنانچہ ہم آپ کے سامنے اس روایت کا مطلب علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ کے قلم سے پیش کیے دیتے ہیں۔

{جواب علی وجہ التسلیم معنی روایت مذکورہ از علامہ انور شاہ صاحبؒ}

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون... کا معنی خاتم المحدثین علامہ انور شاہ صاحب نے یہ بیان فرمایا:

{والحاصل من الحیوٰۃ فی حدیث البیہقی ان ما ھی باعتبار الافعال ولذا کلما ذکر فی الاحادیث حیاۃ احد ذکر معہ فعل من افعالہ ایضاً لیکون دلیلا علی وجہ الحیوٰۃ اما حیاۃ نفس الروح فھی بمعزل عن النظر} (فیض الباری...... باب غزوۃ احد)

{حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت کا مطلب از حضرت قاضی صاحبؒ}

شاہ صاحبؒ کی اس عبارت کا مطلب شمس المحدثین حضرت قاضی شمس الدین صاحبؒ یوں بیان فرماتے ہیں:

اور حاصل یہ ہے کہ حیات حدیث بیہقی میں (بمعنی رد الروح فی الجسد نہیں بلکہ) سوائے اس کے نہیں کہ وہ باعتبار افعال کے ہے (جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے) اور اسی واسطے جب کہیں ذکر کیا جاتا ہے احادیث میں کسی کی حیات کا تو اس کے افعال میں سے کسی فعل کا بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ دلیل بنے اوپر نوع حیات کے (کہ وہ باعتبار افعال ارواح کے ہے) بہرحال نفس حیات روح کی مطمع نظر نہیں (اس لیے کہ وہ حقیقت مسلمہ ہے، جس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں) پھر اسی مضمون کو حضرت والا نے فیض الباری ص: ۴۵۲ ج: ۳ کتاب الجہاد میں اعادہ کیا اور پوری وضاحت سے بیان فرمایا یہ بھی اضافہ کیا کہ وفی الحدیث...... الخ

ترجمہ از قاضی صاحبؒ: اور حدیث میں ہے کہ تحقیق وہ (شہداء) داخل ہوتے ہیں جنت میں سبز پرندوں کے حواصل میں اور لفظ موطا کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ تشبیہ دیے گئے ہیں ساتھ سبز پرندوں کے، نہ یہ کہ سبز پرندے ظرف ہیں واسطے ان کے، پھر نزدیک مالک کے ہے ان کے موطا میں باب الشہید میں، کہ تحقیق نسمہ مومن کا

پرندہ ہے کھاتا ہے جنت میں اور یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ یہ صفت ہے عام مومنوں کی سوائے شہداء کے بھی، میں کہتا ہوں بہرحال شہداء پس تحقیق آئی یہ صفت ان کے صنف میں واسطے عمل (شہادت) ان کے اور اوپر ان کے سوائے پس شاید ہو ان میں بھی جو ہو ان کی صفت پر پھر یہ ابدان مثالیہ ہیں واسطے ان کے نہ یہ کہ یہ ارواح ہیں مجردات اور شاید کہ جلدی دیے گئے واسطے ان کے رزق ان کے حشر سے پہلے اور اوپر اور لوگ پس تحقیق موخر کیا گیا انتفاع ان کا ساتھ ان (ارزاق) کے تا روز قیامت۔

(مسالک العلماء ص: ۱۳۹، ۱۴۰)

نیز فرماتے ہیں:

احیاء فی قبورھم یصلون... یہ حدیثیں چلائی جاتی ہیں افعال حیات کے بیان میں نہ اس کے اصل کے بیان میں (یعنی روح تو ہر ایک کی زندہ ہے، کافر ہو یا مومن، نبی ہو یا ولی، لیکن کافر کی روح کو مردہ اس لیے کہا گیا کہ وہ نیک کاموں سے معطل ہے، اس کے لیے صرف ویل اور ثبور ہے اور انبیاءؑ کی ارواح کو زندہ اس لیے کہا گیا کہ وہ نیک کام کر رہی ہیں) یا ارادہ کیا کہ وہ ارواح مع الاجساد زندہ ہیں (ارواح اپنی جگہ پر زندہ ہیں کہ وہ نیک کام کر رہی ہیں اور اجساد اس لیے زندہ ہیں کہ) ان کے اجساد زمین پر حرام کر دیے گئے ہیں (تو حاصل مطلب یہ ہوا کہ ارواح اپنی جگہ زندہ ہیں اور ان کی زندگی کا معنی ہے نیک کام کرنے اور اجساد اپنی جگہ زندہ ہیں، اور ان کی زندگی کا معنی ہے زمین پر حرام ہونا اور اس میں اس بات کی بو تک نہیں کہ وہ ارواح ابدان میں داخل ہو چکے ہیں اور حیات ارواح مع الاجساد کا معنی ہے دخول ارواح فی الاجساد...... بلکہ حضرت شاہ صاحبؒ نے فیض الباری میں پورا واضح کر دیا ہے کہ رد روح سے مراد "رد الی الجسد" نہیں۔ (مسالک العلماء ص: ۱۵۸)

یہ تھی حضرت قاضی صاحبؒ کی توضیح علامہ انور شاہ صاحب کے بیان کردہ معنی روایت مذکورہ کی، جو علماء کے فائدہ کے لیے بیان کر دی ہے، اب اس صورت میں اس روایت کی مخالفت دلائل قطعیہ سے مرتفع ہو جاتی ہے، اسی طرح جس آدمی کو علماء دیو بند

کی عبارات سمجھنے کا شوق ہو، تو اس کے لیے اکابرین جماعت اشاعت التوحید والسنہ کا دامن تھامنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

محقق ٹمن صاحب سے بھی گذارش ہے کہ آپ کے ٹمن شہر ہی میں حضرت قاضی صاحبؒ کے ایک تلمیذ رشید موجود ہیں، جو بہت بڑے بزرگ ہیں۔ لہٰذا وقت کو غنیمت سمجھیں، تمام گستاخیاں ترک فرما کر، باادب بن کر، مستقل وقت نکال کر، ایک ایک سطر روزانہ سمجھنے کی کوشش فرمائیں اور طالبعلمی کے زمانے کی طرح وقت ضائع نہ کریں، خوب محنت اور مشقت کریں اور حصول علم کو باعث عار نہ سمجھیں، اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عنایت فرمائے .... (آمین) اگر آپ شرم محسوس کریں کہ توحیدی بزرگ سے علم کیسے حاصل کروں؟ تو عرض ہے کہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں، جس طرح ان بزرگوں سے اپنا نکاح پڑھوانے میں شرم محسوس نہیں کی، تو حصول علم میں بھی شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے، چلو ایک مسئلہ بھی پوچھتے چلیں؛

کیا فرماتے ہیں مفتیان ٹمن دریں مسئلہ کہ اگر کسی خدامی کا نکاح کسی توحیدی بزرگ نے پڑھا دیا تو یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ اگر درست ہے تو مع الکراہیۃ ہوگا، یا بدون الکراہیۃ؟

فائدہ:۱۔ اس روایت کو جس پر محقق ٹمن اینڈ کمپنی کے اتنے اہم (بزعم خود) عقیدہ کی بنیاد ہے، اس کو صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی ایک محدث نے بھی اپنی صحیح میں جگہ نہیں دی .... (سبحان اللہ)

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرۂ خوں بھی نہ نکلا

فائدہ:۲۔ محقق ٹمن صاحب کے ایک بزرگ صاحب، جنہوں نے بعد میں اس موضوع کو ترک فرما دیا تھا، آج چونکہ محقق ٹمن اینڈ کمپنی ان بزرگوں کی سابقہ تقریریں شائع کر کے لوگوں میں تقسیم کر رہی ہے، اس لیے ہماری بحث اس بزرگ سے نہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ ہماری بات محقق ٹمن اینڈ کمپنی کے ساتھ ہے، جو ان بزرگوں کے متروک شدہ موضوعات کو پھر ہوا دے رہے ہیں کہ جب

آپ ایسی تقریریں شائع کر کے ذمہ داری قبول کرتے ہیں، تو پھر ان تقریروں کا دفاع بھی ذمہ دار بن کر کریں۔ اب ہم ایک اقتباس ذکر کر کے محقق ٹمن صاحب اینڈ کمپنی سے ایک گذارش کریں گے۔

{تقریری اقتباس}

ایک بات یاد رکھیے؛ حضورؐ کی ایک حدیث ہے، اور یہ حدیث مسلم شریف میں ہے، مسلم شریف بخاری شریف کے بعد دوسرے نمبر کی کتاب ہے، جو حدیث میں پڑھ رہا ہوں، اس حدیث کے ساتھ میں چیلنج بھی کر رہا ہوں کہ اس حدیث کو دنیا کی کوئی طاقت ضعیف ثابت کرے، کوئی ایک راوی ضعیف ثابت کرے، اس جلسہ میں یہ میری تقریر ریکارڈ ہو رہی ہے، اسے لے جاؤ ان کے پاس، کہو کہ یہ حدیث جو [illegible] صاحب نے بیان کی ہے اس کو چیلنج کر کے گئے ہیں، اس حدیث کا کوئی ایک راوی ضعیف ثابت کرے، اگر وہ ضعیف (اصل کتاب میں ضعیف کی بجائے لفظ "حدیث" ہے، خطیب کا علمی کمال ہے یا کاتب کا .... از ناقل) نہ ہو تو اس حدیث کا زندہ ہے، جیسے قرآن کی آیت کا حکم نص قطعی ہے، اس طرح اس حدیث کا حکم نص قطعی ہے، عقیدہ ہے اہل سنت کا جب کوئی روایت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع مل جائے تو اس حدیث کا درجہ نص قطعی کا ہوتا ہے اور اس روایت کا انکار کرنا کفر ہے، اس روایت کو یاد کرلیں، جو روایت ضعیف ہے وہ اور ہے، میں آج وہ روایت پیش کر رہا ہوں، جس کو ضعیف نہیں کر سکتے، حدیث کیا ہے: الانبیآء احیآء فی قبورھم یصلون (اور فرماتے) وفی روایۃ یحجون۔

(یادگار خطبات ص:۲۵۲)

{تبصرہ}

اس اقتباس میں خطیب صاحب غفر اللہ لہ نے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں؛

۱۔ مذکورہ روایت مسلم شریف میں ہے۔

۲۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کوئی روایت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع مل جائے تو اس

کا حکم قرآن کی آیت کی طرح قطعی ہوتا ہے۔

۳۔ اس روایت کا انکار کفر ہے۔

محقق ٹمن صاحب سے گذارش ہے کہ سب سے پہلے ہمت فرما کر یہ روایت مسلم شریف سے نکال کر شکریہ کا موقع دیں...... اگر مسلم شریف میں نہیں اور یقیناً نہیں، تو اپنے بزرگوں سے منت زاری کریں کہ اس بات سے جماعتی طور پر براءت کا اعلان فرمائیں، اور دوسرا یہ کون سے اہل سنت ہیں جن کے نزدیک ہر مرفوع روایت قرآن کی طرح قطعی ہوتی ہے؟ حالانکہ خبر واحد صحیح مرفوع کے بارے میں جمہور اہل اسلام کا قول یہ ہے کہ ظنی ہوتی ہے، جس کو قرآن کے مقابلہ میں قطعاً پیش نہیں کیا جا سکتا...... اور خبر واحد کے انکار کو کفر کہنا' کس دارالافتاء کا کارنامہ ہے، نشان دہی فرمائیں؟ اور تیسری بات اس روایت کا انکار جب کفر ہے، تو جن بزرگوں نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے' جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا تو ان کے بارے میں آپ کے نزدیک شرعی حکم کیا ہے؟ کیا وہ سب اکابرین آپ حضرات کے نزدیک کافر ہو گئے...... معاذ اللہ بینوا و توجروا

حضرات گرامی! اندازہ فرمائیں کہ یہ لوگ اس مسئلہ میں کیسی دیدہ دلیری کا ثبوت دیتے ہیں، اور کس قدر جھوٹ بول بول کر عوام بے چاری کو دھوکہ میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، چونکہ انہوں نے ایک ایسا عقیدہ اپنایا ہے جس پر قرآن و سنت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اس لئے اس مسئلہ کے ثابت کرنے کے لئے ان حضرات کے بڑے سے بڑے جبے قبے والے بھی جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

{مناظر موصوف کی دھوکہ کے نام پر دھوکہ بازی}

صاحب تقریر دلپذیر ص:۳۴ کے نصف سے "منکرین حیات کے دھوکے اور ان کے جوابات" کے عنوان سے سرخی قائم کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

منکرین حیات کی طرف سے ایک دھوکہ دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے

اس کی سند میں فلاں راوی ضعیف ہے' اس کا جواب اچھی طرح سمجھ لو۔ یہ بات علماء کے لیے اور ثانیاً مطالعہ رکھنے والے سمجھ دار غیر علماء کے لیے عرض کرتا ہوں، اگر سند میں کوئی راوی ضعیف آجائے اولاً تو لوگ شور مچا دیتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حالانکہ سند کا ضعیف ہونا دلیل نہیں ہوتا حدیث کے ضعیف ہونے کی۔ بعض دفعہ ایک حدیث کی سند ضعیف ہوتی ہے، مگر اس حدیث کا متن یعنی اس حدیث کا مضمون اور اس میں بیان شدہ مسئلہ نہایت اعلیٰ درجے کا صحیح ہوتا ہے۔ یاد رکھنا! محدثین اور فقہاء کرام کا متفقہ اصول ہے کہ اگر کوئی حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہو، لیکن اس کا جو مضمون ہے اور اس حدیث کے اندر جو مسئلہ بتایا گیا ہے پوری امت اس پر متفق ہے، پوری امت کا اس پر اجماع ہے اور اس کے مطابق عقیدہ ہے اور اس پر عملی تواتر ہے' تو وہ حدیث سند کے ضعیف ہونے کے باوجود اتنی اعلیٰ درجہ کی قوی اور اعلیٰ درجہ کی صحیح بن جاتی ہے کہ وہ حدیث متواتر کہلاتی ہے اور حدیث متواتر نہ سند کی محتاج ہوتی ہے نہ اس کی سند دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ اس کی سند کی جانچ پڑتال کی ضرورت رہتی ہے، کیونکہ سند کے مقابلہ میں اجماع اور تواتر حدیث کے ثبوت اور حدیث کے صحیح ہونے کی بڑی مضبوط دلیل ہے۔ (تقریر دلپذیر ص:۳۴ تا ۳۵ آخر تک)

حضرات گرامی! مناظر موصوف نے جس عیاری اور مکاری کا اس اقتباس میں ثبوت دیا ہے یہ انہی کا حصہ ہے، محقق ٹمن جیسے بزرگ تو خوب خوش ہوئے ہوں گے کہ اب قلعہ فتح ہو گیا ہے، اور مولوی صاحب نے پھٹیاں توڑ دی ہیں۔ لیکن علم حدیث کے مبتدی طالبعلم بھی سمجھ سکتے ہیں کہ مناظر موصوف نے کس طرح سبائی ذہنیت کا ثبوت دیا ہے، اس اقتباس (ص:۳۴ تا ۳۵) کے چند امور قابل غور ہیں:

۱۔ اگر حدیث کی سند میں کوئی راوی ضعیف آجائے تو سند کا ضعیف ہونا' حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں ہوتا۔

۲۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اس حدیث پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ ص:۳۵ پر اظہار فرمایا ہے۔

۳۔ یہ حدیث قرآن پاک کی طرح قطعی ہے اور متواتر ہے، لہٰذا اس کی سند کا مطالبہ حماقت اور بے وقوفی ہے۔

۴۔ حدیث متواتر سند کی محتاج نہیں ہوتی۔

الجواب! بالترتیب جوابات ملاحظہ ہوں......!!

۱۔ مناظر موصوف کا یہ دعویٰ کہ سند کے ضعیف ہونے سے حدیث ضعیف نہیں ہوتی، پرلے درجے کی جہالت اور سفاہت پر مبنی ہے، محدثین حضرات کا مسلم ضابطہ ہے {الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء}

(مقدمہ مسلم ص:۱۲)

چنانچہ مناظر موصوف کے بزرگ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں: حدیث کی صحت کے لیے سند کی ضرورت ہوتی ہے...... امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: {الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔ مقدمہ مسلم ص:۱۲} یعنی سند دین کا حصہ ہے اور اگر سند نہ ہو تو جس شخص کا جی جو چاہے گا وہ کہے گا، اس لیے جب تک سند اور اس کے رواۃ کی ثقاہت معلوم نہ ہو حدیث کا کوئی اعتبار نہیں۔ (اتمام البرھان ص:۳۶۷)

نیز فرماتے ہیں:

سوال یہ ہے کہ اس حدیث کی سند کیا ہے؟ اس کے راوی کون ہیں؟ ان کی توثیق کتب اسماء رجال سے درکار ہے، سینہ زوری سے کسی روایت کو بلا کسی ثبوت کے متصل قرار دے کر منوانا دجل نہیں تو اور کیا ہے؟

(اتمام البرھان ص:۳۹۷)

فائدہ: حضرت مولانا سرفراز خان صاحب کے نزدیک بغیر سند اور راویوں کی توثیق کے حدیث منوانا دجل ہے...... سبحان اللہ، حضرت سرفراز صاحب کا ایمان افروز فتویٰ صحیح نشانے پر لگا...... جس سے مناظر موصوف کے ایمان کے پرخچے اڑ گئے حضرت مولانا سرفراز صاحب کے فتویٰ سے مناظر موصوف صاحب کا دجل ظاہر ہو گیا

یہ تمام اہل اسلام کو فتنہ دجال سے پناہ مانگنی چاہیے۔

۲۔ مناظر صاحب بار بار اجماع کا نام لیتے ہیں، معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اجماع کی تعریف ''اوکاڑویوں، چکوالیوں، اور ساہیوالیوں کے اجماع'' تک محدود ہے۔ اگر مناظر صاحب میں ہمت ہے تو سب سے پہلے اصول اسلام کے مطابق اجماع کی تعریف بیان فرمائیں...... اور پھر باسند اپنے دعویٰ مزعومہ پر منطبق فرمائیں، طوطے کی طرح رٹا لگانے سے اجماع نہیں بن جاتا، اور ہم اعلان کر چکے ہیں کہ خیر القرون کے کسی ایک آدمی کا قول اپنے عقیدہ مزعومہ پر پیش فرمائیں، اب انتظار ہے کہ کب جواب آئے گا۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب ایک بریلوی مولوی کے اسی طرح کے اجماع کے دعوے کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قرآن وحدیث سے ثابت شدہ کسی فیصلہ کے خلاف بھی کبھی اجماع ہوا ہے، یا ہو سکتا ہے؟ (اتمام البرھان ص:۳۹۶)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جب قرآن وسنت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے، کہ بعد موت کے حیات سے مراد برزخی فی الجنۃ ہے، تو دنیوی فی الارض پر اجماع کیسے ہو سکتا ہے؟

۳۔ مناظر موصوف نے اس حدیث کے متعلق تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور کذب بیانی کمال ہی کر دیا ہے، چار صدیوں میں اس روایت کو روایت کرنے والے صرف چھ سات آدمیوں سے زیادہ نہیں ملتے، اور یہاں پر بھی ہم یہی کہیں گے کہ اگر ذریت اوکاڑوی میں کوئی رجل رشید ہو تو تواتر کی تعریف بیان فرما کر اس حدیث پر منطبق فرمائے...... لیکن

؎ نہ خنجر اٹھے گا، نہ تلوار تجھ سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔

۴۔ مناظر موصوف کا دعویٰ ہے کہ حدیث متواتر سند کی محتاج نہیں ہوتی۔ محقق ممن صاحب سے گزارش ہے کہ اگر آپ بھی مناظر موصوف کی ہاں میں ہاں ملائے بیٹھے

ہیں، تو مناظر کے اس دعویٰ پر کوئی معتبر ماخذ پیش فرمائیں، اور جن محدثین اہل اصول نے حدیث کے خبر واحد یا متواتر و مشہور ہونے کے لیے سند کو معیار قرار دیا ہے اور تعریفات بیان کی ہیں ان کا حکم بھی بیان فرمادیں......؟

{صاحب تقریر دلپذیر کی پانچ دھاندلیاں}

مناظر موصوف کی تقریر ص: ۳۵ اور ص: ۳۶ کا اکثر حصہ پانچ دھاندلیوں پر مشتمل ہے، دھوکہ کے نام پر خود دھوکہ بازی کرتے ہوئے پانچ سوالوں کا ذکر کیا ہے اور پھر جواب دینے کی ناکام کوشش فرمائی ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ قبر والے اگر زندہ ہیں تو پھر ان کو مردہ کیوں کہتے ہو؟

۲۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، تو ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ کیوں بنے؟

۳۔ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو دفن کیوں کیا گیا؟

۴۔ اگر زندہ ہیں تو جنازہ میں اللّٰھم اغفر لحینا ومیتنا کیوں کہتے ہیں؟

ایک کا تذکرہ بمع جواب ماقبل ہو چکا ہے کہ سند کے ضعیف ہونے کی وجہ سے حدیث ضعیف نہیں ہوتی، یہ چار سوال ذکر کرنے کے بعد مناظر موصوف نے جواب دینے کی کوشش کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم دنیا کے اعتبار سے قبروں والے مردے ہیں اور عالم قبر کے اعتبار سے زندہ ہیں۔

(تقریر دلپذیر ص: ۳۶،۳۵)

الجواب: صاحب تقریر دلپذیر نے خود سوال کر کے جو جواب دینے کی سعی نامشکور فرمائی ہے، اگر تلبیس چھوڑ دیں اور وضاحت فرمادیں کہ دنیا اور عالم قبر کے اعتبار کا کیا مطلب ہے، تو کافی حد تک کشیدگی کم ہو سکتی ہے، لیکن موصوف نے مروانی عادت کے مطابق تقیہ سے کام لیا ہے، اب اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

۱۔ دنیا والی حیات کی طرح یعنی جس طرح دنیا میں زندہ تھے، اب بھی اپنی قبور ارضیہ میں اسی طرح حیات دنیویہ کے ساتھ زندہ ہیں۔

۲۔ موت آنے سے دنیوی حیات ختم ہو گئی...... یعنی روح کا تعلق جسد عنصری سے

منقطع ہو گیا، جیسا کہ مناظر موصوف نے صفحہ ۸ پر خود تسلیم فرمایا ہے اور جو حیات ہے وہ عالم قبر (برزخ) اور آخرت کی حیات ہے، جس کے لئے نہ اعادہ روح شرط ہے اور نہ ہی روح کا بدن عنصری کے ساتھ تعلق تصرف ضروری ہے۔

اگر دوسری شق مراد ہے تو اس پر بمع اپنی جماعت کے دستخط فرمادیں، ہم بھی دستخط کر دیتے ہیں، چلو سب اختلاف ختم ہو گیا۔

اور اگر شق اول مراد ہے، تو اپنے قائم کردہ سوالات اسی طرح آپ کے ذمہ قرض ہیں، اور پھر آپ نے انتہائی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجنون کی بڑ ماری ہے، ایک طرف تو دعویٰ ہے کہ اصلی قبر یہی ارضی قبر ہے اور دوسری طرف دعویٰ ہے کہ ارضی قبر میں ہیں بھی زندہ، حالانکہ قبر (ارضی) کا معنیٰ ہی مقرّ المیت (میت کے رہنے کی جگہ) ہے، اب یا تو قبر کو قبر کہنا چھوڑ دیں یا پھر قبر میں حیات دنیوی کا دعویٰ چھوڑ دیں۔

اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق ؓ خلیفہ ہیں دنیا میں، اس لئے ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ بنے دنیا میں، اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں قبر میں۔ تو گزارش ہے کہ قبر سے مراد اگر ارضی قبر ہے اور حیات سے مراد دنیوی، حسی، حقیقی حیات ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک مدینہ میں ہے یا کہیں اور ہے؟ اگر مدینہ میں ہے، تو مدینہ دنیا میں ہے یا برزخ میں؟ اور اگر مدینہ دنیا میں ہے اور یقینا دنیا میں ہے اور حضرت صدیق ؓ بھی خلیفہ دنیا میں بنے، تو آپ کی حماقت ظاہر ہو گئی، ہمارا سوال باقی ہے۔ اسی طرح اپنے باقی جوابات کو قیاس فرمالیں۔

{مناظر موصوف کی حضرت سلیمان ؑ کے واقعہ میں دھوکہ کے نام پر دھاندلی}

صاحب تقریر دلپذیر ص: ۳۶ کے آخر میں "چھٹا دھوکہ" کے عنوان سے حضرت سلیمان ؑ کے واقعہ کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"بھی (اشاعت التوحید والسنۃ والے) کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے: فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ} جب حضرت سلیمان ؑ کی لاٹھی کو دیمک نے کھایا تو وہ گر

گئے، اگر زندہ تھے تو گرے کیوں......؟

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

اگر کسی کا گر جانا موت کی دلیل ہے تو پھر جو آدمی بھی لاٹھی کے سہارے کھڑا ہو اگر اس کی لاٹھی پھسل جائے یا ٹوٹ جائے اور وہ آدمی گر جائے، تو کیا ہم اس کو مردہ سمجھ کر دفن کر دیں گے؟ کسی آدمی کا پاؤں پھسل جائے اور وہ گر جائے تو اس کو مردہ سمجھ کر اس کے ساتھ مردوں والی کاروائی شروع کر دیں، آئندہ اگر کوئی مماتی گر جائے تو اس کو اٹھاؤ نہیں بلکہ اس کو کفن دے کر جنازہ پڑھ کر دفن کر دو، وہ بے شک چلاتا رہے لیکن اس مماتی کو یہی کہا جائے کہ تو گر گیا ہے اور تمہارے نزدیک گر جانا موت کی دلیل ہے لہٰذا تو مردہ ہے، ہم تجھے دفن کریں گے۔

الجواب: لوگوں میں مشہور ہے کہ چمگادڑ کو دن کے وقت بھی سورج نظر نہیں آتا، موصوف مناظر کے خصائل بھی کچھ اس طرح کے معلوم ہوتے ہیں۔ پوری تحریر میں اسی کج روی کے ڈگر پر چل رہے ہیں، جس پر حضرت اوکاڑوی و اخوان چلتے رہے۔ البتہ مسخرہ پن کے خصوصی ٹرینڈ معلوم ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ کتاب الٰہی کے ساتھ بھی استہزاء (مذاق) کرنے سے نہیں چوکتے اور شیخ چلی کی طرح ایک سوال خود بناتے ہیں، اور پھر اس کا جواب دینا شروع کر دیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ زبان بے لگام سے کیا کیا خرافات ہانک رہے ہیں؟

اس مقام پر موصوف نے جس یہودی ذہنیت کا ثبوت دیا ہے علماء یہود بھی شرما جائیں گے۔ {فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ} کا جملہ ذکر کر دیا، باقی پوری آیت ہضم کر گئے اور پھر اپنی بے ڈھنگی منطق شروع کر دی کہ گرنا موت کی دلیل نہیں ہے، جو آدمی گر جائے وہ مردہ نہیں ہوتا...... مماتی گر جائے تو اسے کفن دے کر جنازہ پڑھ کر دفن کر دو۔ (چونکہ موصوف کی جماعت زندہ در گور کرنے کی قائل ہے، کیونکہ مرنے والے کو زندہ بھی سمجھتے ہیں اور کفن دے کر جنازہ پڑھ کر دفن بھی کر دیتے ہیں اس لیے اپنے جماعتی شعار کا اظہار فرما رہے ہیں)

تقریر دلپذیر کے سرورق پر شیخ الحدیث، مناظر اسلام وغیرہ کے القابات چھپاں ہیں، لیکن موصوف بے چارے ایسے جہل مرکب ہیں کہ قرآن پاک ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکے...... اگر قرآن پاک کے اس مقام کو پڑھ لیتے تو ہمیں جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ اور حضرت کا علمی پول یا دیانتی راز بھی فاش نہ ہوتا اور حضرت سلیمانؑ کی موت کا انکار کر کے تکذیب قرآن کے ارتکاب سے بچ جاتے۔ حضرت سلیمانؑ کی موت قرآن پاک کی نص قطعی سے ثابت ہے، اس کا انکار صریح کفر ہے جس پر مناظر موصوف مصر ہیں۔

حضرات گرامی! اب ہم آپ کے سامنے اصل واقعہ قرآنی پیش کرتے ہیں اور پھر اپنا استدلال ذکر کریں گے اور دیکھیں گے کہ مناظر موصوف اس پر نقل کیسے وارد کرتے ہیں؟

اصل واقعہ:

{فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ}

ترجمہ: پھر جب مقرر کیا ہم نے اس پر موت کو، نہ جتلایا ان کو اس کا مرنا، مگر کیڑے نے گھن کے کھاتا رہا اس کا عصا پھر جب وہ گر پڑا معلوم کیا جنوں نے کہ اگر خبر رکھتے ہوتے غیب کی نہ رہتے ذلت کی تکلیف میں۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

{تفسیر}

۱۔ حضرت سلیمانؑ جنوں کے ہاتھوں مسجد بیت المقدس کی تجدید کرا رہے تھے، جب معلوم کیا میری موت آ پہنچی جنوں کو نقشہ بتا کر آپ ایک شیشہ کے مکان میں در بند کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کر لی اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی، کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہو سکا،

وفات کے بعد مدت تک جن بدستور تعمیر کرتے رہے، جب تعمیر پوری ہوگئی جس عصا پر ٹیک لگا رہے تھے، گھن کے کھانے سے گرا تو سب کو وفات کا حال معلوم ہوا، اس سے جنات کو خود اپنی غیب دانی کی حقیقت کھل گئی اور ان کے معتقد انسانوں کو بھی پتہ لگ گیا کہ اگر انہیں غیب کی خبر رہتی تو کیا اس ذلت آمیز تکلیف میں پڑے رہتے؟ حضرت سلیمانؑ کی وفات کو محسوس کرتے ہی کام چھوڑ دیتے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ شیاطین وغیرہ کی تسخیر کچھ حضرت سلیمانؑ کا کسبی کمال نہ تھا، محض فضل ایزدی تھا جو اللہ چاہے تو موت کے بعد ایک لاش کے حق میں بھی رکھ سکتا ہے، نیز سلیمانؑ پر زندگی میں جو انعامات ہوئے تھے یہ اس کی تکمیل ہوئی کہ موت کے بعد بھی ایک ضروری حد تک انہیں جاری رکھا گیا۔ (تفسیر عثمانی ص:۵۷۲)

۲۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں:

پھر جب ہم نے ان پر یعنی سلیمانؑ پر موت کا حکم جاری کر دیا، یعنی انتقال فرما گئے۔ ایسے طور پر موت واقع ہوئی کہ ان جنات کو خبر نہیں ہوئی وہ یہ کہ سلیمانؑ موت کے قریب عصا کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کو زیر ذقن لگا کر تخت پر بیٹھ گئے ...... اور اسی حالت میں روح قبض ہوگئی اور اسی طرح سال بھر تک بیٹھے رہے، جنات آپ کو بیٹھا دیکھ کر زندہ سمجھتے رہے ...... یہ کسی کی مجال نہ تھی کہ پاس جا کر یا خوب گھور کر دیکھ سکے، خصوصاً جبکہ کوئی وجہ شبہ کی نہ ہو اور زندہ سمجھ کر بدستور کام کرتے رہے اور کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمانؑ کے عصا کو کھاتا تھا یہاں تک کہ ایک حصہ اس کا کھالیا تو وہ عصا گر پڑا...... اس کے گرنے سے سلیمانؑ گر پڑے ...... سو جب وہ گر پڑے اور گھن کے کھانے کا تخمینہ سے حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کو وفات پائے ہوئے ایک سال ہوا۔

(بیان القرآن ج:۳ ص:۱۹۹)

۳۔ حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ فرماتے ہیں:

آثار و روایات میں آتا ہے کہ جب سلیمانؑ کو اپنی موت کا قرب محسوس ہوا تو

آپ تخت پر عصا کی ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور اس ہیئت میں انفکاک روح ہو گیا اور ایک طویل مدت تک اسی وضع پر بیٹھے رہے۔ جنات آپ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر آپ کو زندہ سمجھے اور قریب آنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی بدستور اپنے اپنے کام میں لگے رہے۔ جب عصا میں گھن لگ گیا عصا گرا، اور آپ کا جسم بھی اس وضع پر قائم نہ رہ سکا اور جنات کو اپنی غیب دانی کی حقیقت خوب روشن ہو کر رہی۔ (تفسیر ماجدی ص:۸۶۳)

۴۔ صاحب تفسیر جلالین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای مات و مکث قائما علیٰ عصاہ حولا میتا ... فلما خر میتا

یعنی ان کی وفات ہوگئی اور سال بھر تک کھڑے رہے عصا کے سہارے میت ہونے کی حالت میں ...... اور پھر جب گر پڑے اس حال میں کہ میت تھے۔

(جلالین ص:۳۶۰)

۵۔ استاذ التفسیرؒ دارالعلوم دیو بند فرماتے ہیں:

کہ پھر جب ہم نے ان (سلیمانؑ) پر موت کا حکم جاری کر دیا یعنی ان کی وفات ہوگئی اور سال بھر تک عصا کے سہارے ان کی نعش کھڑی رہی ...... نیز فرماتے ہیں "سو جب وہ گر پڑے مردہ ہو کر"۔ (تفسیر کمالین ص:۲۰۸ ج:۵)

۶۔ فخر العلماء مولانا سید امیر علی دیو بندیؒ فرماتے ہیں:

پھر خروب کی پیڑی کاٹ کر اس کا عصا بنوایا، پھر ایک سال تک اس پر ٹیک لیے ہوئے مردہ رہے، اور جن برابر اپنا کام کیے جاتے تھے، پھر جب کرم ارضہ نے اندر سے عصا کھالیا تو گر پڑے۔۔۔

نیز فرماتے ہیں:

پھر وہ (جن) دلیری کر کے اس کے حجرے کے اندر گھس گیا تو دیکھا کہ سلیمانؑ مردہ پڑے ہیں، پس وہ تالیاں بجاتے ہوئے نکلا اور لوگوں کو اس سے آگاہ کیا تو لوگوں نے وہ محراب کھولی اور دیکھا تو عصا کو کرم ارضہ نے کھالیا ہے اور اتنا تو جان گئے کہ بہت مدت سے انتقال فرمایا ہے۔

(بلفظہ تفسیر مواہب الرحمٰن ج:۷ ص:۲۰۰،۲۰۱)

حضرات گرامی!

قرآن پاک کی نص قطعی سے حضرت سلیمانؑ کی موت ثابت ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔ جس کا مناظر صاحب مذاق اڑا رہے تھے۔ آپ خود اندازہ فرمائیں کہ قرآن پاک اور اللہ کے معصوم نبی حضرت سلیمانؑ کی موت کا انکار کرنے والا اور پھر مذاق اڑانے والا شخص کس طرح دین دار ہو سکتا ہے؟ جبکہ قرآن پاک کی آیت اور اس کی تفسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت سلیمانؑ پر موت آئی اور کافی عرصہ آپ کی میت مبارک ایک لاٹھی کے سہارے کھڑی رہی، جب لاٹھی دیمک لگنے کی وجہ سے گر گئی تو حضرت کی میت مبارک بھی زمین پر گر پڑی۔

{ہمارا استدلال}

۱۔ اگر اللہ کے ایک محبوب پیغمبرؑ کی میت مبارک بغیر ٹیک کے کھڑی نہیں رہ سکتی تو قیام وقعود کے ساتھ نمازیں وغیرہ بطریق اولیٰ نہیں ادا کر سکتی۔ (جیسے ماں باپ کو اف نہیں کہہ سکتے تو جوتے بطریق اولیٰ نہیں مار سکتے، اس کا نام دلالۃ النص ہے بقول صاحب تقریر دلپذیر کے۔۔۔ بحوالہ تقریر دلپذیر ص:۲۳)

۲۔ اگر وفات کے بعد ارواح مبارکہ اجساد عنصریہ میں لوٹ آتیں (ایک یا دو دن کے بعد جیسا کہ فریق مخالف کا دعویٰ ہے) تو حضرت سلیمانؑ کی روح مبارک بھی لوٹ آتی اور بدن مبارک میں حیات دنیویہ حقیقیہ حسیہ پیدا ہو جاتی۔

۳۔ گھن کے کیڑے نے لاٹھی کو تو کھالیا، لیکن حضرت سلیمانؑ کی میت مبارک کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا، تو معلوم ہوا کہ اللہ کے نبیؑ کی میت بھی اتنی پاک، طیب، معطر، اور محفوظ ہوتی ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی، چاہے قبر ارضی میں دفن ہو یا نہ ہو۔

﴿اعلان﴾

حضرات! ایک ضروری اعلان ملاحظہ فرمائیں!!

اگر محقق من ومناظر کبھروڑ پکا اپنے دعویٰ کے مطابق حضرت سلیمانؑ کے بارے میں ثابت کر دیں کہ حضرت کے میت وجود میں دوبارہ روح لوٹ آئی تھی یا روح مبارک کا بدن اقدس کے ساتھ تعلق تصرف قائم کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے اتنا عرصہ وفات کے بعد بیت المقدس میں نمازیں پڑھتے رہے ہوں، تو ہم انشاء اللہ شکریہ کے ساتھ منہ میٹھا کرانے کے لیے تیار ہیں۔

{مناظر موصوف کی حضرت عزیرؑ کے واقعہ میں دھوکہ کے نام پر دھاندلی}

صاحب تقریر دلپذیر نے۔۔۔۔ تقریر دلپذیر ص:۷۳ میں "ساتواں دھوکہ" کے عنوان سے یوں ارشاد فرمایا ہے:

بھی کہتے ہیں (جماعت اشاعت التوحید والسنۃ والے) حضرت عزیرؑ جواب صحیح نہیں دے سکے، اللہ تعالیٰ نے پوچھا کَمْ لَبِثْتَ وہ کہنے لگے: یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ، آپ کتنے مدت ٹھہرے ہیں؟ عزیرؑ نے جواب دیا: "ایک دن یا دن کا کچھ حصہ بعض" ممانی بڑی سریلی آواز میں پڑھتے ہیں { کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ } اور کہتے ہیں اس عرصہ دے وچ بدل وی گجے ہوسن، مینہ وی وسے ہوسن، طوفان وی آئے ہوسن، لیکن کجھ پتہ نہیں چلیا، جے زندہ ہوندے تاں جواب صحیح دیندے (بادل گرجے ہوں گے، بارشیں آئی ہوں گی، طوفان بھی آئے ہوں گے، لیکن ان کو کچھ بھی پتہ نہیں چلا، اگر زندہ ہوتے تو ان کو پتہ چلتا اور جواب صحیح دیتے۔)

اس کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اگر وقت غلط بتانے سے کسی کا مردہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔۔۔۔ تو ہم دیکھتے ہیں بعض دفعہ کوئی ایک مؤذن صبح کی اذان کے لیے اٹھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اذان کا ٹائم ہو گیا ہے وہ جلدی سے اذان کہہ دیتا ہے، بعد میں گھڑی دیکھتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ابھی تو ۳ بجے ہیں، مؤذن کو کیونکہ ٹائم سمجھنے میں غلطی لگی، تو کیا ہم اس کو مردہ سمجھ کر دفن کر دیں، بھلا یہ بھی کوئی دلیل ہے کہ جو وقت غلط بتا دے وہ مردہ ہے۔۔۔ الخ

(تقریر راولپنڈی ص: ۳۷)

الجواب: مناظر موصوف نے بختی اونٹ کی طرح موج میں آکر عجیب ہوائی تقریر فرمائی ہے، جو بزبان حال ان کی جہالت اور حماقت کا رونا رو رہی ہے۔ شیخ الحدیث صاحب ایسے جہل مرکب کا شکار ہیں کہ جس کے بھنور میں پوری تقریر میں غوطے کھا رہے ہیں اور کسی طرف نکلنے کی راہ نہیں پاتے۔ جس طرح بریلوی مولویوں کا علم ختم ہو جائے تو "بڑھیا کے بارہ سال کے بیڑے کی داستان سنا کر خانہ پوری کرتے ہیں" بالکل یہی حال مناظر صاحب کا ہے کہ وقت ٹالنے کے لیے کوئی نہ کوئی سوال اپنی طرف سے گھڑ لیتے ہیں اور پھر جواب دینے کے چکر میں عجیب وغریب شگوفے کھلانا شروع فرما دیتے ہیں۔ یہاں پر بھی حسب عادت پوری آیت پڑھنے اور سمجھنے کے بغیر ہی شور مچانا شروع کر دیا کہ کسی کے وقت غلط بتانے سے اس کا مردہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ہم حیران ہیں کہ مناظر موصوف کو کیسے عجیب وغریب سامعین نصیب ہوئے ہیں کہ پورا وقت صبر سے نبھا لیتے ہیں اور مناظر موصوف کا حال یہ ہے کہ کبھی تو دنیا و آخرت کا فرق معلوم نہیں ہوتا اور کبھی آسمان و زمین کا۔۔۔ جیسا کہ گذشتہ بحث میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس مقام پر تو کمال کی ٹانگ ہی توڑ دی کہ سو سال کے عرصے کو گھڑی سے وقت میں غلطی کرنے والے پر قیاس فرما رہے ہیں۔

واہ مجتہد زماں کیا بات ہے تیرے قیاس کی؟ اگر کوئی سامعین میں سے رجل رشید ہوتا، تو کم از کم شیخ الحدیث صاحب کو اتنا تو بتا دیتا کہ سو سال اور ایک گھنٹہ یا پون گھنٹہ میں کچھ فرق موجود ہے، لہٰذا قیاس مردود کی تکلیف مت فرمائیں۔ اور تعجب تو محقق ممن صاحب پر ہے کہ ایسی تقریریں شائع کر کے شیخ الحدیث صاحب کی پگڑی اچھالنے کی مذموم کوشش فرما رہے ہیں۔۔۔۔۔ دوستی ہو تو ایسی ہو۔

اگر اس جیسا ایک اور دوست مل جائے تو پھر کسی دشمن کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اگر محقق ممن صاحب لب کشائی فرمانے کی جرأت کرتے اور شیخ الحدیث صاحب کو بتا دیتے کہ حضرت جی! حضرت عزیرؑ کی موت قرآن پاک کی نص قطعی سے ثابت ہے

اور اس واقعہ سے استہزاء (مذاق) براہ راست اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب پر اور مقدس رسول پر استہزاء ہے۔ لہٰذا قرآن پاک کے ساتھ استہزاء کر کے اپنا خاتمہ خراب نہ کریں، تو ہو سکتا تھا شیخ الحدیث صاحب تکذیب قرآن اور استہزاء بآیات اللہ سے بچ جاتے، لیکن ...... گوہ نوں ملی گوہ، جنی اے تے جنی او۔

اب ہم آپ کے سامنے اصل واقعہ ذکر کرتے ہیں، تا کہ مناظر موصوف کی سیاہ بختی اور شقاوت قلبی ظاہر ہو جائے۔

{اصل واقعہ حضرت عزیرؑ}

۱۔ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:

واقعہ یہ ہے کہ کسی اجڑی ہوئی بستی پر ان (حضرت عزیرؑ) کا گذر ہوا، اس کی خراب حالت کو دیکھ کر از راہ تعجب انہوں نے فرمایا کہ یہ بستی بھی کسی وقت آباد ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان (حضرت عزیرؑ) کو اپنی قدرت پر یقین دلانے کے لیے ان کو وفات دے دی، ان کے پاس گدھا تھا وہ بھی فنا ہو گیا۔

کھانے پینے کی کچھ چیزیں تھیں وہ اللہ نے محفوظ کر کے اپنی قدرت بتلا دی کہ مادہ جو جلدی خراب ہو جاتی ہے، ہم اس کو کس طرح بچا لیتے ہیں اور جو چیز (مثلاً گدھا وغیرہ) جلدی ضائع نہیں ہو جاتی، ہم اس کو کس طرح فنا و برباد کر دیا کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیرؑ کو زندہ کر کے ان سے پوچھا کتنا عرصہ مردہ رہے؟ فرمانے لگے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ تم تو سو سال مردہ رہے۔ قرآن کریم کے اصل الفاظ ملاحظہ کر لیں:

[أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ]

ترجمہ: یا مثل اس شخص کے کہ گذرا ایک شہر پر اور وہ گرا ہوا تھا، اپنی چھتوں پر بولا کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ اس کے مرنے (تباہ ہونے) کے بعد پھر مردہ

رکھا اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے سو برس، پھر اٹھایا اس کو کہا: تو کتنی دیر یہاں رہا، کہا: رہا ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم، کہا نہیں بلکہ رہا تو سو برس .... ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت عزیرؑ کو پہلے ہی سے کیفیت معلوم ہوتی جو بعد کو معلوم ہوئی تو وہ کبھی اس پر تعجب نہ کرتے اور پہلے ہی سے اطمینان کر لیتے۔

(ازالۃ الریب ص:۱۸۸)

۲۔ پاسبان مسلک علماء دیوبند علامہ زماں حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ فرماتے ہیں:

{فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ} تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیفیت احیاء کا مشاہدہ کرانے کے لیے ان پر موت وارد کر دی اور وہ پورے سو سال اس حالت میں زمین کے اوپر ہی پڑے رہے اور سو سال کا عرصہ گذر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا {قَالَ كَمْ لَبِثْتَ} یہ سوال و جواب احاطہ صفات سے ان کے عجز کے اظہار کے لیے کیا گیا ہے، حضرت عزیرؑ نے حالت موت کی مدت صرف ایک دن یا اس سے بھی کم بتائی یہ محض ان کا اندازہ اور تخمینہ تھا، سو سال کا عرصہ انہیں یک روزہ خواب کی طرح معلوم ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ حالت موت میں یہ جلیل القدر پیغمبر اختلاف لیل ونہار اور انقلابات زمانہ سے بالکل بے خبر تھے۔

اگر انہیں ان چیزوں کا احساس ہوتا تو مدت کا وہ یہ تخمینہ بیان نہ کرتے، بلکہ ان کو پوری مدت کا ٹھیک ٹھیک علم ہوتا، اس واقعہ سے سماع موتی کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ حضرت عزیرؑ دنیا میں ہونے والے تمام انقلابات سے بے خبر تھے .... سو سال کے عرصہ میں نہ تو رات دن کے اختلاف کا ان کو پتہ چلا اور نہ ہی انہیں بیرونی آوازیں سنائی دیں، نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وفات کے بعد انبیاءؑ کی ارواح طیبہ ان کے ابدان مبارکہ میں موجود نہیں رہتیں، اور ان کی حیات دنیوی ناسوتی نہیں ہوتی بلکہ برزخی ہوتی ہے۔ (تفسیر جواہر القرآن جلد اول ص:۱۲۷)

{فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ

يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ}

ان کے علاوہ درج ذیل مفسرین سے اس آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

۳۔ ترجمہ: اور پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو کہا تو کتنی دیر یہاں رہا، بولا میں رہا ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم، کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس۔

(ترجمہ شیخ الہندؒ)

۴۔ ترجمہ: سو اللہ نے اس شخص کو سو سال تک مردہ رکھا پھر اسے جلا اٹھایا (پھر) پوچھا تو کتنی مدت (اس حالت میں) رہا، اس نے کہا میں رہا (اس حالت میں) کوئی دن بھر یا اس کا کچھ حصہ، فرمایا نہیں بلکہ تو سو سال (کی مدت) تک رہا۔

(تفسیر ماجدی از عبد الماجد دریا آبادیؒ دیوبندی)

۵۔ ترجمہ: سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا، پھر اس کو زندہ کر اٹھایا پوچھا کہ تو کتنی مدت اس حالت میں رہا، اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گا، یا ایک دن سے بھی کم، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس رہا ہے۔

(بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانویؒ دیوبندی)

۶۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو سال تک مردہ رکھا، پھر اس کو زندہ کر اٹھایا اور اس سے پوچھا تو کتنی مدت اس حالت میں رہا، اس نے جواب دیا میں ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کچھ کم، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں بلکہ تو اس حالت میں سو سال رہا ہے۔

(کشف الرحمٰن از علامہ احمد سعید دہلویؒ دیوبندی)

۷۔ ترجمہ: تب اس کو خدا نے سو برس تک مردہ پڑا رہنے دیا، پھر اس کو اٹھا کر پوچھا کہ تو کب تک پڑا رہا، اس نے کہا ایک دن یا اس سے بھی کم پڑا رہا ہوں گا (خدا نے) کہا (نہیں) بلکہ تو سو برس پڑا رہا۔

(تفسیر حقانی علامہ عبد الحق حقانیؒ دیوبندی)

۸۔ ترجمہ: پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو کہا تو کتنی دیر یہاں رہا، بولا: میں رہا ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم، کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس۔

(تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی)

۹۔ ترجمہ: تو اللہ نے مردہ رکھا اسے سو برس، پھر زندہ کر دیا، فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم، فرمایا نہیں تجھے سو برس گزر گئے۔

(کنز الایمان از احمد رضا خان بریلوی)

۱۰۔ ترجمہ: پس اللہ نے سو برس تک اسے مردہ رکھا، پھر اس کو دوبارہ زندگی دی اور اس سے پوچھا بتاؤ کتنی مدت (مردہ) رہے ہو؟ اس نے کہا ایک دن یا اس سے کم، اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ سو برس (مردہ) پڑے رہے ہو۔ (ترجمہ محسن علی نجفی شیعہ)

تلك عشرة كاملة

حضرات گرامی......!!

ہم نے دس تراجم پیش کر دیے، جن میں آٹھ تراجم علماء دیوبند کے اور ایک بریلویوں کے اور ایک شیعوں کا ترجمہ شامل ہے، ان دس ترجموں میں تین باتیں صراحت کے ساتھ مذکور ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیرؑ کو موت دی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سو سال تک حضرت عزیرؑ کو مردہ رکھا اور سو سال کے بعد زندہ کیا۔

۳۔ سو سال کے عرصہ (میں پیش آنے والے انقلابات زمانہ اور) اپنے ٹھہرنے کی مدت سے بے خبر رہے۔

اب آپ مناظر صاحب کی لفظی شعبدہ بازی دوبارہ دیکھ لیں کہ کس طرح قرآن پاک کی نص قطعی کا انکار کر کے حضرت عزیرؑ کی موت اور سو سال تک میت رہنے کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اس احمق نامعقول کو اتنا معلوم نہیں ہے کہ حضرت عزیرؑ کو میت اشاعت التوحید والے اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ قرآن پاک کا ترجمہ کرتے ہیں۔ جس جاہل کو قرآن پاک کا ترجمہ بھی نہ آتا ہو وہ محقق ممن اینڈ کمپنی کے نزدیک شیخ الحدیث بنا پھرتا ہے۔ اب محقق ممن صاحب سے گزارش ہے کہ تراجم مذکورہ کو بار بار پڑھیں اور توبہ کا اعلان کر کے تجدید ایمان و نکاح وغیرہ کا اہتمام فرمائیں اور بزم شیخ

الہند والوں سے بھی گزارش ہے کہ شیخ الہندؒ کے نام پر ایسی کفریات شائع کرنے سے توبہ نامہ اشتہار کی صورت میں شائع فرمائیں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ مناظر موصوف ماسٹر امین صاحب کا شاگرد ہے اور ماسٹر امین صاحب وہ شخصیت تھے جن کا ایمان محض اپنے ذہنی اختراع پر تھا، اب جی چاہتا ہے کہ چلو ماسٹر صاحب کا ایک صدری نکتہ آپ کو ملاحظہ کروا دیں، تاکہ پتہ چل جائے کہ اس پوری کمپنی کا اوڑھنا بچھونا ہی جہالت اور رسل اللہ کی توہین ہے۔

ماسٹر صاحب نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انبیاء کی توہین نہ کیا کرو (جس طرح کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے حیات انبیاء کی مثال حضرت عزیرؑ کے گدھے کے ساتھ دی ہے...... معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد از ناقل) اب دیکھو یہاں میں ایک بات عرض کروں، یہ جو میری اور آپ کی حیات ہے فانی ہے یا باقی ہے؟ (فانی ہے) اور جو بعد میں ملتی ہے وہ باقی ہے، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے، اب اگر فانی حیات والے کو مردہ کہا جائے تم مردو سن رہے ہو؟ آپ کو غصہ لگے گا یا نہیں؟ (لگے گا) اسکو آپ اپنی توہین سمجھیں گے یا نہیں؟ (سمجھیں گے) تو یہ فانی حیات اس کے بعد موت آنی ہے، اب مردہ مردہ کہنے سے توہین ہوتی ہے یا نہیں؟ (ہوتی ہے) تو جن کو اللہ نے ہمیشہ کے لیے باقی حیات دے دی، تو ان کو مردہ کہنا ان کی توہین ہے یا نہیں؟ (ہے) اس لیئے اب انہیں کہتے ہیں کہ مردارو، ان کو مردہ نہ کہا کرو اور نبیوں کی توہین نہ کیا کرو۔

(بحوالہ خطبات صفدر جلد سوم ص:۳۱۹)

حضرات گرامی.....!!

حضرت ماسٹر اوکاڑوی صاحب کے صدری نکتہ کا خلاصہ دو باتیں ہیں؛

۱۔ انبیاء کرام کیلئے لفظ مردہ کا اطلاق توہین ہے۔

۲۔ انبیاء کرام کے لیے لفظ مردہ کا استعمال کرنے والے مردار ہیں۔

اب ذرا اوپر ذکر کردہ تراجم پر ایک دفعہ پھر نظر ڈالیں کہ اوکاڑوی صاحب کے

فتوٰی کے مطابق انبیاء کرام کی توہین کرنے والے کون کون ہیں؟ اور لفظ مردار کا مصداق بھی دیکھ لیں۔۔(لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

محقق لمن صاحب۔۔۔۔!!

آپ نے اپنی تصنیف لطیف تقریر دلپذیر کے صفحہ نمبر ۵۱ پر فرمایا ہے "توہین رسالت کفر ہے" اب ذرا فرمائیں کہ آپ کے ماسٹر اوکاڑوی کے فتوٰی کے مطابق حضرت عزیرؑ کو مردہ کہہ کر اسی طرح حضرت سلیمانؑ (جو واقعہ اس سے ماقبل متصل گذرا ہے) پر لفظ مردہ کا اطلاق کر کے مردار اور کافر کون کون بنے ہیں؟ شاید آپ کو گنتی نہ آتی ہو اس لیے ہم آپ کو ایک لسٹ دے دیتے ہیں تاکہ آسانی رہے، حضرت سلیمانؑ پر لفظ مردہ کا اطلاق کرنے والوں میں سے مشہور نام درج ذیل ہیں؛

۱۔ صاحب جلالین علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ صاحب جلالین علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ استاذ التفسیر دار العلوم دیوبند مولانا محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح حضرت عزیزؑ پر لفظ مردہ کا اطلاق کرنے والوں میں درج ذیل اکابرین شامل ہیں؛

۴۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ حضرت مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ حضرت مولانا عبد الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح تقریباً تمام مفسرین نے ترجمہ فرمایا ہے۔

محقق لمن صاحب! خدارا ہم پر غصہ نہ کریں، اپنے پیر و مرشد ماسٹر اوکاڑوی

کی عبارت اور تراجم مذکورہ بار بار پڑھیں کہ اصل صورت حال کیا ہے۔۔۔۔؟

حضرات گرامی! یہ وہ بدنصیب اور سیاہ بخت ہیں، جو اکابر اکابر کا ورد کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم اکابرین کے محب اور اشاعت التوحید والے اکابرین کے گستاخ ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جس طرح قرآن وسنت سے جاہل اور باغی ہیں اسی طرح اکابرین کے عقائد ونظریات اور ایمان کے بھی دشمن ہیں۔ ماسٹر اوکاڑوی کے اس فتوٰی کی زد سے کہ "انبیاء کرام کو میت کہنا انبیاءؑ کی توہین ہے اور انبیاء کرام کے لئے لفظ مردہ کا استعمال کرنے والے مردار ہیں"..... امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر علماء دیوبند تک اور علماء دیوبند سے لے کر مولانا سرفراز خان صفدر تک ایک بھی محفوظ نہیں رہتا۔ ماسٹر اوکاڑوی کے فتوٰی سے تمام اکابرین امت مردار اور کافر ٹھہرتے ہیں معاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔۔۔۔

حضرات گرامی۔۔!!

آپ حضرات ماسٹر اوکاڑوی کی عبارت مذکورہ کو بار بار غور سے پڑھیں اور اندازہ فرمائیں کہ ابن سبا کی نسل کس طرح تقیہ کے لباس میں مسلمانوں میں چھپی پھرتی ہے۔ اور اکابرین کے نام سے لوگوں کو دھوکہ دینے والے اکابرین امت کے کتنے بڑے باغی اور اکابرین کے دشمن ہیں۔ الامان والحفیظ

﴿ایک اہم انتباہ﴾

مناظر موصوف نے حضرت سلیمانؑ اور حضرت عزیرؑ کی موت کا صریح انکار کیا ہے اور مذاق اڑایا ہے۔ جبکہ حضرت عزیرؑ و حضرت سلیمانؑ دونوں کی موت اور میت رہنا قرآن پاک کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جیسا کہ اوپر ذکر کر دیا گیا ہے اور قرآن پاک کے ایک لفظ کے عمداً انکار سے بھی آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس لیے مناظر موصوف کے حامی انصاف پسند علماء سے عرض ہے کہ مناظر موصوف اور ان کے مصدق محقق لمن صاحب کے تجدید ایمان و نکاح وغیرہ کا اہتمام فرما کر عند اللہ ماجور

ہوں۔

مناظر موصوف کی اکابرین علماء دیوبند سے بغاوت اور ان پر الزام حماقت

صاحب تقریر دلپذیر اپنی کتاب کے ص: ۳۸ پر "آٹھواں دھوکہ" کے عنوان سے فرماتے ہیں:

کبھی کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں، لیکن قبر اس گڑھے کا نام نہیں بلکہ علیین یا سجین میں ہے۔ پھر اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مماتی حضرات نے بظاہر حیات قبر کا اقرار کیا ہے، لیکن حقیقت میں زمینی قبر کے قبر ہونے کا انکار کر کے انہوں نے منافقانہ طریقے سے جسم کے زندہ ہونے کا انکار کیا ہے، اور صرف روح کے زندہ ہونے کا اقرار کیا ہے...... اور حماقت یہ کی کہ روح کے لیے بھی قبر کا قول کیا ہے، کیونکہ علیین یا سجین میں روح ہوتی ہے، جب علیین یا سجین میں قبر ہے تو انہوں نے گویا روح کے لیے تعبیر تسلیم کی ہے، لیکن یہ قبر کے مفہوم میں تحریف ہے، مفردات القرآن اور مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے: {کل مقر الجسم فهو قبره} جسم یا اجزاء جسم کی جو جائے قرار ہے، وہی اس کی قبر ہے۔ خواہ جسم اپنی اصلی شکل میں موجود ہو یا ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائے یا اس کو جلا کر راکھ بنا کر کچھ ہوا میں اڑا دیا جائے کچھ دریا میں بہا دیا جائے وہ ذرات جہاں جہاں ٹھہریں گے وہی اس کی قبر ہے قبر کی یہی تعریف قرآن کریم سے ثابت ہے...... الخ

حضرات گرامی! مناظر موصوف نے حسب عادت اس مقام پر بھی دجل و تلبیس سے کام لیا ہے، مناظر موصوف کے اقتباس بالا کا خلاصہ تین امور ہیں:

۱۔ جماعت اشاعت التوحید السنۃ والے قبر کے مفہوم میں تحریف کرتے ہیں اور اس قبر کو قبر نہیں مانتے۔

۲۔ روح کیلئے قبر کا قول کرنا یعنی علیین و سجین کو قبر کہنا حماقت ہے اور مفہوم قبر میں تحریف ہے۔

شرعی قبر کی تعریف {کل مقر الجسم فهو قبره} ہے۔

جواب از امر اول:

۱۔ جناب! اشاعت التوحید والسنۃ والوں پر دانت پیسنے کی ضرورت نہیں ہے، اشاعت التوحید والسنۃ والوں نے کب کہا ہے کہ یہ قبر قبر نہیں ہے، البتہ اکابرین علماء دیوبند نے قبر کے دو مفہوم بیان فرمائے ہیں قبر عرفی اور قبر شرعی۔ چونکہ مسلک علماء دیوبند کی حقیقی ترجمان جماعت اشاعت التوحید والسنۃ ہے اس لیے اشاعت والے بھی کہتے ہیں قبر کے وہی دو مفہوم ہیں، جن کو اکابرین امت نے قرآن و سنت کی روشنی میں بیان فرمایا ہے۔ اگر گالیاں دینی ہیں اور دل کی بھڑاس نکالنی ہے تو اکابرین علماء دیوبند پر جراءت کرو جن کے نام پر ٹکڑے وصول کرتے ہو۔ اور اکابر اکابر کا شور مچا کر قرآن و سنت سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہو اور ہمیں کہتے ہو کہ اکابر کے طرز و فکر سے منحرف ہو گئے ہو، ذرا اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھ لو۔

غیر کی آنکھ کا تجھے تنکا آتا ہے نظر — دیکھ ذرا اے غافل اپنی آنکھ کا شہتیر بھی

اب ہم اکابرین علماء دیوبند کی چند عبارات ذکر کرتے ہیں تاکہ قارئین کو علم ہو جائے کہ اکابرین کے مسلک پر چلنے والا کون ہے اور اکابرین کے طرز و فکر سے کس نے بغاوت اختیار کی ہے......؟

{عبارات اکابر در مفہوم قبر}

۱۔ صاحب تفسیر حقانی، مشہور فقیہ و متکلم حضرت علامہ عبدالحق حقانی" فرماتے ہیں:

شبہہ: بعض لوگوں کو آگ میں جلا دیتے ہیں اور بعض پانی میں غرق ہو جاتے ہیں اور بعض ہوا میں معلق لٹکتے رہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔ پھر ان کے لیے قبر نہ ہوئی اور منکر نکیر کا سوال و جواب، جو خاص قبر میں ہوتا ہے وہ بھی نہ ہوگا۔

جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ گڑھا قبر اصلی نہیں جس کو تم قبر سمجھتے ہو بلکہ مراد وہ ہے جواب بیان ہو چکا، خواہ کوئی غرق ہو یا جلے یا کوئی جاندار اس کو کھا جاوے اس کی روح سے بہر طور یہ معاملات پیش آتے ہیں

اور وہاں ہی منکر و نکیر اس سے سوال و جواب کر لیتے ہیں اور وہاں ہی اس کی روح پر کشادگی اور تنگی وغیرہ، ثواب و عذاب ہو چکتے ہیں۔

خلاصہ عقیدہ اسلامی اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جب انسان اس منزل فانی کو چھوڑتا ہے تو وہ دوسرے عالم میں پہنچتا ہے۔ اس عالم غیر محسوس میں نیکوں کا مقام عالم بالا یعنی علیین ہے اور بدوں کا سجین ہے۔ جن کی روحیں کثافت اور ظلمت کی وجہ سے اوپر نہیں چڑھ سکتیں، وہ اس ناپاک جگہ میں ڈالے جاتے ہیں۔ "قبر عرف شرع میں اسی عالم کا نام ہے" حشر کے بعد ارواح کو ان کے ابدان سے پھر متعلق کیا جائے گا اور نیا آسمان و زمین پیدا ہوگی تب تو نیک جنت میں اور بد دوزخ میں رہیں گے۔ حشر تک کا زمانہ عالم برزخ کہلاتا ہے حشر اس عالم کی کامل ترقی اور ظہور کلی ہے اور کبھی مرنے کے بعد جسم پر بھی عذاب و ثواب کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں، بندوں کی عبرت اور رغبت کے لیے...... الخ (حقانی عقائد اسلام ص: ۱۷۰،۱۷۱)

۲۔ علامہ حقانی صاحب" علیین و سجین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

احادیث میں جزاء و سزا کا مقام علیین اور سجین بھی آیا ہے کہ ملائکہ مومنین کی ارواح کو قبض کر کے جنت کے حریروں میں لپیٹ کر نہایت تعظیم و تکریم سے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں پھر وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ علیین میں اس کو لے جاؤ، پس وہ جہاں اور مومنین کی ارواح ہیں وہاں آتا ہے...... وہاں کے مومنین اس سے دنیا میں اپنے اقارب کا حال دریافت کرتے ہیں...... اور اس کے آنے سے نہایت خوش ہوتے ہیں کہ جس طرح کوئی کسی غائب کے آنے سے خوش ہوتا ہے احمد اور نسائی نے اس کو روایت کیا ہے اور شہیدوں کے لیے جنت میں رہنا بھی ثابت ہوا ہے اور کافر و منافق کی روح کو فرشتے نہایت شدت کے ساتھ قبض کر کے...... بدبو کے ٹاٹ میں بند کرتے ہیں اور آسمان کی طرف لاتے ہیں۔

سو وہاں اس کے لیے آسمان کا دروازہ نہیں کھلتا پھر حکم ہوتا ہے کہ اسے سجین میں جہاں اور کفار کی ارواح معذب ہیں لے جاؤ۔ وہاں لے جا کر عذاب میں گرفتار کرتے

ہیں، مومن حشر تک علیین میں آرام اٹھاتے ہیں...... اور کافر حشر تک سجین میں عذاب پاتے ہیں۔ ان احادیث میں اور جن میں کہ قبر کے اندر ثواب و عقاب ثابت ہے کچھ مخالفت نہیں (کیونکہ جب یہ ثابت ہوا کہ قبر سے خاص وہ گڑھا مراد نہیں کہ جس میں جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے خواہ کوئی پانی میں غرق ہو خواہ آگ میں جل جاوے تو اس کی وہی قبر ہے اس صورت میں علیین و سجین میں عذاب و ثواب ہونا عین قبر میں عذاب و ثواب ہے کچھ مخالفت نہیں۔ حاشیہ از علامہ حقانی") یہ حال عام مومنین کا ہے اور شہیدوں کو قبل حشر بھی جنت میں جائے ملتی ہے اور اسی طرح جو شخص ان سے بھی زیادہ رتبہ میں ہیں جیسا کہ انبیاء و صدیقین یا جس کو اللہ چاہے اس کو بھی جنت میں مقام ملتا ہے {ذٰلك فضل الله یؤتیه من یشاء...}

(حقانی عقائد اسلام ص: ۱۲۸، ۱۲۹)

۳۔ اور یہ بھی آیا ہے...... {أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ} کہ روح قبض کرنے والے فرشتے کہتے ہیں کہ اپنی جان نکالو تو آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جاوے گا، موت کے وقت حشر برپا نہیں ہوا...... پس مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں اس پر جمہور کا اتفاق ہے۔ قسطلانی کہتے ہیں مرنے کے بعد روح زندہ رہتی ہے اور وہی انسان ہے جسم کا لباس اتر جاتا ہے اس کو برابر حس و ادراک رہتا ہے مگر نظروں سے غائب دوسرے جہان میں، پھر اگر پاک روح ہے تو علیین میں جو عالم بالا ہے اور اگر ناپاک ہے کہ جس کو لذائذ و شہوات کی ظلمت نے گھیرا تھا تو سجین میں رہتی ہے جو عالم سفلی میں ہیبت ناک اور پراندوہ جگہ ہے اور یہی دونوں جگہ اصلی قبر ہیں۔ (فائدہ حقانی عقائد اسلام ص: ۱۶۶)

مسلک حق اشاعت التوحید والسنہ...... زندہ باد

﴿خلاصہ عبارات عقائد اسلام﴾

عبارات مذکورہ کا خلاصہ درج ذیل امور ہیں:

۱۔ یہ گڑھا قبر اصلی نہیں، قبر اصلی اور شرعی مومنین کے لئے علیین اور کفار

کے لیے سجین کا مقام ہے۔

۲۔ منکر نکیر کے سوال و جواب اور روح پر کشادگی و تنگی و عذاب وثواب علیین یا سجین میں ہوتے ہیں۔

۳۔ حشر کے بعد ارواح کا ابدان عنصریہ کے ساتھ تعلق قائم کیا جائے گا۔

۴۔ انبیاء شہداء کی ارواح مبارکہ حشر تک جنت میں رہیں گی نہ کہ ابدان عنصریہ میں۔

۵۔ کبھی کبھی بطور خرق عادت عذاب وثواب کے آثار صرف بندوں کی عبرت کے لیے بدن عنصری پر بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔

۶۔ علیین و سجین میں عذاب وثواب ہونا عین قبر میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔

محقق ثمن صاحب!! اگر علیین اور سجین پر لفظ قبر کا اطلاق حماقت اور مفہوم قبر میں تحریف ہے، تو ان عبارتوں کو بار بار پڑھیں اور اپنے سنگین فتویٰ کو بھی مدنظر رکھ کر بتائیں کہ علیین و سجین کو قبر کہنے کے جرم میں اور کہنے والوں کی تصدیق کرنے کے جرم میں اکابرین میں سے کون کون احمق اور محرف بن رہے......؟

حضرات گرامی! آپ نے عقائد اسلام سے چند عبارات ملاحظہ فرمائیں، مناسب معلوم ہوگا کہ آپ کو اس اہم کتاب کا تعارف بھی کرا دیں۔ عقائد اسلام اکابرین علماء دیوبند کی مصدقہ کتاب ہے، جس میں اسلامی عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل بزرگوں نے اس کتاب کی تصدیق فرمائی ہے:

۱۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

۲۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند

۳۔ امام المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ

تاثرات اکابر

۱۔ حضرت نانوتوی صاحبؒ اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

اردو میں یہ کتاب لاجواب، میں نے اول سے آخر تک دیکھی (محقق ثمن صاحب آنکھیں کھولیں) سچ یہ ہے کہ ایسی کتاب اس زبان میں دیکھی نہ سنی، مضمون کی خوبی مصنف کے کمال کی دلیل ہے۔

۲۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ فرماتے ہیں:
ضرورت ہے کہ یہ کتاب ہر مسلمان کے گھر میں رہے (محقق ثمن صاحب غور فرمائیں) اس کتاب سے مسلمانوں کا ہر طبقہ (علماء و غیر علماء) دونوں استفادہ کر سکتے ہیں۔

۳۔ علامہ کاشمیری صاحبؒ فرماتے ہیں:
اپنے موضوع میں یہ کتاب بے نظیر ہے، اوساط ناس ہی کو اس کی ضرورت نہیں بلکہ فضلاء اور مدرسین کو بھی اس کی حاجت ہے۔ (محقق ثمن صاحب تدبر فرمائیں)

۴۔ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:
اردو خواں طبقے کے لیے عقائد کی کوئی مفصل اور معتبر کتاب نہ تھی......، حضرت فاضل اجل مولانا عبد الحق حقانی دہلوی مرحوم و مغفور نے اردو دان طبقہ کی اس ضرورت دینیہ کو رفع کرنے کے لیے...... یہ نادر کتاب مسمی بہ "عقائد الاسلام" تصنیف فرمائی تھی مصنف ممدوح کی وسعت نظر اور کمال فن اور تبحر علمی سے کتاب مذکور ایک نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی کتاب قرار پائی، اہل علم نے پسند کی اور اچھی اچھی تقریظیں لکھیں مقبول عام ہوئی۔

۵۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

۱۔ قبر سے مراد حدیث میں عالم برزخ ہے نہ کہ حفرہ (گڑھا)۔

(مجالس الحکمۃ ص: ۴۳)

۲۔ غرض ایک جسم تو یہاں ہے اور ایک جسم عالم مثال میں ہے وہاں کی دوزخ بھی مثالی ہے۔ بس اس عالم مثال ہی کا نام قبر ہے، اب سب اشکال رفع ہو گئے یا معنی کہ قبر سے مراد یہ محسوس گڑھا نہیں ہے کیونکہ کسی کو بھیڑیا کھا گیا، کوئی سمندر

میں غرق ہو گیا، تو اس صورت میں چونکہ وہ زمین میں دفن نہیں اس لیے اس کو چاہیے کہ قبر کا عذاب ہی نہ ہو۔ لیکن اب اشکال ہی نہ رہا...... کیونکہ جو عالم مثال ہے وہیں اس کو عذاب قبر بھی ہو جائے گا، اشکال تو تب ہوتا جب قبر سے مراد یہ گڑھا ہوتا جس میں لاش دفن کی جاتی ہے، حالانکہ "اصطلاح شریعت میں قبر گڑھے کو کہتے ہی نہیں بلکہ عالم مثال کو کہتے ہیں" نیز وہاں پہنچنا کسی حال میں منتفی نہیں، خواہ مردہ دفن ہو یا نہ ہو اور اس عالم مثال کو نہ جاننے کی وجہ سے یہ بھی کہتے ہیں عوام، کہ قبر ذرا بڑی رکھنی چاہیے تاکہ مردہ کو بیٹھنے میں تکلیف نہ ہو۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسی قبر کے اندر مردہ کو بٹھایا جاتا ہے (حضرت تھانوی کے زمانے میں عوام جس غلطی میں مبتلا تھی ـــــ محقق ممن اینڈ کمپنی کے علماء آج اسی غلطی کے مرتکب ہیں)

مزید فرماتے ہیں:

تو وہ عالم، عالم مثال ہے جہاں مرنے کے بعد انسان اول پہنچتا ہے اور وہ کچھ مشابہ ہے اس عالم کے اور کچھ مشابہ عالم آخرت کے ہے، وہیں اس کو فرشتے بٹھلاتے ہیں، وہیں اس سے سوالات کرتے ہیں، وہیں کی زمین اس کو دباتی ہے، وہیں اس کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ وہ عالم یہی ہے جس کو حدیثوں میں قبر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، مرنے کے بعد مثالی قبر میں اٹھایا بٹھایا جاتا ہے، وہیں سوالات اور عذاب وثواب ہوتا ہے۔ (اشرف الجواب ص: ۲۹۸ ج: ۳)

۲۔ یاد رکھو موت صرف جسم عنصری کو آتی ہے روح کو موت نہیں آتی بلکہ موت سے صرف اس کا تعلق جسم عنصری سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اب اس کے بعد سمجھو کہ لذات سے متمتع ہونے والا کون ہے؟ کیا آپ کے نزدیک یہ بدن ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ روح متمتع اور متلذذ ہوتی ہے اور جسم اس کے لیے بمنزلہ آلہ و مرکب کے ہے اور یہ روح موت کے بعد بھی علیٰ حالہ باقی رہتی ہے۔ بلکہ اب اس کی قوت پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہے تو موت کے بعد وہ اس عالم کے لذات سے متلذذ ہوتی ہے اور اگر تم یہ سمجھو کہ میری حقیقت تو محض جسم ہی ہے تو اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے کوئی

گدھے پر سوار ہو کر یوں سمجھے کہ میں گدھا ہوں (جیسا کہ محقق ممن اینڈ کمپنی کا حال ہے) سو اس کا تو کوئی علاج نہیں۔

(اشرف الجواب ص: ۵۴۸،۵۴۷ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

۳۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

میں نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے اسی قسم کا مسئلہ پوچھا کہ لاش جلانے سے مردہ کو کچھ تکلیف ہوتی ہے؟ مولانا فقیہ بھی تھے اور صوفی بھی...... فرمایا: کہ مردہ کو اس سے ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسی تمہاری رضائی جلانے سے۔

(روح الحج ص: ۱۲)

۴۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں:

۱۔ قبر سے مراد گڑھا ہی نہیں بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔

(جواہر الایمان ص: ۶)

۵۔ حضرت شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

۱۔ اس جگہ (بحث عذاب وثواب) عالم قبر سے مراد عالم برزخ ہے، جو دنیا و آخرت کے مابین ایک جہان ہے۔ (لمعات التنقیح ج: ۱ ص: ۱۹۸)

۶۔ حضرت مولانا محمد احسن سنبھلی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

۱۔ {والمراد بالقبر ليس ما يحفر ويدفن فيه الميت بل المراد به عالم البرزخ مما بعد الموت الى يوم النشور...}

(نظم الفرائد حاشیہ شرح عقائد ص: ۱۷۱)

یعنی قبر سے مراد یہ گڑھا نہیں جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔

۷۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں:

۱۔ برزخ کے عنوان سے طویل گفتگو فرماتے ہوئے قبر کی اصطلاح کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

سطور بالا میں عالم برزخ کے وہ مناظر دکھائے گئے ہیں، جو قرآن کی آیتوں میں نظر آتے ہیں اور احادیث صحیحہ میں اس عالم کے حالات کی جو تفصیلیں مذکور ہیں، وہ عموماً (بعض معتزلہ عذاب قبر کے قائل نہ تھے اور ان کی دلیل یہ تھی کہ قرآن میں اس کا ذکر نہیں، یہ غلط فہمی ان کو اس لیے پیش آئی کہ قرآن میں لفظ قبر وقبور کے ساتھ عذاب کا ذکر نہیں، لیکن اگر وہ دیکھتے کہ قرآن میں بعد موت اور قبل قیامت ارواح انسانی کے عذاب وثواب اور رحمت ولعنت کا ذکر موجود ہے، تو ان کو اس انکار کی جرات نہ ہوتی اور قرآن میں اس قسم کی متعدد آیتیں موجود ہیں۔ حاشیہ از علامہ ندوی) قبر کی اصطلاح کے ساتھ بیان ہوئی ہیں لیکن اس لفظ قبر سے درحقیقت مقصود خاک کا تودہ نہیں جس کے نیچے کسی مردہ کی ہڈیاں پڑی رہتی ہیں بلکہ وہ عالم ہے کہ جس میں یہ مناظر پیش آتے ہیں اور وہ ارواح ونفوس کی دنیا ہے، مادی عناصر کی نہیں اسی لیے قرآن پاک نے اس عالم کے تعلق سے ہمیشہ نفس اور نفوس کو خطاب کیا ہے، اور انہی کے عذاب، ثواب ورحمت ولعنت کا ذکر ہے۔ اس عالم میں جو جسم نظر آتا ہے وہ مرنے والوں کے اعمال کا مثالی پیکر ہوتا ہے، جو ہو بہو اس کے خاکی جسم کا مصنع ہوتا ہے۔ تم نیند میں ہو اور تمہارا جسم مردہ بے حس جسم بستر پر دراز ہے مگر تم خواب میں دیکھ رہے ہو کہ بعینہٖ تمہارا جسم آگ میں جل رہا ہے یا باغ وبہار کی لذتوں میں مصروف ہے اور تم کو اس سے وہی تکلیف اور راحت مل رہی ہے جو بیداری میں اپنے بستر پر پڑے ہوئے جسم کی تکلیف وراحت سے مل سکتی ہے۔ اس خواب میں جس طرح تمہارے مادی جسم کے علاوہ تم کو اپنا ایک خیالی جسم نظر آتا ہے جو ہو بہو تمہارا مادی جسم ہے اسی طرح موت کے خواب میں بھی تم کو اپنا ایک مثالی جسم نظر آئے گا جو اکثر حالتوں میں ہو بہو تمہارے اس خاکی جسم کے مطابق ہوگا اور تمہاری روح اسی جسم مثالی کے عذاب وراحت سے متاثر ہوگی، اور اعمال کی اصل ذمہ دار روح انسانی ہے جسم خاکی نہیں۔ فرمایا: {كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ... سورہ مدثر} یعنی ہر روح اور جان اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہوگی۔

اس لیے اصل مکلف روح ہے، جسم نہیں، جسم بمنزلہ آلہ کے ہے۔ دنیا میں اس کا ایک جسم خاکی تھا برزخ میں اس کا ایک اور جسم ہوگا جو مادہ وہ مادیات سے پاک وبری ہوگا۔ تاہم اس کو اپنے جسم خاکی سے ایک قسم کی نسبت حاصل ہوگی اور اتنی ہی نسبت کی بنا پر قبر کی اصطلاح عام بول چال میں جاری ہے، کیونکہ ہم اپنی آنکھوں سے مسلمان مردوں کو اسی قبر میں جاتے دیکھتے ہیں۔ قرآن پاک کی یہ آیت اوپر گذر چکی ہے۔۔

{وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ...... انفال}

جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں مارتے اور اگر تو دیکھے ان کے منہ اور پیٹھ پر اور (کہتے ہیں) چکھو جلنے کا مزہ۔ اس آیت سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ گنہگاروں پر موت کے بعد ہی سے عذاب شروع ہو جاتا ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ مار ان کے منہ اور پیٹھ پر پڑتی ہے مگر یہ منہ اور پیٹھ وہ نہیں ہے جو بے جان لاش کی صورت میں ہمارے سامنے ہے بلکہ اسی آیت میں کافر کی روح کو جانور سے تشبیہ دی گئی ہے، کہ جس طرح جانور کو تیز ہنکاتے وقت کبھی آگے (منہ پر) اور کبھی پیچھے (پیٹھ پر) مارتے ہیں اسی طرح گویا کافر روح کو زبردستی فرشتے مارتے ہوئے اور ہنکاتے ہوئے لے چلیں گے اور کہیں گے چلو عذاب کا مزہ چکھو، یہی مفہوم صاف لفظوں میں اس آیت میں ہے {إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ... القيامة} اس دن تیرے پروردگار کی طرف ہے ہنکایا جانا، بعض ایسی سعید روحیں بھی ہوتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس برزخ میں جسم خاکی کی شکل وصورت کی قید سے آزاد کر کے کوئی دوسرا مناسب مثالی جسم عطا کرتا ہے، جیسا کہ احادیث میں آیا ہے مومن کامل کی روح پرندوں کی شکل میں جنت میں اڑتی پھرتی ہے اور خصوصاً شہداء کے متعلق آیا ہے کہ وہ سبز پرندوں کی شکل میں ہوں گے اور عرش الٰہی کی قندیلیں ان کا آشیانہ ہوں گی ــــ اسی طرح دوزخ وبہشت کے متعلق آنحضرت ﷺ کا جو رؤیاء (خواب صادق) پہلے گذرا ہے اس میں جن جسمانی قالبوں میں گنہگاروں کی سزا اور تکلیف کی

صورتیں دکھائی گئی ہیں وہ تمام تر مثالی ہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مومن سعید اور شہداء کے وہ مثالی قالب اور گنہگاروں کے یہ مثالی اجسام ان کے وہ قالب اور جسم نہیں ہیں جوان کی قبروں میں سڑگل کر فنا ہو گئے یا وہ آگ میں جل کر خاکستر ہوئے اور ذرے ہوا میں اڑ کر منتشر ہو گئے یا کسی جانور کے پیٹ میں جا کر اس کا جزو بدن بن گئے۔

بعض حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان مٹی کی قبروں میں عذاب کے مشاہدات اور مسموعات کا تذکرہ ہے تو ظاہر ہے کہ مادی زبان و منظر میں ان قوموں کے نزدیک جو مردوں کو گاڑتی ہیں اس میت کی یادگار اس دنیا میں اس کے اس مٹی کے ڈھیر کے سوا اور کیا ہے جس کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔ ایک صحیح حدیث میں اس ایک مرد کا ذکر ہے جس نے خدا کے خوف سے یہ وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس کا جسم جلا کر اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی جائے تا کہ وہ خدا کے سامنے حاضر نہ کیا جائے مگر قدرت الٰہی نے اسکو مجسم کر کے کھڑا کر دیا۔

(سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۴ ص:۳۵۰،۳۵۱)

۷۔ حضرت مولانا محمد طاہر قاسمی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

۱۔ روح انسانی اگر دنیا سے پاک ہو کر جسم سے نکلتی ہے تو عالم قدس میں اس کا ٹھکانہ ہو جاتا ہے جس کو علیین کہتے ہیں اور اگر ناپاک ہو کر دنیا سے رخصت ہوتی ہے تو عالم ظلمت اس کا ٹھکانہ ہوتا ہے جسے سجین کہتے ہیں...... صفحہ ۹۸،۹۹ میں لکھا جو روحیں پاک اور مومن ہوتی ہیں ان کو حشر تک علیین میں رکھا جاتا ہے اور جو روحیں ظلمات کفر میں لپٹی رہتی ہیں ان کو سجین میں جگہ دی جاتی ہے گویا یوں سمجھیے کہ یہ ہر دو مقامات ارواح بشریہ کے لیے بمنزلہ دو مسافر خانوں کے ہیں...... جہاں قیامت تک نیک و بد روحیں ثواب و عقاب آخرت سے آشنا کرائی جاتی ہیں۔

(عقائد الاسلام قاسمی ص:۴۶،۹۸،۹۹)

۸۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں:

برزخ لغت میں اس شئی کو جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اور اصطلاح

شریعت میں برزخ وہ زمانہ ہے کہ جو موت اور حشر کے درمیان ہے...... {کما اخرجہ ابو نعیم عن مجاھد و رواہ نحوہ عن الفراء} اور اسی عالم برزخ کا دوسرا نام عالم قبر ہے قبر اسی ظاہری گڑھے کا نام نہیں، بلکہ انسان کا ایک گھر ہے جس میں انسان دنیا کے بعد اور آخرت سے پہلے رہتا ہے، یہ گھر دنیا اور آخرت کے درمیان واسطہ ہے اور یہ گھر دنیا سے اتنا زیادہ وسیع ہے جیسا کہ دنیا ماں کے پیٹ سے زیادہ وسیع ہے۔

(رسالہ "عالم برزخ" ص:۲۵،۲۶)

حضرت مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ فرماتے ہیں:

قبر اس گڑھے کا نام نہیں...... جہاں جسد خاکی مدفون کر کے خاک ڈالتے ہیں جہاں تک زندہ لوگوں کے ہاتھ پہنچ سکتے ہیں اس گڑھے کو برائے نام یا بطور مجاز قبر کہتے ہیں حقیقی قبر یہ نہیں حقیقی قبر عالم برزخ ہے۔

(کشف مغالطات ص:۱۵۹ بحوالہ ندائے حق)

فائدہ: یاد رہے کہ کشف مغالطات وہ کتاب ہے جس پر چالیس اکابر علماء دیوبند کے تصدیقات و فتاویٰ جات "عدم سماع موتی" پر موجود ہیں۔ جن میں درج ذیل علماء کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔

- امام العلماء حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی دیوبندیؒ
- مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سہارنپوری بانی تبلیغی جماعت۔
- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندیؒ۔
- مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ دیوبندی۔
- سلطان المحدثین حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ صاحب کاشمیریؒ دیوبندی۔
- سلطان المناظرین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ دیوبندی "صاحب المہند علی المفند"۔
- مفتی اعظم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندیؒ۔

۸۔ استاذ العلماء حضرت مولانا محمد میاں صاحب دیوبندیؒ مدرس مدرسہ حسینیہ دہلی
۹۔ استاذ العلماء مولانا ماجد علی صاحب دیوبندیؒ مدرس مدرسہ قصبہ مینڈھو۔
۱۰۔ استاذ العلماء مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ دیوبندی مہتمم مظاہر العلوم سہارنپور۔
۱۲۔ عمدۃ الخلف بقیۃ السلف مولانا سید احمد حسن صاحبؒ امروہی دیوبندی۔
۱۳۔ خطیب علماء دیوبند مولانا احمد سعید صاحبؒ واعظ دہلوی دیوبندی۔
۱۴۔ سلطان الاولیاء، سرتاج الفقہاء والمحدثین شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ۔
(جن کے نام پر آج تقریر دلپذیر جیسے ملفوظات شائع کیے جاتے ہیں)

قبر کا جو مفہوم اوپر بیان کیا گیا ہے، علماء دیوبندؒ کے علاوہ دیگر اکابرین امت نے بھی یہی بیان فرمایا ہے۔ اجمالاً چند عبارتیں پیش کی جاتی ہیں، تفصیل کے لیے اصل کتابوں کی طرف مراجعت فرمائیں۔

۱۔ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (بحوالہ الخیر الکثیر ص:۱۵۸)
۲۔ امام عبدالوھاب شعرانیؒ (بحوالہ الیواقیت والجواھر ص:۱۷۰ ج:۲)
۳۔ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (بحوالہ مالابد منہ صفحہ ۱۲ حاشیہ)
۴۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (بحوالہ شرح عقیدہ طحاویہ ص:۳۳۰،۳۳۱)
۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (بحوالہ اشعۃ اللمعات ص:۶۲ جلد اول)

حضرات گرامی!!

ہم نے چند عبارتیں بطور نمونہ کے پیش کر دی ہیں، ورنہ اس موضوع پر اکابرین امت کی بے شمار عبارتیں موجود ہیں...... یہاں عبارات سے ہمارا مقصد کسی چیز کی نفی یا اثبات نہیں ہے (عذاب قبر کی بحث ہم نے مقدمہ میں ذکر کر دی ہے وہاں ملاحظہ کر لی جائے)...... محض اپنے قارئین کو یہ بتانا ہے کہ مناظر موصوف کی پارٹی غلو میں اتنی آگے نکل چکی ہے کہ اپنے اکابرین پر تبراء بازی و گالم گلوچ سے بھی جھجک محسوس نہیں کرتی۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ اگر قبر کا دوسرا مفہوم یعنی علیین وسجین پر قبر کا اطلاق اگر قبر کے معنی میں تحریف ہے اور قرآن وسنت کی مخالفت ہے، تو یہ تحریف ومخالفت کس نے

کی ہے، جماعت اشاعت التوحید والوں نے یا اکابرین علماء دیوبند نے......؟

{جواب از امر دوم}

مناظر موصوف نے دوسری بات یہ ارشاد فرمائی:

"روح کے لیے اور علیین وسجین کیلئے قبر کا قول حماقت ہے"۔ (العیاذ باللہ)

تو عرض ہے کہ محترم! اگر یہ حماقت ہے...... تو یہ حماقت، جماعت اشاعت التوحید والوں نے نہیں کی۔ ذرا تکلیف فرما کر اکابرین علماء دیوبند کی عبارات کو ذرا آنکھیں کھول کر باوضوء ہو کر ملاحظہ فرمائیں اور پھر مراقبہ کے بعد بتائیں کہ اکابرین علماء دیوبند کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ کے فتویٰ کے مطابق اکابرین اُمت میں سے قبر کے دو مفہوم بیان کرنے اور علیین وسجین پر لفظ قبر کا اطلاق کرنے کے جرم میں کون کون محرف اور احمق ٹھہرتے ہیں؟ شاید آپ کو گنتی نہ آتی ہو اس لئے ہم نے جن اکابرین کی عبارات ماقبل ذکر کی ہیں۔ ان کی مختصر فہرست دے دیتے ہیں تاکہ آپ کے جاہلانہ، سوقیانہ اور ظالمانہ فتویٰ کے بھیانک نتائج معلوم ہو سکیں، اور عوام کو پتہ چل سکے کہ اکابرین کا اصل دشمن اور بے ادب و گستاخ کون ہے؟ اور مسلک اکابرین کا محافظ اور ترجمان کون ہے......؟

مناظر موصوف کے ظالمانہ و دجالانہ فتویٰ کی زد میں آنے والی مظلوم و مغفور ہستیاں......؟

مناظر موصوف نے جو ظالمانہ فتویٰ لگایا ہے کہ "علیین وسجین پر لفظ قبر کا اطلاق حماقت اور تحریف ہے اسی طرح اس گڑھا کے قبر اصلی ہونے کا انکار حماقت و تحریف ہے"۔

ہم نے اکابرین امت کی چند عبارات ماقبل میں بیان کر دی ہیں جنہوں نے صاف تصریح فرمائی ہے کہ علیین وسجین قبر اصلی ہے اور اسی طرح قبر شرعی سے مراد عالم برزخ ہے نہ کہ یہ گڑھا۔ یہاں پر ہم صرف چند اکابرین کا اجمالاً ذکر کرتے ہیں جن پر مناظر موصوف نے اپنے جاہلانہ فتویٰ سے براہ راست حملہ کیا ہے۔

۱۔ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
۲۔ امام عبدالوہاب شعرانیؒ
۳۔ حضرت مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ
۴۔ امام طحاویؒ
۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
۶۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (مصدق عقائد اسلام)
۷۔ مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ (مصدق عقائد اسلام)
۸۔ محدث دیوبند حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ
۹۔ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ
۱۰۔ علامہ عبدالحق حقانی دیوبندیؒ
۱۱۔ حکیم الامت حضرت علامہ اشرف علی صاحب تھانویؒ
۱۲۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ
۱۳۔ حضرت علامہ محمد احسن صاحب دیوبندیؒ
۱۴۔ حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ
۱۵۔ مورخ اسلام حضرت مولانا علامہ سید سلمان ندویؒ...... وغیرہم

حضرات گرامی!!

مناظر موصوف کے فتویٰ کی زد میں آنے والے مظلوم و مغفور اکابرین میں سے چند کے نام ہم نے ذکر کر دیے ہیں۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ یہ ہے ان لوگوں کے دلوں میں اکابرین امت کا ادب و احترام...... کہ ان کے نزدیک سوائے اپنی جماعت کی چند گنجیوں کے دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔

کیوں جی محقق ثمن صاحب!! کبھی تو سچ بھی بول لیا کرو۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو مناظر موصوف کی بات کو صحیح سمجھا جائے اور تمام اکابرین امت کو محرف، احمق اور بے وقوف کہا جائے...... یا پھر مناظر موصوف کی یاوہ گوئی کو دجل،

فریب، تلبیس و فراڈ، دھوکہ دہی اور دھاندلی قرار دیا جائے...... اور تمام اکابرین کو دین کا سچا خادم سمجھا جائے۔ ہمارے نزدیک دوسری صورت متعین ہے آپ کی مرضی ہے کہ اپنے دجل و فریب، جہالت و شقاوت اور حماقت کا اقرار کریں یا پھر......؟

کاش!! سوچ سمجھ کر تقریر شائع کرتے تو آج یہ ایام حسرات نہ دیکھنے پڑتے۔ بہرحال ہم بھی غم میں آپ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں، لیکن آئندہ ایسی حرکت ہرگز نہیں کرنی اور اب گزشتہ ذکر کردہ اکابرین کی عبارات کو مغرب کی نماز کے بعد فرائض اور نوافل کے درمیان تین تین دفعہ حضور قلب سے ادنیٰ جہر کے ساتھ پڑھ کر اکیس مرتبہ {رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا} اور ساتھ ہی تین مرتبہ {يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا} کا ورد جاری رکھیں۔ اور جب لفظ "فلان" پڑھیں، تو اپنے مناظر صاحب کا تصور فرما کر کہروڑ پکا کی طرف سات کنکریاں پھینکیں...... انشاء اللہ جلد افاقہ محسوس فرمائیں گے۔

{جواب ازام سوم}

تیسری بات مناظر موصوف نے یہ بیان فرمائی ہے کہ مفردات القرآن اور مرقاۃ شرح مشکوۃ میں قبر کی تعریف {كل مقر الجسم فهو قبره} ہے۔ غرضیکہ اہل حق پر تحریف اور دھوکہ بازی کا الزام لگانے والے نامعقول آدمی نے یہاں پر بھی دھوکہ دہی اور دھاندلی فرمائی ہے۔ مفردات امام راغب میں جو قبر (عرفی) کا معنیٰ کیا گیا ہے اس کے لفظ یہ ہیں {مقر الميت}

(مفردات امام راغب عربی ص:۳۹۸)

اور اردو مترجم میں فرمایا: {القبر} کے معنیٰ میت کو دفن کرنے کی جگہ کے ہیں {قبرته ضرب و نصر} کا مصدر ہو، تو اس کا معنیٰ میت کو قبر میں دفن کرنے کے ہوتے ہیں {إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ} کہ جو مردے قبروں میں ہیں وہ باہر نکال دیے جائیں گے میں حیات بعد الممات یعنی موت کے بعد (قیامت) میں زندہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(مفردات امام راغب مترجم حضرت مولانا عبدہ فیروز پوری ص:۸۲۰)

مرقاۃ سے ہمیں مناظر موصوف کی بیان کردہ تعریف {کل مقر الجسم فھو قبرہ} نہیں مل سکی۔ اگر کہیں دستیاب ہو تو مہیا فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ لیکن امام راغب کے بیان کردہ قبر کے معنیٰ میں مناظر موصوف نے جو دھاندلی کی ہے، اس پر عذاب دارین انشاء اللہ ضرور بھگتنا ہوگا۔ کیونکہ مفردات امام راغب میں موجود لفظ میت کو اپنے عقیدہ باطلہ کا دفاع کرنے کے لیے لفظ جسم سے بدل دیا۔

مناظر موصوف کو علم تھا کہ اگر قبر کی تعریف میں بجائے تحریف کے لفظ "میت" بول دوں، تو ہمارے عقیدہ کی عمارت گر جائے گی۔ اس لئے موصوف نے حسب عادت شعبدہ بازی کرتے ہوئے اور اپنے کرتب دکھاتے ہوئے مفردات امام راغب میں لفظی تحریف کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ محقق ٹمن صاحب ہمت فرمائیں اور اپنے مناظر صاحب کی بیان کردہ تعریف قبر {کل مقر الجسم فھو قبرہ} مفردات امام راغب سے نکال دکھائیں، تاکہ مناظر صاحب کے ذلت آمیز جھوٹ پر پردہ ڈالا جاسکے، اور آپ کا ایمان بھی ثابت ہو جائے۔

مناظر صاحب اور محقق ٹمن کے بزرگ، سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری فرماتے ہیں:

علماء لغات القرآن نے قبر کے معنیٰ مقر المیت کے ہیں، نیز فرماتے ہیں: قبر کے معنیٰ تو ہیں میت کو دفن کرنے کی جگہ، آدمی کے دفن کا مقام مقر المیت۔

(بحوالہ حیات الاموات ص:۱۳، ۱۴)

کیوں حضرت؟ کبھی تو سیدھی اور سچی بات سن کر مان بھی لیا کیجیے۔ تو اب قبر (ارضی) کا معنیٰ تمام اہل لغت کے نزدیک میت کے رہنے کی جگہ ہے۔ محترم! ہم نے کبھی بھی قبر کے اس معنیٰ کا انکار نہیں کیا، یہ ہوائی کسی دشمن نے ہی اڑائی ہوگی۔ البتہ آپ حضرات کو قبر کا صرف ایک مفہوم معلوم ہے اور علماء دیوبند" کو قبر کے دو معانی معلوم تھے۔ ہم علماء دیوبند" کے بیان کردہ دونوں معنیٰ مان لیتے ہیں، یہی ہمارا قصور

ہے کہ آپ ناراض ہو جاتے ہیں۔ اگر زیادہ ناراض ہوں تو چلو آپ کے بزرگ نور الحسن شاہ صاحب کی بات تسلیم کر لیتے ہیں کہ قبر کا معنیٰ "میت کے رہنے کی جگہ"۔ لہٰذا جو بھی (انبیاء و غیر انبیاء) قبر میں ہوں گے میت ہی ہوں گے۔

اور آپ کے مناظر صاحب نے خود فرمایا ہے:

روح کا تعلق جسم سے منقطع ہونے کا نام موت ہے۔

(تقریر دلپذیر ص:۸)

تو آپ کے اعتراف سے یہ معلوم ہوا کہ جو اجساد عنصریہ قبروں میں مدفون ہیں ان کے ساتھ ارواح کا تعلق منقطع ہے۔ آپ اسی بات پر دستخط فرما دیں، ہم بھی دستخط کر دیتے ہیں اور اسی بات پر صلح کر لیتے ہیں، آؤ سب مل کر بھائی بھائی بن کر افتراق و انتشار کو ختم کر کے توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید کریں، جو تمام انبیاء کرام کی دعوت اور مقصد بعثت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عنایت فرمائے۔

{مناظر موصوف کی دسویں دھاندلی اور انوکھا اجتہاد}

مناظر موصوف، تقریر دلپذیر ص:۴۰ پر "دسواں دھوکہ" کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

ایک دھوکہ یہ (جماعت اشاعت التوحید والسنۃ والے) دیتے ہیں کہ قرآن میں ہے کہ اللہ قیامت کے دن مردوں کو زندہ کریں گے، اگر قبر میں پہلے ہی زندہ ہیں تو زندہ کرنے کا کیا مطلب؟

(اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔)

"یہ قبر میں زندہ ہیں اچھی زندگی کے ساتھ، جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں اور قیامت کے روز ان کو اللہ تعالیٰ کھلی زندگی کے ساتھ زندہ کریں گے، جبکہ ہماری عالم دنیا کی زندگی کھلی زندگی اور قبر والی چھپی زندگی ہے، اسی طرح آخرت کی زندگی بھی کھلی زندگی ہوگی۔

(تقریر دلپذیر ص:۴۰)

الجواب: کبھی سنتے تھے کہ بریلی اور اچھرہ کے پاگل خانے مشہور ہیں،

لیکن تقریر دلپذیر پڑھ کر یہ وہم دور ہو گیا، اور یقین ہوا کہ کہروڑ پکا اور ممن کا مقام ان سے بھی اونچا ہے۔ مناظر موصوف کے اس اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبروں والے اسی طرح زندہ ہیں جیسے دنیا والے دنیا میں زندہ ہیں یا قیامت کے دن تمام لوگ زندہ ہوں گے، فرق صرف وصف کا ہے کہ دنیا اور قیامت والی زندگی کھلی زندگی ہے اور قبر والی زندگی چھپی زندگی ہے، نفس زندگی میں کوئی فرق نہیں۔

محقق ممن صاحب سے مؤدبانہ عرض ہے کہ آپ کے مناظر صاحب نے جو زندگی کی دو نئی قسمیں بنا ڈالی ہیں اس پر اگر ہو سکے تو کوئی معتبر ماخذ پیش فرمائیں اور ذرا جلدی...... ورنہ آپ کے اعلیٰ حضرت العلام اللہ یار خان چکڑالوی صاحب نے قرآن پاک کی تفسیر بالرائی (اپنی طرف سے) کرنے والے پر جو زندیق ہونے کا فتویٰ دیا تھا وہ صحیح نشانے پر لگ چکا ہے۔ جس سے آپ کے مناظر کے ایمان کے پرخچے اڑ گئے ہیں اور آپ کا ایمان بھی بھاگنے کے چکر میں ہے۔ شاباش! جلدی جلدی اپنی کھلی اور چھپی تقسیم پر کوئی ماخذ پیش فرمائیں۔

اب چونکہ پاکستان میں شرعی عدالت تو ہے نہیں کہ محرر اور مقرر دونوں کو مخصوص تعزیر دی جا سکے۔ اس لیے ہم آپ کی تسلی کے لیے چند آیات پیش کر دیتے ہیں (کہ قبروں میں مردے ہوتے ہیں) جس سے آپ کا گزارہ ہو جائے گا۔

{آیت نمبر ۱}...... حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں:

{رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ}

اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھ کو کیوں کر زندہ کرے گا تو مردے۔

(ترجمہ از شیخ الہندؒ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کا عقیدہ تھا کہ قبروں والے مردے ہیں، تب ہی تو فرماتے ہیں...... {كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ} کہ یا اللہ تو مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کرے گا؟ جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ قبروں والے تو پہلے سے زندہ ہیں فرق صرف چھپی اور کھلی زندگی کا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) بلکہ اللہ

تعالیٰ نے چار پرندوں کے ذبح کرنے کا حکم دے کر قیامت کے دن مردوں کے زندہ ہونے کی کیفیت کا ایک نمونہ دکھلا دیا ہے، کہ جس طرح پرندوں کے بکھرے ہوئے مختلط اجزاء ایک آن میں اکٹھے ہو کر پرندوں کی صورت میں زندہ ہو گئے، اسی طرح قیامت کے دن مردوں کے بکھرے ہوئے اجزاء کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے جمع فرما کر زندہ کر کے قبروں سے اٹھا کھڑا کرے گا۔

{آیت نمبر ۲}...... حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں:

{أُحْيِ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ}

ترجمہ: اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے۔ از شیخ الہندؒ

حضرت عیسیٰؑ بھی فرما رہے ہیں کہ میں اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ کیوں جی محقق ممن صاحب! مردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ تھا تو اگر قبروں والے پہلے سے زندہ ہیں، فرق صرف آپ کی کھلی اور چھپی تقسیم کا ہے اور مردے پہلے سے زندہ ہو چکے ہوں، تو کیا یہ حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ بن جائے گا؟ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو حضرت عیسیٰؑ کے مردوں کو زندہ کرنے والے معجزے پر قرآن کے مطابق ایمان لائیں اور اپنے مناظر کی تکذیب کریں یا پھر اپنے مناظر کی کھلی اور چھپی پر ایمان لائیں اور قرآن پاک کی تکذیب کریں۔ (معاذ اللہ)

{آیت نمبر ۳}...... أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۝ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا

ترجمہ: کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو۔

(از شیخ الہندؒ)

مفسرین نے آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ زمین کا پیٹ مردوں کے لیے اور پیٹھ زندوں کے لیے۔

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں: یعنی زندہ مخلوق اس زمین پر بسیرا کرتی ہے اور مردے بھی اسی مٹی میں پہنچ جاتے ہیں۔

{آیت نمبر ۴}...... إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتَىٰ۔

یعنی بے شک وہی ہے مردوں کو زندہ کرنے والا۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں: یعنی جہاں مردہ دلوں کو روحانی زندگی عطا فرمائے گا اور قیامت کے دن مردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈالے گا۔

محقق ممن صاحب!! حضرت عثمانی صاحبؒ کی تفسیر بالا کو بار بار پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ عثمانی صاحبؒ فرماتے ہیں:

مردہ لاشیں قیامت کے دن زندہ ہوں گی...... اس سے پہلے نہیں۔

ہم نے آپ کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے صرف ۴ آیات مبارکہ پر "اکتفا" کیا ہے کیونکہ آپ کو لفظ چار سے ایسا پیار ہے کہ اس سے پار نہیں ہوتے آپ ان آیات مبارکہ کو انابت کے ساتھ تلاوت فرمائیں اور تامل وتدبر کے ساتھ مفہوم پر غور فرمائیں۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ دل کی آنکھ بینا کر دے اور اگر مزید تسلی چاہتے ہوں تو درج ذیل آیات مبارکہ کا مطالعہ معتبر مفسرین کی اتباع میں فرمالیں۔

(۱) {وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ}

(سورۃ النحل آیت:۲۱)

ترجمہ: اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں، مردے ہیں، جن میں جان نہیں اور نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے۔ (از شیخ الہندؒ)

یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو مرے ہوئے بزرگوں کو (انبیاء، اولیاء وغیرہ...... از ناقل) پوجتے ہیں۔ (از شاہ عبدالقادر بحوالہ موضح القرآن)

۲۔ سورۃ اعراف آیت:۵۷ ۳۔ سورۃ بقرۃ آیت:۲۸

۴۔ سورۃ حج آیت:۶۶ ۵۔ سورۃ روم آیت:۴۰

۶۔ سورۃ حم مومن آیت:۱۱ ۷۔ سورۃ الشوریٰ آیت:۹

۸۔ سورۃ یٰسین آیت:۱۲ ۹۔ سورۃ یٰسین آیت:۷۹

۱۰۔ سورۃ حم سجدہ آیت:۳۹

"تلك عشرة كاملة"

باقی آیات مبارکہ خاتمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرات گرامی!!

آپ نے شیخ الحدیث صاحب کی اجتہاد آرائی ملاحظہ فرمائی۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ جس قوم کے شیخ الحدیث کا یہ حال ہو، اس کے خدام کا حال کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم کرے۔ یہ علم سے عاری، عمل کے مداری اور دین و مذہب کے بیوپاری اتنے ڈھیٹ ہیں کہ قرآن وسنت کی تکذیب وتحریف سے ذرہ بھر شرم وحیا بھی مانع نہیں بنتا۔

گلشن کی بربادی کے لیے ایک ہی اُلو کافی تھا
انجام گلستاں کیا ہوگا،، ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے

مناظر صاحب کا چیلنج قبول ہے

مناظر موصوف نے اپنی تقریر کے آخر میں زبردست فائرنگ کرنے کی کوشش کی مگر افسوس۔ غلطی سے کلاشن کا رخ اپنی طرف کر بیٹھے اور اپنے ایمان کے پرخچے اڑا دیے۔ محقق ممن صاحب اور دیگر سامعین وناظرین تماشائی بنے دیکھتے ہی رہ گئے، فرماتے ہیں:

صحابہ کرامؓ سے لیکر حیات النبی ﷺ کے مسئلہ میں مماتیوں کے اختلاف کرنے سے پہلے تک تمام اکابرین واسلاف کا عقیدہ یہی رہا ہے اور یہی کتابوں میں لکھا ہے، کتاب وسنت سے بھی یہی ثابت ہے، کہ نبی پاک ﷺ کا دنیاوی اصلی جسم قبر میں زندہ ہے۔ اہل سنت الجماعت میں سے کوئی ایک معتبر عالم بھی ایسا نہیں ملتا جس نے نبی پاک ﷺ اور دوسرے انبیاءؑ کی قبر والی جسمانی زندگی کا انکار کیا ہو، میں مماتی حضرات سے قرآن کی آیت نہیں مانگتا، حدیث بھی نہیں مانگتا، میں کہتا ہوں کہ

اتنی طویل تاریخ میں کسی معتبر عالم کا ایک حوالہ پیش کر دیں، جس نے لکھا ہو کہ نبی پاک ﷺ اور دوسرے انبیاءؑ کے جسم قبروں میں بے حس، بے جان اور بے شعور اور بغیر علم وعقل کے محفوظ پڑے ہیں، ان میں نہ زندگی ہے نہ روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ میں تمہیں سچا مان لوں گا، لیکن ایسا حوالہ کبھی نہیں دکھایا جا سکتا۔

(تقریر دلپذیر ص:۴۰)

الجواب:

حضرات گرامی!! سمجھنے والے لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ مناظر موصوف نے فرمایا ہے: میں قرآن کی آیت نہیں مانگتا اور نہ ہی حدیث مانگتا ہوں کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ کیوں کہ اہل اسلام کا طریق یہ ہے کہ وہ قرآن پاک کی دلیل کو سب سے مقدم رکھتے ہیں اور دوسرے نمبر پر حدیث رسول ﷺ کو معتبر سمجھتے ہیں اور عقائد کے باب میں تو قطعیات ہی کا اعتبار ہوتا ہے اور یہ بات بھی حدیث پاک میں موجود ہے {البینة علی المدعی والیمین علی من انکر} (یعنی دلیل مدعی کے ذمہ ہے اور منکر کے ذمہ قسم ہے) لیکن مناظر موصوف کی ساری گنگا ہی الٹی بہتی ہے، اگر اصول کے مطابق چلتے تو اتنی ٹھوکریں نہ کھاتے۔

بہر حال مناظر موصوف سے گذارش ہے کہ اپنی تقریر دلپذیر کے ص:۸ کو ذہن شریف میں حاضر رکھ کر حوالہ جات پڑھتے جائیں، انشاء اللہ سب عقدے حل ہو جائیں گے۔ اگر ص:۸ کی عبارت یاد نہیں تو ہم یاد ہانی کے لیے پھر ذکر کر دیتے ہیں کہ "روح کا تعلق جسم سے منقطع ہونے کا نام موت ہے" اور اگر اپنی اختیار کردہ قبر کی تعریف بھی مفردات امام راغب سے بغیر تحریف کے یاد ہے تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ ﷺ کا بدن عنصری جہاں موجود ہے، چودہ سو سال سے امت اس کو قبر ہی کہتی آئی ہے، امت میں سے کوئی آدمی بھی اس کے قبر ہونے کا منکر نہیں گزرا۔ اور قبر کا معنی تمام علماء لغات قرآن "مقر المیت" کے الفاظ سے ہی کرتے آئے ہیں۔ امید ہے مسئلہ حل ہو گیا ہوگا (یعنی آپ کے نزدیک میت اس کو کہتے ہیں جس کی روح کا تعلق جسم

سے نہ ہو) یہ بات ذرا ذہن میں رکھیں اور اگلی بات سمجھ لیں کہ قبر کہتے ہیں مستقر میت کو اور آپ ﷺ کا جہاں وجود موجود ہے تمام امت اس کو قبر کہتی ہے تو آپ کی تحقیق ہی سے لازم آیا، کہ تمام امت کے نزدیک آپ ﷺ کا وجود مبارک میت بلا تعلق روح ہے۔ اگر اب بھی سمجھ نہیں آئی تو ہم دوسرے انداز سے ذکر کر دیتے ہیں۔

۱۔ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قبر ارضی مقر میت (میت کے ٹھہرنے کی جگہ) کا نام ہے۔

۲۔ اور تمام امت کا اس بات پر ہی اجماع ہے کہ آپ ﷺ کا دنیا والا بدن اصلی مبارک جہاں موجود ہے اس کا نام قبر ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ آپکے بدن عنصری مبارک پر لفظ میت کے اطلاق پر چودہ سو سال سے امت محمدیہ کا اجماع ہے۔

چلو یار اور بھی کچھ ملاحظہ فرمالیں، لیکن موت کی تعریف یاد رہے۔

﴿عقیدہ خلیفہ اول بلا فصل حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ﴾

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا {بابی انت وامی طبت حیاً و میتاً} میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ زندہ تھے تب بھی پاک تھے اور اب میت ہو تب بھی پاک ہو۔ (بخاری شریف ص:۵۱۷ جلد اول)

﴿عقیدہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ﴾

ام المومنین، صدیقہ کائنات، حضرت عائشہؓ زوجہ رسول ﷺ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا عقیدہ:

{عن ابن عباسؓ وعائشةؓ ان ابابکر قبل النبی ﷺ و هو میت}

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت ابو بکرؓ نے نبی کریم ﷺ کو بوسہ دیا اس حال میں کہ آپ ﷺ میت

تھے۔

(بخاری شریف ج:۲ ص:۸۵۱)

﴿حضرت علیؓ شیرِ خدا کی ضربِ حیدری﴾

عن علی ابن ابی طالب... فقال: بابی الطیب طبت حیًا و طبت میتًا...

مناظر موصوف صاحب!!

ہم نے آپ کے ذوق کا لحاظ رکھتے ہوئے چار کا ہندسہ پورا کر دیا ہے، ہو سکتا ہے کہ آپ حق چار یار کے نعرے کی لاج رکھتے ہوئے واپس لوٹ آئیں۔ ورنہ یہ بھی یاد رکھیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ وغیرہم من الصحابہؓ نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد سب صحابہؓ کے سامنے آپ ﷺ کے وجودِ اقدس پر لفظ میت کا اطلاق فرمایا۔ اصول مذہب امام ابو حنیفہؒ کے مطابق یہ تمام صحابہ کرامؓ کا آپ ﷺ کے بدن عنصری مبارک کے میت مطہر ہونے پر اجماع ہے۔ اگر آپ کو صحابہ کرامؓ کے نام سے چڑ ہو تو چلو۔۔۔ دوسرے بزرگوں کے حوالہ جات بھی ملاحظہ فرمالیں۔

﴿امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ﴾

{باب الدخول علی المیت بعد الموت اذا ادرج فی اکفانہ} میں نبی پاک ﷺ کو میت کہا ہے۔ (بخاری شریف ص:۱۶۶ ج:۱)

﴿امام ابو داودؒ﴾ نے

"باب الاضحیۃ عن المیت" کے تحت آپ ﷺ کو میت کہا ہے۔

(ابوداؤد ص:۲۹ ج:۲)

﴿امام ترمذیؒ﴾ نے

"باب ما جاء فی الثوب الواحد یلقی تحت المیت فی القبر" کے تحت آپ ﷺ کو میت فرمایا ہے۔ (ترمذی)

﴿امام ابن ماجہؒ﴾ نے "باب ما جاء فی تقبیل المیت" میں

آپ ﷺ کو میت کہا ہے۔ (ابن ماجہ)

علامہ سید محمود آلوسیؒ کی ترجمانی میں مولانا سرفراز خان صاحب کا اعترافِ حق:

{فلو فرض انکشاف قبر نبی من الانبیاء علیہم السلام لا یری الناس الا کما یرون سائر الاموات الذین لم تاکل الارض اجسادھم} (روح المعانی ج:۲۲ ص:۳۸)

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب علامہ آلوسی کی اس عبارت کا ترجمہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

پس اگر فرض کیا جائے کہ حضرات انبیاءؑ میں سے کسی نبی کی قبر مبارک کھل گئی ہے، تو لوگ ان کو اسی طرح (بے حس و حرکت) دیکھیں گے جس طرح کہ عام دوسرے مردوں کو دیکھتے ہیں، جن کو زمین نہیں کھاتی۔ بلفظہٖ (تسکین الصدور ص:۲۹۰)

مناظر صاحب!! مولانا صفدر صاحب کا تحریر کردہ ترجمہ خصوصاً دو بریکٹوں کے درمیان والی عبارت بار بار پڑھیں، سارے عقدے حل ہو جائیں گے۔

﴿چیلنج نمبر ۱﴾

اب ہم مناظر موصوف اینڈ کمپنی کو کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ:

اپنے مزعومہ دعویٰ (یعنی ارواح مبارکہ موت کے بعد [اتنے عرصے میں جو بھی آپ نص سے متعین فرما سکیں] ابدان عنصریہ میں لوٹ کے آجاتی ہیں، یا ان کا تعلق تصرف، ابدان عنصریہ کے ساتھ قائم کر دیا جاتا ہے اور ابدان عنصریہ میں دنیوی، حسی، حقیقی، جسمانی حیات پیدا ہو جاتی ہے) پر ایک آیت قرآنی......، اگر نہ ہو سکے تو ایک حدیث متواتر......، اگر نہ ہو سکے تو ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک صحابیؓ کا صرف ایک قول بسند تواتر صریح......، اگر نہ ہو سکے تو ایک تابعیؒ کا قول......، اگر نہ ہو سکے تو ایک تبع تابعیؒ کا صریح قول پیش فرمائیں...... اور ساتھ اپنی تکفیریات

اور تحریفات سے توبہ کا اعلان بھی فرما دیں، تو ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں گے۔

﴿چیلنج نمبر ۲﴾

آپ نے یہ بھی دعویٰ فرمایا ہے کہ اہل السنت والجماعت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ دخول روح فی البدن العنصری کے قائلین۔

۲۔ تعلق مزعومہ کے قائلین۔

اب گذارش ہے کہ خیر القرون سے کم از کم دونوں قسموں میں سے پانچ پانچ قائلین کے ناموں کی نشاندہی فرمائیں' لیکن دعویٰ اور دلیل کا تطابق بھی مدنظر رہے۔

﴿بریلویت کے ڈگر پر کون؟﴾

مناظر موصوف نے اپنے ترکش کا آخری تیر پھینکتے ہوئے فرمایا:

مماتی بریلویوں کی تائید کر رہے ہیں، اشاعت التوحید والے کہتے ہیں کہ ہم بریلویوں کی تردید کر رہے ہیں، لیکن یاد رکھنا کہ یہ لوگ بریلویوں کی تردید نہیں کر رہے، بلکہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے بریلویوں کی تائید کر رہے ہیں' بریلویوں نے علماء دیوبند پر الزام لگایا تھا کہ یہ لوگ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں زندہ نہیں مانتے۔ ہمارے اکابرین علماء دیوبند نے "المہند علی المفند" کتاب لکھی، جو علماء دیوبند کے عقائد کی بڑی معتبر کتاب ہے، اس میں بریلویوں کے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے لکھا گیا ہے؛ کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دنیاوی عنصری جسم کے ساتھ قبر اطہر میں زندہ ہیں، اس سے بریلویوں کے الزام اور بہتان کی تردید ہو گئی۔ (تقریر دلپذیر ص:۴۱)

الجواب: ﴿سُبْحَانَ اللهِ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ... كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُوْلُوْنَ إِلَّا كَذِبًا﴾

حضرات گرامی!! مناظر موصوف نے اپنے اس آخری اقتباس میں

چار جھوٹ ارشاد فرمائے ہیں:

۱۔ اشاعت التوحید والے بریلویوں کی تائید کر رہے ہیں۔

۲۔ اشاعت التوحید والے حیات کے منکر ہیں۔

۳۔ "المہند" علماء دیوبند کے عقائد کی کتاب ہے۔

۴۔ "المہند علی المفند" میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دنیاوی عنصری جسم کے ساتھ قبر اطہر میں زندہ ہیں۔

﴿بالترتیب جواب﴾

بالترتیب جواب ملاحظہ ہوں:

پہلے جھوٹ کی تحقیق مناظر موصوف نے انتہائی تاریک جھوٹ بولتے ہوئے کہا ہے کہ اشاعت التوحید والے بریلویوں کی تائید کر رہے ہیں۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ﴿لَعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾

الحمد للہ!! جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف نصیب کیا ہے کہ اس کے اکابرین کی للکار سے ہر باطل کے ایوانوں پر لرزہ طاری ہے۔ یہ اشاعت التوحید والسنۃ ہی کی محنت ہے کہ آج پاکستان میں توحید وسنت کے گلشن آباد ہیں۔ اور جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے اکابرین نے جس طرح مسلک علماء دیوبند کی پاسبانی کی ہے، کسی اور جماعت کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور بریلویوں کے ساتھ اصل اختلاف تو ہے ہی اشاعت التوحید والسنۃ والوں کا...... آپ حضرات کا تو سارا تانا بانا بریلویوں ہی سے ملتا ہے، اگر یقین نہ آئے تو چلو، بریلویوں ہی سے پوچھ لیتے ہیں، کہ تمہارا اختلاف کن لوگوں کے ساتھ ہے، اور تمہیں زیادہ تکلیف کن حضرات سے ہوتی ہے......؟

بطور نمونہ ایک دو عبارتیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ بریلوی جماعت کے ترجمان علامہ غلام رسول سعیدی رقم طراز ہیں:

آمدم برسر مطلب!! گفتگو اس میں ہو رہی تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز

نے اپنے وقت کے اہل بدعت اسمٰعیل دہلوی (شاہ اسماعیل شہیدؒ) کے پیروکاروں کو للکارا اور ہندوستان میں اہل سنت کا سکہ بٹھایا (خواب میں)۔ اعلیٰ حضرت کے جانشینوں نے پھر اعلیٰ حضرت کے مشن کو حتی المقدور پورا کیا۔ اب ہم ذرا پیچھے ہٹ کر آپ کو بتلاتے ہیں کہ اس اسمٰعیل دہلوی کے زمانہ تک سابق پنجاب و سرحد جو آج کل مغربی پاکستان سے موسوم ہے، اس زہریلے اثر (توحید و سنت ...... از ناقل) سے محفوظ تھا، بد قسمتی سے کہ اس دوران میں وہاں بھچراں ضلع میانوالی کا ایک طالبعلم گنگوہ پہنچا اور رشید احمد گنگوہی نے اس طالب کو ایسا انجکشن دیا، جس کی ایجاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نفاق کی کیمسٹ فیکٹری میں ہوئی تھی ...... اور ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب نجدی وغیرہما نے اس کے تیر بہدف علاج کی تشہیر کی۔

پھر کیا ہوا؟ غربی پاکستان میں فتنہ نجدیت کا کہرام مچ گیا اور اس فتنہ کے مفاسد دیکھ کر عوام انگشت بدنداں رہ گئی ...... اگرچہ اس فرقہ واں بھچراں کے عقائد وہی تھے جو کہ صنادید دیوبند کو اسماعیل دہلوی سے وراثت میں ملے تھے، لیکن اکابر دیوبند عوام الناس میں شیعہ شنیعہ کی طرح تقیہ سے کام لیتے تھے، لیکن اس شخص نے تقیہ سے انکار کر دیا اور مع اپنی اصل شکل کے ساتھ لوگوں کے سامنے عریاں ہو گئے (توحید سنت کو ڈنکے کی چوٹ پر بیان کیا ...... از ناقل) اس لیے دیوبندی حضرات (خدائی، تنظیمی، اوکاڑوی وغیرہ) ذرا اس فرقہ واں بھچراں (جماعت اشاعت التوحید والسنۃ) سے خفا ہو گئے۔

بلفظہ (توضیح البیان ص: ۲۰ مصنفہ علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی)

کیوں جناب مناظر صاحب! کوئی چیز سمجھ بھی آئی یا اگلی بھی چلی گئی ......؟

محقق ممن صاحب!! آپ سے انصاف کی دہائی ہے کہ ... سچی بات بتلائیں، بریلویوں کو کن لوگوں سے تکلیف ہے؟ اگر اشاعت التوحید والسنۃ والے نہ ہوتے، تو آپ لوگوں کی زندگی تو قبروں کی مجاورت میں بسر ہوتی، اس لئے آپ لوگوں کو تو اشاعت التوحید والوں کے خلاف زبان درازی سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ تنگ

دوائی شرفاء کی شان کو زیبا نہیں۔

ایک اور شہادت ملاحظہ فرمائیں؛

بریلویوں کے ترجمان مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں:

الغرض! مولانا رشید احمد کے شاگرد مولوی حسین علی صاحب واں بھچراں اور ان کے تلامذہ، علی الخصوص مولانا غلام خان صاحب اس مسلک کے داعی بنے۔ اور باقی علماء دیوبند کی روایتی خاموشی کے بجائے کھلی حمایت سے اس جماعت کو اپنے جملہ نظریات علی الخصوص توسل و استعانت (غیر اللہ سے مافوق الاسباب فریادرسی) کے بت پرستی ہونے کو اور متوسلین کے مشرک اور بت پرست ہونے کی ترویج و اشاعت میں بڑی مدد ملی۔ علماء دیوبند کی نئی پود، دورہ قرآن کے ذریعے ان نظریات و اعتقادات کا استفادہ کرنے لگی۔ اور بزعم خویش مولانا غلام خان صاحب کی اسرار توحید اور مقام الوہیت سے شناسائی کا اعتقاد، ان پر اس قدر جادو اثر بن گیا۔ الخ

بلفظہ (جلاء الصدور ص: ۱۲)

دوسرے جھوٹ کی تحقیق

۲. آپ جو بار بار اشاعت التوحید والسنۃ کے اکابرین کو منکرین حیات وغیرہ کہتے رہتے ہیں، تو یہ بھی جناب کا سفید جھوٹ ہے۔ حالانکہ اشاعت التوحید والسنۃ کے اکابرین میں سے کوئی بھی حیات برزخیہ کا منکر نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں وضاحت کر دی ہے۔

چنانچہ ہمارے پیرو مرشد استاذی المکرم شیخ الحدیث والتفسیر محقق العصر حضرت علامہ سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی" فرماتے ہیں:

ہم اہل السنت والجماعت کا حیات الانبیاء والشہداء والاولیاء کے بارے میں عقیدہ ہے کہ انبیاء کرامؑ کو حضرت حق تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے ایک مخصوص و ممتاز حیات عطا فرمائی ہے ......، جو شہداء کرام کی حیات سے ممتاز و بلند و بالا

اور ارفع، انفع، اوقع، اعلیٰ، اولیٰ، احلیٰ، اقویٰ، ابقیٰ، اصفیٰ، ازکیٰ، اسنیٰ، اشہیٰ، احظیٰ، اجمل، افضل، اکمل، ادوم، اقوم، اتم، اہم، اعظم، اطیب واقدس ہے اور شہداء کرام کو بھی ایک حیات عطا ہوئی ہے جو اولیاء کرام کی حیات سے امتیاز رکھتی ہے اور انبیاء کرام کی زندگی سے نیچے درجے کی۔ مگر یہ زندگیاں نہ دنیاوی ہیں اور نہ دنیا کی سی (دنیوی، حسی، حقیقی جیسا کہ مناظر موصوف کا دعویٰ ہے۔ از ناقل) بلکہ ان کی وفات پا چکنے کے بعد ان کی یہ زندگیاں دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہیں۔

اور وفات کے بعد ان کی زندگی کو برزخی زندگی کہتے ہیں۔ ملکوتی و روحانی، نہ ناسوتی اور دنیا کے اعتبار سے وہ (انبیاء کرام، شہداء عظام، اولیاء کرام) سب کے سب اموات میں داخل ہیں اور ان کی وہ برزخی حیات ان پر میت کے اطلاق کے منافی نہیں ہے اور نہ ان کی حیات کا یہ مطلب ہے کہ ان پر موت طبعی وارد نہیں ہوئی ہے اور جیسے آپ زندہ تھے اسی طرح اب بھی زندہ ہیں، یہ بات صریح البطلان ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اس حیات کی حقیقت کیا ہے، یہ حضرت حق تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ کو ہی معلوم ہے، وہ حیات ہماری عقل وحواس سے بالاتر ہے۔

(عقائد اہل السنت والجماعت علماء دیوبند ؒ ص: ۱۲، ۱۳)

حضرات گرامی!! ہم نے جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کا عقیدہ آپ کے سامنے بیان کر دیا ہے "تمام اکابرین علماء دیوبند اہل السنت والجماعت کا یہی (حیات برزخیہ کا) مسلک ہے۔

﴿علماء بریلویہ کا علماء دیوبند کے ساتھ مسئلہ حیات میں اختلاف کی تنقیح﴾

علماء دیوبند ؒ کا عقیدہ:

تمام علماء دیوبند ؒ کا مسلک "در بارۂ حیات وہی ہے، جو ہم نے حضرت نیلوی شاہ صاحب ؒ سے بیان کر دیا ہے۔

مزید تفصیل کیلئے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

علماء دیوبند کے استاد کبیر حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی ؒ فرماتے ہیں:

نمبر۱۔ انبیاء کو برزخ میں ایک ایسی دائمی زندگی حاصل ہے جو اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں، مگر وہاں کی حیات دنیا کی حیات کے مثل نہیں۔ الفاظ یہ ہیں ﴿حیات آنجا مماثل حیات دنیا نیست﴾۔

(مسائل اربعین ص: ۴۴)

نمبر۲۔ عالم ربانی فقیہ نفس حضرت علامہ مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ نے بھی اپنے استاذ حضرت شاہ اسحاق ؒ کی عبارت مذکورہ، شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی تردید میں فتاویٰ رشیدیہ میں نقل فرمائی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص: ۷۰)

نمبر۳۔ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ؒ فرماتے ہیں:

انبیاء کرام کی حیات، شہداء کی حیات سے بھی اقویٰ واتم ہے اور مراد اس حیات سے حیات دنیاوی ظاہری نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾۔ لہٰذا احکام اموات ظاہریہ سب پر جاری ہوتے ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج: ۵ ص: ۳۹۷)

نمبر۴۔ حضرت علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی ؒ دیوبندی فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حیات برزخیہ ہے جو دوسرے اموات کی حیات برزخیہ سے اقویٰ واشد ہے اور جو شخص حضور ﷺ کی یا سب انبیاء ؑ کی موت دنیوی کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ۔ فسوّیٰ بینہم و بینہ فی الموت فعلم ان موت الکل سواء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(امداد الاحکام جلد اول ص: ۲۵۰)

فائدہ: یہ فتویٰ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ کی زیر نگرانی شائع کیا گیا۔

علماء بریلویہ کا عقیدہ:

ماخذ نمبر ۱۔ موجد بریلویت اعلیٰ حضرت بریلوی مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں:

انبیاء کی موت یعنی ان کے اجسام طیبہ سے ارواح طاہرہ کا جدا ہونا صرف ایک آن کیلئے ہوتا ہے پھر ویسے ہی زندہ ہو جاتے ہیں جیسے حال ظاہری میں تھے (حیات دنیوی، حسی، حقیقی) جسم روح سے معاً و لہٰذا ان کا ترکہ نہیں بٹتا اور نہ ان کے بعد ان کی ازواج سے نکاح جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ ج:۱ ص:۶۱۱)

ماخذ نمبر ۲۔ اعلیٰ حضرت بریلوی ہی فرماتے ہیں:

انبیاء کرام کی حیات حقیقی، حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کیلئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے، پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا، ان کی ازواج کو نکاح حرام، نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں، وہ اپنی قبر میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں ...... انبیاء کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ بلفظہٖ (ملفوظات حصہ سوم ص:۳۱۰ از احمد رضا خان)

استغفر اللہ من ذالک

ماخذ نمبر ۳۔ ترجمان بریلویت علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

حیات انبیاءؑ دنیاوی اور جسمانی ہے۔

(توضیح البیان ص:۷۲)

{محقق ٹمن اینڈ کمپنی کا عقیدہ}

مناظر موصوف فرماتے ہیں:

دنیوی حیات بھی یہی ہے، حیات جسمانی بھی یہی ہے، حیات حسی اور حیات حقیقی بھی یہی ہے۔۔۔الخ (تقریر دلپذیر ص:۱۳)

{خلاصہ عبارات}

تمام علماء دیوبند اہل السنت والجماعت کے نزدیک حیات برزخیہ ہے، علماء بریلویہ اور محقق ٹمن اینڈ کمپنی کے نزدیک حیات دنیوی حقیقی اور حسی ہے۔

لو جناب محقق صاحب!! یہ بھی آپ کی معلومات میں اضافہ ہو گیا کہ جو اختلاف علماء بریلویہ کا علماء دیوبند کے ساتھ تھا، وہی اختلاف آپ کی جماعت کا جماعت اشاعت التوحید والسنہ سے ہے، معلوم ہوا کہ جماعت اشاعت التوحید والسنہ ترجمان مسلک علماء دیوبندؒ اہل السنت والجماعت ہے اور آپ کا تعلق براستہ کرم الدین بھیاں والے، جناب اعلیٰ حضرت مسلک بریلویہ کے ساتھ ہے۔ شاید آپ کے علم میں پہلے نہیں ہوگا کہ اصل میں سماع وحیات کا اختلاف تھا ہی علماء دیوبند اور علماء بریلویہ کے درمیان...... تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں اعلیٰ حضرت بریلوی کی کتاب "حیات الاموات" اور ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ کی کتاب "کشف المغالطات فی عدم سماع الاموات" اور اسی طرح "فاتحہ کا صحیح طریقہ" شائع کردہ "یوپی دیوبند"۔

اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ بریلویت کے ڈگر پر چل کر بریلویت کی تائید کون کر رہا ہے؟ اور علماء دیوبند کی ترجمانی میں بریلویت کی تردید کون کر رہا ہے۔

{تیسرے جھوٹ کی تحقیق}

۳۔ تیسری بات مناظر موصوف نے یہ فرمائی ہے کہ المہند علی المفند عقائد علماء دیوبند کی کتاب ہے، عرضیکہ "المہند علی المفند" کو علی الاطلاق عقائد علماء دیوبند کی کتاب قرار دینا صریح جھوٹ ہونے کے ساتھ علماء دیوبند سے بغاوت اور سب سے بڑی دشمنی ہے، جس کی تفصیل ہم "المہند" کی بحث میں عرض کریں گے۔

{چوتھے جھوٹ کی تحقیق}

۴۔ مناظر موصوف نے چوتھا جھوٹ ارشاد فرمایا کہ "المہند علی المفند" میں لکھا گیا ہے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ "نبی کریم ﷺ اپنے دنیاوی عنصری جسم کے ساتھ قبر اطہر میں زندہ ہیں"۔ مناظر موصوف نے اپنی عادت کے مطابق المہند کی تحریف کرتے ہوئے تاریخی جھوٹ ارشاد فرمایا ہے، المہند میں قطعاً یہ الفاظ موجود نہیں ہیں کہ نبی کریم

علماء بریلویہ کا عقیدہ:

ماخذ نمبرا۔ موجد بریلویت اعلیٰ حضرت بریلوی مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں:
انبیاء کی موت یعنی ان کے اجسام طیبہ سے ارواح طاہرہ کا جدا ہونا صرف ایک
آن کیلئے ہوتا ہے پھر ویسے ہی زندہ ہو جاتے ہیں جیسے حال ظاہری میں تھے (حیات
دنیوی، حسی، حقیقی) جسم روح سے معاذ لہٰذا ان کا ترکہ نہیں بٹتا اور نہ ان کے بعد ان کی
ازواج سے نکاح جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ ج:۱ ص:۲۱۱)

ماخذ نمبر ۲۔ اعلیٰ حضرت بریلوی ہی فرماتے ہیں:
انبیاء کرام کی حیات حقیقی، حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کیلئے محض
ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے، پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے
اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں' ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا، ان کی ازواج کو نکاح
حرام، نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں، وہ اپنی قبر میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں
...... انبیاء کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب
باشی فرماتے ہیں۔ بلفظہ (ملفوظات حصہ سوم ص:۳۱۰ از احمد رضا خان)

استغفر اللہ من ذالك

ماخذ نمبر ۳۔ ترجمان بریلویت علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:
حیات انبیاء دنیاوی اور جسمانی ہے۔
(توضیح البیان ص:۷۲)

{محقق ٹمن اینڈ کمپنی کا عقیدہ}

مناظر موصوف فرماتے ہیں:
دنیوی حیات بھی یہی ہے، حیات جسمانی بھی یہی ہے، حیات حسی اور حیات
حقیقی بھی یہی ہے۔۔۔ الخ
(تقریر دلپذیر ص:۱۳)

{خلاصہ عبارات}

تمام علماء دیوبند اہل السنت والجماعت کے نزدیک حیات برزخیہ ہے، علماء

بریلویہ اور محقق ٹمن اینڈ کمپنی کے نزدیک حیات دنیوی حقیقی اور حسی ہے۔
لو جناب محقق صاحب!! یہ بھی آپ کی معلومات میں اضافہ ہو گیا کہ
جو اختلاف علماء بریلویہ کا علماء دیوبند کے ساتھ تھا، وہی اختلاف آپ کی جماعت کا
جماعت اشاعت التوحید والسنہ سے ہے، معلوم ہوا کہ جماعت اشاعت التوحید والسنہ
ترجمان مسلک علماء دیوبند" اہل السنت والجماعت ہے اور آپ کا تعلق براستہ کرم
الدین بھیاں والے، جناب اعلیٰ حضرت مسلک بریلویہ کے ساتھ ہے۔ شاید آپ کے
علم میں پہلے نہیں ہوگا کہ اصل میں سماع وحیات کا اختلاف تھا ہی علماء دیوبند اور علماء
بریلویہ کے درمیان...... تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں اعلیٰ حضرت بریلوی کی کتاب
"حیات الاموات" اور ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ کی کتاب
"کشف المغالطات فی عدم سماع الاموات" اور اسی طرح "فاتحہ کا صحیح طریقہ" شائع
کردہ "یوپی دیوبند"۔
اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ بریلویت کے ڈگر پر چل کر بریلویت کی تائید کون
کر رہا ہے؟ اور علماء دیوبند کی ترجمانی میں بریلویت کی تردید کون کر رہا ہے۔

{تیسرے جھوٹ کی تحقیق}

۳۔ تیسری بات مناظر موصوف نے یہ فرمائی ہے کہ المہند علی المفند عقائد علماء
دیوبند کی کتاب ہے، غرضیکہ "المہند علی المفند" کو علی الاطلاق عقائد علماء دیوبند کی
کتاب قرار دینا صریح جھوٹ ہونے کے ساتھ علماء دیوبند سے بغاوت اور سب سے
بڑی دشمنی ہے، جس کی تفصیل ہم "المہند" کی بحث میں عرض کریں گے۔

{چوتھے جھوٹ کی تحقیق}

۴۔ مناظر موصوف نے چوتھا جھوٹ ارشاد فرمایا کہ "المہند علی المفند" میں لکھا گیا
ہے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ "نبی کریم ﷺ اپنے دنیاوی عنصری جسم کے ساتھ قبر اطہر
میں زندہ ہیں"۔ مناظر موصوف نے اپنی عادت کے مطابق المہند کی تحریف کرتے
ہوئے تاریخی جھوٹ ارشاد فرمایا ہے، المہند میں قطعاً یہ الفاظ موجود نہیں ہیں کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی عنصری جسم کے ساتھ قبر اطہر میں زندہ ہیں۔

﴿چیلنج﴾

ہم مناظر موصوف سمیت تمام ذریت اوکاڑوی کو چیلنج کرتے ہیں کی اگر ان میں کوئی رجل رشید موجود ہو تو المہند سے یہ الفاظ کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی عنصری جسم کے ساتھ قبر اطہر میں زندہ ہیں" نکال دکھائے۔ ہماری پیشین گوئی ہے کہ ذریت اوکاڑوی زہر کا پیالہ پی لے گی، موت کے منہ میں چلی جائے گی، لیکن یہ الفاظ المہند سے قیامت تک نہیں دکھا سکتی۔ مناظر موصوف نے اپنی تقریر کا اختتام اس تاریخی جھوٹ پر فرمایا ہے، جو قیامت تک مناظر موصوف کے چہرے پر سخت سیاہ داغ کی طرح نمایاں رہے گا۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے، نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ،، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

وما علینا الا البلغ

قارئین محترم......!!

یہاں تک مناظر موصوف کے فریب و فراڈ اور تحریفات و کذبات کا ذکر تھا۔ اب ہم اختصاراً صاحب مقدمہ سے چند باتیں عرض کرنے کی جسارت کریں گے۔

{صاحب مقدمہ کا تعارف}

صاحب مقدمہ بزرگ الملقب محقق ممن صاحب ہیں، موصوف کی ذات گرامی ہمارے بعض قارئین سے مجہول و مستور ہوگی، موصوف کے تفصیلی حالات و کارنامے یہاں ذکر کرنا اختصار کے منافی ہوگا، البتہ اتنی بات معلوم کرلیں کہ حضرت موصوف انتہائی متعصب اور جلے بھنے غالی مریدین اوکاڑوی میں سے ہیں۔ اخباری بیانات اور اردو رسائل کا کافی مطالعہ رکھتے ہیں، جب کبھی عربی عبارت پڑھنی پڑ جائے یا

اخباری حوالہ جات دینا شروع فرمائیں تو رنگ بھر دیتے ہیں۔

موصوف اجتہاد کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ جہاں پہنچ کر نحوی و صرفی قواعد و ضوابط کی پابندی کی تکلیف اٹھائی جاتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب حال بھی ہیں، یہ تصنیف لطیف وتقدیم بھی حال و استغراق میں ایجاد فرمائی ہے، بہر حال بخوف بے ادبی اور تضیع وقت کے پیش نظر طول کلام سے پرہیز کرنا بہتر ہے، بامر مجبوری حضرت کے چند نکات پر ہی تبصرہ پیش کیا جاتا ہے۔

{المہند علی المفند کے نام میں تحریف}

محقق ممن صاحب! مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے مظالم اور تکفیری ہم کے تذکرے کرتے ہوئے (ص: ۷ ـ ۴) کے درمیان اپنی اصل مقصودی بات کے قریب پہنچ گئے، جس کی تمہید کے لیے چھ سات صفحات کالے کرڈالے ہیں۔

فرماتے ہیں:

علماء دیوبندؒ نے (مولوی احمد رضا خان صاحب کے الزامات کے جو جوابات دیے) ان کے جوابات کا اردو ترجمہ مع عربی شائع ہو چکا ہے، جس کا نام "المہند علی المفند" یعنی عقائد علماء اہل سنت علماء دیوبند ہے۔

نیز فرماتے ہیں: اس کتاب کے اندر جو عقائد ہیں، اس دور کے تمام اہل سنت والجماعت علماء کا ان پر اتفاق اور اجماع ہے۔

﴿تبصرہ﴾

محقق ممن صاحب سے گزارش ہے کے "المہند علی المفند" کا آپ نے جو معنیٰ لکھا ہے (یعنی عقائد علماء اہل سنت علماء دیوبند) یہ کس لغت سے اخذ کیا ہے، اور کون سی گرائمر استعمال فرمائی ہے، ذرا اس ڈکشنری کی نشان دہی فرمادیں؟ المہند علی المفند کا معنیٰ ہمیں جو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ "ایک سٹھیائے ہوئے شخص پر ہندی تلوار"۔

پہلے تو ہم سمجھتے تھے کہ آپ لوگوں کے اجتہادات اپنے مذہب خاص کے

اصول وفروع تک محدود ہیں، لیکن مقدمہ پڑھ کر عجب انکشاف ہوا کہ عربی لغت بھی آپ لوگوں کے مظالم سے محفوظ نہیں ہے۔

﴿انعامی چیلنج﴾

محقق لمن صاحب!! اگر آپ یا آپ کی جماعت عربی لغت کی کسی کتاب سے المہند علی المفند کا یہ معنیٰ (عقائد علماء اہل سنت علماء دیوبند) بتادے، تو ہم آپ کو ایک ایک حرف پر ایک ایک لاکھ انعام دیں گے، اور اگر نہ دکھا سکیں تو خدارا کچھ شرم وحیا فرمائیں، لغت عرب اور کتب اکابرین کو اپنے مظالم کا تختہ مشق نہ بنائیں۔ تعجب ہے آپ لوگوں پر، کہ کبھی تو آپ کتاب اللہ کی معنوی تحریف سے نہیں چوکتے اور کبھی مخلوق کی کتابوں کو اسرائیلی ذہن کے مطابق تحریف وتخریب کا نشانہ بناتے ہیں۔

اب آپ خود سوچیں کہ آپ نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر المہند علی المفند کے نام میں بھی تحریف کر ڈالی، اگر آپ اپنے ناخواندہ حواریوں کو مطمئن کرنے کے لیے یہ بہانہ بنائیں کہ ابھی صرف نام ہی تو بدلا ہے، کتاب تو نہیں بدلی تو عرض ہے کہ صرف نام بدلنے سے یعنی المہند علی المفند کا ترجمہ عقائد علماء اہل سنت علماء دیوبند کر کے اس کتاب کو علی الاطلاق عقائد کی حیثیت دینے سے ہی اکابرین کے لکھنے اور آپ کے پڑھنے میں زمین وآسمان کا فرق ہو گیا۔ اس فرق کو آپ اس طرح سمجھیں کہ فرض نماز اور نفل نماز میں بھی تو صرف نیت ہی کا فرق ہوتا ہے باقی رکوع سجدہ وغیرہ تمام افعال نماز میں کچھ فرق نہیں ہوتا، صرف نیت تبدیل کرنے سے وہ نماز نفل کے بجائے فرض کے درجے کو پہنچ جاتی ہے، اور دونوں میں زمین وآسمان کا فرق آجاتا ہے۔ آپ بے شک کہتے رہیں کہ ہم نے دو رکعت نماز میں ہر عمل اکابرین کی اتباع میں کیا ہے، اکابرین نے دو رکعتیں لکھیں ہم نے بھی دو رکعتیں پڑھیں، اکابرین نے پہلے ثناء، پھر تعوذ پھر تسمیہ اور فاتحہ وسورۃ لکھی ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور جناب! نیت آپ نے کیا کی تھی؟ نیت تو میں نے فرض کی کرلی تھی تاکہ ثواب زیادہ ہو جائے۔

واہ بھئی واہ!!...... آپ بے شک کہتے رہیے کہ میں نے اکابرین کی طرح دو رکعتیں نماز پڑھی ہے، لیکن صرف نیت کے فرق سے آپ کی اور اکابرین کی نماز میں زمین وآسمان کا فرق آگیا، یہی فرق ہے اکابرین کی کتاب "المہند علی المفند" اور آپ کی کتاب عقائد علماء دیوبند میں آپ بے شک کہتے رہیں کہ ہم نے صرف لیبل ہی تبدیل کیا ہے، نام ہی میں تو تحریف کی ہے، میٹریل میں تو کوئی تبدیلی نہیں کی۔

آپ خود سوچیں کہ...... اگر پانی پر دودھ کا لیبل لگا لیا جائے اور اسے دودھ کی نیت پر بطور دودھ ہی کے فروخت کیا جائے، تو کیا یہ جائز ہوگا؟ شاید آپ کا مزاج بگڑ جائے اور آپ یہ کہنا شروع کردیں کہ ہم نے پانی کے نقائص پیش کرکے پانی کی توہین کی ہے، تو یہ بات سو فیصد غلط ہوگی، کیوں کہ ہم پانی کی نہیں بلکہ پانی پر دودھ کا لیبل لگانے کی خرابی بیان کر رہے ہیں۔ بہر حال آپ نے المہند علی المفند کے نام میں تحریف کرکے اور المہند کی حیثیت بدل کر اپنی جان پر ظلم عظیم فرمایا ہے۔

اگر آپ المہند کو عقائد علماء دیوبند کہنے پر مصر ہیں' تو المہند کے مولف یا تصدیق کنندگان اکابرین میں سے صرف ایک ہی نام پیش فرمادیں، جنہوں نے المہند کو علی الاطلاق اصولی عقائد کی کتاب قرار دیا ہو یا معیار اہل السنت اور معیار دیوبندیت کہا ہو، المہند کی حیثیت تبدیل کرنے کے لیے اس کے نام میں ردوبدل کرنے کے واقعات اکابرین کے بہت بعد کے ہیں، حضرات اکابرین کتاب کی موجودہ حیثیت (اصولی عقائد علماء دیوبند) اور موجودہ محرف شدہ نام سے بری الذمہ ہیں، اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اکابرین دیوبند کے متفقہ نام اور حیثیت میں تحریف کرنے کی وجہ سے تم خود اکابرین کے باغی اور اکابرین کے طرز فکر کو چھوڑ کر اکابرین پر عدم اعتماد کے مرتکب ہو۔

{المہند کی حیثیت اور نام میں تحریف کے بھیانک نتائج}

اگر بالفرض آپ کا محرف شدہ نام تسلیم کرلیا جائے تو پھر علماء دیوبند کا ایمان محفوظ رہنا مشکل نظر آتا ہے، کیونکہ بقول آپ کے المہند کو اصولی عقائد کی کتاب مان

لیا جائے تو اس میں توحید، رسالت، قیامت، عذاب وثواب قبر، جنت، جہنم، میزان، پل صراط، ایمان بالملائکہ، ایمان بالرسل، ایمان بالکتب، ایمان بالتقدیر، ایمان مفصل، ایمان مجمل، وغیرہا جیسے اہم عقائد بیان نہیں کیے گئے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ تمام بنیادی عقائد علماء دیوبند کے اصولی عقائد میں شامل ہی نہیں ہیں۔ ایسے بنیادی عقائد کے ذکر کے بغیر اس کتاب کو عقائد علماء دیوبند کہنا اکابرین کی کیسی عقیدت اور کہاں کی مدح سرائی ہے، کہ جس سے اکابرین کا ایمان بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ اگر آپ لوگ اکابرین سے ہٹ کر اپنی طرف سے اس کتاب کے درجات بلند فرمانے کی کوشش فرمائیں گے تو کئی ہی غلط فہمیاں پیدا ہوں گی۔ اس لیے مہربانی فرمائیں کہ اکابر نے متفقہ طور پر اس کا جو نام پسند کیا ہے اور اسے جو درجہ دیا ہے اسی درجہ پر اس کتاب کو رکھا جائے، اگر المہند کا خلاصہ نکالا جائے تو درج ذیل صورتحال سامنے آتی ہے۔

{خلاصۃ المہند}

چھبیس سوال وجواب پر مشتمل المہند علی المفند کا خلاصہ چار چیزیں ہیں۔

۱۔ چھ علمی مسائل جن سے نہ صرف علمی اختلاف، بلکہ اس سے الگ اپنے ذوق کے مطابق رائے بھی اختیار کی جاسکتی ہے اور علماء اکابرین نے ایسا کیا بھی ہے۔

۲۔ چار اعتقادی مسائل جن پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

۳۔ سات الزامات کے جوابات ہیں۔

۴۔ باقی کچھ فقہی مسائل اور فتاوی جات ہیں۔

الغرض المہند علی المفند کو علی الاطلاق عقائد کی کتاب کہنا، آپ حضرات کا غلو اور تحریف ہے اور اسے عقائد علماء دیوبند کہنا، علماء دیوبند سے بہت بڑی بغاوت اور زیادتی ہے، اکابرین اس جرم سے بری ہوں گے، جی تو چاہتا ہے کہ پوری المہند کی شرح کی جائے تاکہ بے علم مجتہدین کو المہند علی المفند کی حیثیت معلوم ہو جائے لیکن اختصار کی غرض سے ہم چند مسائل کی وضاحت کیے دیتے ہیں اور محقق ممن صاحب اور

دیگر قارئین سے استفسار کریں گے کہ المہند کی حیثیت بدلنے کے کیسے بھیانک نتائج برآمد ہوتے ہیں؟

{توضیح المہند}

"المہند" کے عقیدہ (۱ سے ۴) کے متعلق

اکابرین کی تصریحات عرض خدمت ہیں:

مسئلہ نمبر ۱، ۲ میں شدّ رحال کا ذکر ہے (تین مسجدوں کے علاوہ کسی مقام کو متبرک سمجھ کر سامان سفر باندھنا) اور مسئلہ ۳، ۴ میں توسل بالذوات الفاضلہ (دعاؤں میں نیکوں کے ناموں کا وسیلہ) کا ذکر ہے، جس کے جواب میں حضرت سہارنپوری صاحب (صاحب المہند) کے جواب کا خلاصہ یہ ہے۔

ہمارے نزدیک شد رحال جائز ہے اور تیسرے چوتھے سوالات کے جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ توسل بالذوات الفاضلہ جائز ہے۔

محقق ممن صاحب غور فرمائیں...... ! بڑے بڑے اکابرین اہل السنت والجماعت ان دونوں مسئلوں میں صاحب المہند کے جواب کے خلاف نظریہ رکھتے ہیں مثلاً امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، علامہ ابن عبد الہادیؒ جن کی کتاب کو علامہ انور شاہ صاحبؒ نے بہت پسند فرمایا ہے (دیکھیں فیض الباری) علامہ محمد بن عبد الوہابؒ، اور عصر حاضر کے ائمہ حرمین امام کعبہ، امام مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، وغیرہم شد رحال کے بھی سخت خلاف ہیں اور وسیلہ بالذوات الفاضلہ بھی جائز نہیں سمجھتے۔

اب اگر المہند کو اصولی عقائد کی کتاب قرار دیا جائے...... تو ان مسائل میں اختلاف رکھنے والے تمام اکابرین دائرہ اسلام سے خارج قرار پائیں گے، اور اگر المہند کو معیار اہل السنت قرار دیا جائے تو یہ تمام اکابرین اہل السنت والجماعت سے خارج قرار پائیں گے اور محقق ممن اینڈ کمپنی کو امام کعبہ اور امام مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ بریلوی علماء کی طرح جب بیت اللہ یا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جماعت کھڑی ہو، تو ان حضرات کو بھی بیت الخلاء میں چھپ کر وقت گذارنا

ہوگا اور لاکھوں مسلمان جو ہر سال حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے حرمین شریفین میں جان و مال کی قربانی دے کر حاضر ہوتے ہیں، سب بے نماز اور نامراد ٹھہریں گے، یہ سب خرابی المہند علی المفند کے نام اور حیثیت میں تحریف کا نتیجہ ہے۔ محقق ممن صاحب اور تمام قارئین کو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے، اگر آپ سے فیصلہ نہیں ہو سکتا تو اکابرین پر اعتماد فرمائیں ہم آپ کو اکابرین کا فیصلہ بتا دیتے ہیں۔

﴿مناظر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی'' کا فیصلہ﴾

حضرت نعمانی صاحبؒ اپنی کتاب ''شیخ محمد بن عبد الوحاب اور ہندوستان کے علماء حق'' کے ص:۶۸ پر ''محمد بن عبد الوحاب اور اکابر جماعت دیوبند کے طرز فکر میں جزوی اختلافات'' کا عنوان دے کر (ان میں المہند علی المفند کے مسئلہ نمبر ایک سے چار تک سکے بھی شامل ہیں) فرماتے ہیں:

''مگر اصولی درجہ میں توافق اور طرز فکر میں اس یکسانیت اور یکجہتی کے باوجود بعض نظریات اور مسائل میں ہمارے اکابر شاہ اسماعیل شہیدؒ اور علماء دیوبند وغیرہ اور شیخ محمد بن عبد الوحاب کی جماعت کے نقطہ نظر اور رویہ میں کچھ فرق و اختلاف بھی ہے مثلاً وہ حضرات زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مستحب و مسنون بلکہ افضل اعمال ماننے کے باوجود مشہور حدیث ''لا تشدو الرحال.. الخ'' کی بنیاد پر خاص زیارت کے لیے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنا جائز نہیں سمجھتے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ وغیرہ کا مشہور مسلک ہے ان کے نزدیک سفر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے کی نیت سے کرنا چاہیے پھر وہاں پہنچ کر زیارت کی سعادت اور اس کا ثواب بھی حاصل کرے''۔

ان اختلافات کا تذکرہ کرنے کے بعد ص:۷۳ پر مولانا نعمانی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''بہر حال ان تمام مسائل میں (توسل، شد رحال وغیرہ) کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی وجہ سے کسی بھی فریق کو اسلام یا دائرہ اہل السنت سے خارج قرار دیا جا سکے۔ ان مسائل کا ذکر اس موقع پر اس غرض سے کیا گیا ہے کہ دونوں جماعتوں کے

مسلکی اختلاف کی نوعیت اور اس کا درجہ سامنے آجائے اور کم از کم اہل علم اور ارباب دانش کو معلوم ہو جائے کہ ان میں کوئی مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جس کی بنا پر کوئی فریق خدا ترسی کے ساتھ کتاب و سنت کی روشنی میں دوسرے فریق کی تکفیر و تفسیق اور تضلیل کر سکے''۔

﴿فائدہ﴾

نعمانی صاحبؒ کی اس کتاب (شیخ محمد بن عبد الوحاب اور ہندوستان کے علماء حق) کی تصدیق کرنے والے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ (فضائل اعمال والے) اور مہتمم دار العلوم دیوبند قاری محمد طیب صاحبؒ بھی ہیں۔ محقق ممن صاحب حضرت نعمانیؒ کی یہ ایمان افروز باطل شکن عبارتیں بار بار پڑھیں اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور قاری محمد طیب صاحبؒ کی تصدیق و تائید کو بھی سامنے رکھیں اور اپنی تحریف کے نتائج تک پہنچنے کی کوشش فرمائیں کہ المہند علی المفند سے انحراف کے جرم میں...... کون کون بزرگ اسلام یا اہل السنت اور دیوبندیت سے خارج ہو رہے ہیں؟ نعوذ باللہ من شرورکم

اگر اب بھی آپ اپنی ضد پر اڑے رہیں اور المہند کو علی الاطلاق اصولی عقائد قرار دیتے رہیں تو یہ اکابرین کی اتباع نہیں ہوگی، بلکہ اکابرین کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہوگی اور قیامت کے دن تمام اکابرین علماء دیوبند باغی گروہ خدام اہل السنت کو گریبان سے پکڑیں گے کہ تم نے ہماری اتباع کا دعویٰ کر کے ہماری کتابوں کے ناموں اور حیثیتوں میں ردوبدل کر کے اکابرین اہل السنت کی تضلیل اور تکفیر کی ہے، کیونکہ اکابرین واضح طور پر تصریح فرما چکے ہیں کہ مذکورہ مسائل نہ تو عقائد ہیں اور نہ ہی مدار اسلام اور مدار اہل سنت و دیوبندیت ہیں۔

{المہند کا مسئلہ نمبر ۱۲}

اب ذرا مزید وضاحت کے لیے المہند کا مسئلہ نمبر ۱۲ پر مراقبہ فرمائیں۔ المہند کے مسئلہ نمبر ۱۲ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن عبد الوحاب نجدی اور اس کے گروہ

(عصر حاضر کے علماء حرمین) کا حکم خوارج والا ہے۔ (خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ کی جماعت سے خروج کیا اور حضرت علیؓ و دیگر صحابہؓ کو کافر قرار دیا تھا اور حدیث میں اس گروہ کے بارہ میں سخت وعیدیں ہیں۔ از ناقل)

۱۔ صاحب المہند کے استاذ، عالم ربانی ابو حنیفہ ثانی
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فرمان عالی شان:

محقق ممن صاحب المہند کا مندرجہ بالا جواب ذہن میں رکھ کر صاحب المہند کے استاذ عالم ربانی ابو حنیفہ ثانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ دربارہ شیخ محمد بن عبد الوہاب ملاحظہ فرمائیں۔

فرماتے ہیں:

محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔۔۔۔الخ۔۔۔ (فتاوی رشیدیہ ص:۲۴۲)

۲۔ علامہ منظور احمد نعمانی صاحبؒ فرماتے ہیں:

اس عاجز کو اس میں قطعاً شبہ نہیں کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی توحید خالص کی دعوت کو سمجھا ہو اور اس سے اس کو محبت ہو اور شرک اور بدعت اور ان کی تمام قسموں سے اس کو بغض اور عداوت ہو (جو ایک سچے مومن کی شان ہے) وہ شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کی دعوت سے اصولی اور بنیادی طور پر پورا اتفاق کرے گا، اگرچہ بعض جزئیات میں اس کو شدت محسوس ہو اور بعض تفریعات میں رائے کا اختلاف ہو جو اہل حق میں ہو سکتا ہے۔ (ص:۴۹)

یاد رہے نعمانی صاحب کے اس بیان کی تصدیق و تائید کرنے والے اکابرین علماء دیوبند ہیں، خصوصاً رئیس التبلیغ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیان ممن و علماء کہروڑ پکا کہ آپ کے نزدیک المہند علی المفند عقائد کی کتاب ہے، جبکہ علامہ رشید احمد گنگوہیؒ۔۔۔۔۔۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا اور دیگر اکابرین علماء دیوبند جو المہند کے مسئلہ مذکورہ سے اختلاف رکھتے ہیں آپ حضرات کے نزدیک مسلمان ہیں یا نہیں؟ اہل السنت والجماعت سے ہیں یا خوارج سے؟ دیوبندیت سے ہیں یا بریلویت سے؟ بیّنوا و توجروا

محقق ممن صاحب!!

یہ سب بھیانک نتائج آپ کی تحریف کا نتیجہ ہیں، اس لیے گذارش ہے کہ المہند علی المفند میں تحریف سے توبہ نامہ شائع فرمائیں اور بزم شیخ الہند والوں سے بھی گذارش ہے کہ آئندہ ایسی خرافات شائع کرنے سے اجتناب کریں اور محقق ممن صاحب کو رجوع پر مجبور کریں۔

یہ سب اکابر کی بغاوت اور عدم اعتماد کا نتیجہ ہے اگر آپ المہند کی وہی حیثیت تسلیم کر لیں اور وہی درجہ مان لیں جو اکابرین علماء دیوبند کے نزدیک تھا کہ المہند عقائد کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ محض ایک علمی مسلک ہے، تو سب اشکالات ختم ہو سکتے تھے۔ اور نہ ہی المہند معیار اہل السنت اور معیار دیوبندیت ہے، کہ اس کے کسی مسئلہ سے اختلاف رکھنے والے اسلام یا اہل السنت یا دیوبندیت سے خارج قرار دیے جائیں مگر جیسا کہ آپ کا اور آپ کی جماعت کا معاندانہ اور غالیانہ نظریہ ہے۔

المہند علی المفند اور مسئلہ حیات

محقق ممن اینڈ کمپنی المہند علی المفند کے ۲۶ مسائل میں سے صرف ایک مسئلہ پر بزعم خود ایمان رکھتی ہے اور اسی مسئلہ کی وجہ سے المہند علی المفند کے نام اور حیثیت کو رد و بدل کر کے المہند علی المفند کے درجات بلند فرمانے کی کوشش کرتی ہے، جس

کے خطرناک نتائج آپ حضرات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسئلہ بھی ذکر کر دیا جائے جس کی وجہ سے محقق لمن اینڈ کمپنی کے نزدیک (ان المھند کالقرآن) کا نظریہ ہے، تاکہ پتہ چل جائے کہ المھند کو ماننے والا کون ہے اور المھند میں تحریف کر کے جھوٹے دعوے کرنے والا کون ہے؟

پہلے ہم محقق لمن صاحب کا تحریر کردہ ترجمہ عرض کرتے ہیں اور بعد میں چند گزارشات عرض کریں گے۔ محقق لمن صاحب موج میں آ کر یوں رقم طراز ہیں:

اس کتاب کے اندر جو عقائد ہیں اس دور کے تمام اہل السنت والجماعت علماء کا ان پر اتفاق اور اجماع ہے۔ اس کتاب میں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہے، اختصار کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے" ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء" اور شہداء کے ساتھ ...... برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو ...... چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ انباء الاذکیا بحیاۃ الانبیاء میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔ ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ کا اس بحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے اس کا نام "آب حیات" ہے۔

بلفظہ (تقریر دلپذیر ص:۴۸)

المھند کی عبارت مذکورہ کی توضیح و تشریح

شمس المحدثین قاضی شمس الدین صاحبؒ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند، المھند کی عبارت مذکورہ نقل کر کے غالی گروہ سے یوں خطاب فرماتے ہیں:

۱۔ یہ جو فرمایا "ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک" دوستوں سے یہ پوچھنا ہے کہ ہمارے مشائخ میں حضرت امام مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت سید آلوسیؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ اسحٰقؒ، حضرت مولانا تھانویؒ، حضرت مولانا محمد انور شاہ کاشمیریؒ بھی داخل ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں داخل تو صاف انکار کیجیے اور اگر داخل ہیں تو ان کی کوئی تصریح دکھایئے کہ ارواح طیبہ دوسرے دن ابدان مبارکہ میں واپس آ گئے ہیں (اور ابدان عنصریہ میں حیات دنیوی حقیقی حسی پیدا ہو چکی ہے) جیسے آپ (ہمارے معاصرین صاحب مقام حیات وغیرہ) نے یہ قول کیا اور ذمہ ان اکابر کے لگا دیا، حالانکہ ان اکابر میں سے ایک بھی اس قول کا قائل نہیں جو آپ نے اختیار کیا، پھر کیا ہم مجبور ہیں کہ ...... المھند کی اس عبارت کو آپ کے مخترع مبتدع قول پر محمول کریں یا ان اکابر کی اپنی تصریحات جو ہم مفصل بیان کر چکے ہیں، ان پر محمول کریں۔

۲۔ "اپنی قبر مبارک" سے مراد وہ قبر لیں جو حضرت تھانویؒ نے بالوضاحت بیان فرمائی ہے (شرعی قبر) یا وہ قبر جو صاحب مقام حیات نے ذکر کی ہے (زمینی قبر)۔

۳۔ صاحب مقام حیات قبر کا وہ مفہوم چھوڑ کر جو حضرت تھانوی مرحوم نے ذکر کیا ہے جب ایک دوسرا مفہوم مراد لے رہا ہے، جس کی حضرت تھانوی مرحوم نے تردید کی ہے تو یہ اکابر دیوبند کی موافقت کر رہا ہے یا مخالفت؟ کیا موافقت اور اتباع سلف کا یہی معنیٰ ہے کہ وہ کچھ اور فرما دیں اور ہم اپنی طرف سے ایک نظریہ اختراع کر کے ان کی عبارتوں کو اس پر فٹ کریں ......؟

۴۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی کی سی ہے، کیا درست یہ بتا سکتے ہیں کہ اکابر

نے دنیویہ کا معنی "دنیا کی سی ہے" کیوں کیا ہے؟ کیا یہ معنی کر کے اس قول سے گریز نہیں کرنا چاہتے جو صاحب مقام حیات نے اختیار کر کے (حیات دنیوی، حقیقی، حسی) ان کے ذمہ لگا لیا ہے؟ کیا اجماع سلف کا یہی معنی ہے کہ جس قول سے وہ گریز کرنا چاہتے ہیں، وہ ان کے ذمہ لگا دیا جاوے......؟

۵۔ "اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاءؑ اور شہداء کے ساتھ" دوستوں سے یہ پوچھنا ہے کہ یہاں ایک ہی حیات، انبیاءؑ اور شہداء کے درمیان مشترک نہیں لکھی ہوئی؟ اگر ایک ہی مشترک لکھی ہے اور یقیناً ایک ہی مشترک لکھی ہے، تو کیا اس حیات کی (شہداء کے متعلق) خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے نصاً تفسیر منقول نہیں؟ اگر منقول ہے اور یقیناً منقول ہے اور وہ ہے {ارواحھم فی حواصل طیر خضر ...الخ} (حیات شہداء کی بحث تفصیلاً ذکر کی جا چکی ہے کہ ان کی حیات روحانی برزخی فی الجنۃ ہے نہ کہ جسمانی دنیوی حقیقی حسی قبور ارضیہ میں) جو آپ کی تحریر کہ انبیاءؑ کی ارواح دوسرے دن ان کے ابدان مبارکہ میں لوٹا دی جاتی ہیں اور احیاء کلیہ ہو جاتا ہے، صرف قبور سے خروج ملتوی ہے، یقیناً مخالف ہے تو المہند کی اس عبارت سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تفسیر سے آپ کا قول مردود ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ صاحب المہندؒ نے...... یہ جو انبیاءؑ اور شہدا کرام کے درمیان اشتراك فی الحیوة الواحادات لکھا ہے، یہی آپ کے قول کے لیے کافی وافی رد ہے، جس کا جواب انشاء اللہ آپ سے قیامت تک نہیں بن سکتا۔ اشتراک صاحب مہند نے لکھ دیا اور تفسیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دی، آپ کو ان دو باتوں میں سے کس کا انکار ہے؟ اور جب انکار کی گنجائش نہیں تو پھر اپنے قول مردود من جانب صاحب مہند و من جانب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی آپ کا وہ قول جس کا مولانا مؤلف المہند نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کیا از قاضی صاحبؒ) پر اصرار کریں یا اس سے رجوع کریں یا اپنا نفع نقصان آپ خود سوچ لیں۔

۶۔ "برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے سب مسلمانوں کو" یہاں نفی مطلق برزخی کی نہیں

بلکہ برزخی مطلق کی نفی ہے اور یہ اہل علم پر ادنیٰ تامل سے واضح ہے۔

۷۔ "انبیاء کرام و شہداءؒ کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسے دنیا میں تھی" تشبیہ بالحیاۃ الدنیا کی تصریح ہے حیاۃ دنیویہ کی تصریح نہیں۔ اور اوپر جہاں حیات صلی اللہ علیہ وسلم دنیویہ من غیر تکلیف میں حیات دنیویہ کی تصریح ہے، وہاں حضرات نے اس کا ترجمہ "حیات دنیا کی سی ہے" کر کے مقصد کو واضح کر دیا کہ مراد تشبیہ بلیغ ہے حقیقت نہیں۔ تو حیات دنیویہ، حضرات کے اپنے ترجمہ کردہ کے مطابق "زکوٰۃ الجنین زکوٰۃ امہ" بچے کو ذبح کیے جاوے جیسے اس کی ماں ذبح کی جاتی ہے اور صیام ثلثۃ ایام من کل شھر صیام الدھر کلہ (ترجمہ:) ہر مہینے سے تین روزے رکھ دینے ایسے ہیں جیسے سارے زمانے کے روزے کے قبیلہ سے ہے، حیات دنیویہ عربی میں لکھا اور "حیات دنیا کی سی ہے" حضرات نے خود اردو میں لکھ دیا، آگے لوگوں کی مرضی ہے کہ یا اپنی طرف سے حاشیہ آرائی کر کے کسی از خود ایجاد کردہ قول پر فٹ کریں۔

۸۔ "نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے" اس کی توجیہ اوپر کے مسالک میں بھالا مزید علیہ ہو چکی ہے (جسم سے مراد مثالی ہے نہ کہ جسد عنصری۔ از ناقل)

اگر شک ہے تو حضرت امام مجددؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، سید آلوسیؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، حافظ ابن قیمؒ، کے مسالک دوبارہ غور سے دیکھیں۔

۹۔ "اور ہمارے شیخ مولانا قاسم نانوتوی قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے"...... دوستوں سے یہ پوچھنا ہے کہ المہند کی عبارت تو ختم ہوتی ہے۔ حضرت نانوتویؒ کے رسالہ کے حوالہ پر کیا، آپ "المہند" کا آخری فیصلہ حضرت مرحوم کی تحقیق جو آپ نے آب حیات میں لکھی ہے وہ بتاتے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر آپ حضرت مرحوم کا قول کیوں اختیار نہیں کرتے؟ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر موت متعارف آئی ہی نہیں اور مولوی احمد رضا خان کے قول کو کیوں ترجیح دیتے ہیں اور المہند کا آخری فیصلہ یہ نہیں بناتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ویسے تائید اصحاب المہند نے پیش کر دیا۔ فیصلہ اس پر نہیں بلکہ سیوطیؒ کے قول پر ہے۔ تو علامہ سیوطیؒ کا مفصل قول

ہم بعد میں آپ کو سنائیں گے اور یہ پوچھنے کی جرأت کریں گے کہ حضرت مجددؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لیکر حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ تک کسی ایک کا مفصل مسلک بھی علامہ سیوطیؒ کے قول مفصل کے موافق ملتا ہے یا کہ سب کے مسالک اس کے مخالف ملتے ہیں؟ ہم بحمد اللہ سب کے مسالک اس کے مخالف نکال دکھائیں گے۔ آپ ان میں سے کسی ایک کا مفصل مسلک علامہ سیوطی کے مفصل قول کے موافق نکال دکھائیں، ہم آپ کے ہاتھ چوم لیں گے۔

سو علامہ سیوطی کا مفصل قول ہم سے سنیے۔ فرماتے ہیں:

المحصل من مجموع هذا الكلام المنقول والاحاديث ان النبي ﷺ حي بجسده وروحه وانه يتصرف ويسير حيث شاء في اقطار الارض و في الملكوت وهو بهيئته التي كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه شئ انه مغيب عن الابصار كما غيبت الملائكة مع كونهم احياء باجسادهم فاذا اراد الله تعالى رفع الحجاب عمن اراد اكرامه برؤيته رآه على هيئته التي هو عليه الصلوة والسلام لا مانع من ذلك ولا داعي الى التخصيص برؤية المثال وذهب الى نحو هذا في سائر الانبياء فقال: انهم احياء ردت اليهم ارواحهم بعد ما قبضوا او اذن لهم في الخروج من قبورهم والتصرف في الملكوت العلوي و السفلي۔ انتهى

(روح المعانی جلد:۲۲)

پس حاصل ہوا مجموعہ اس کلام منقول سے اور احادیث سے کہ نبی ﷺ زندہ ہیں ساتھ روح اور جسم دونوں کے اور وہ تصرف کرتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں جہاں چاہیں زمین کے اطراف میں اور آسمان میں اور وہ اسی ہیئت پر ہیں جس پر قبل الوفات تھے۔ آپ ﷺ سے کوئی چیز نہیں بدلی اور وہ آنکھوں سے غائب ہیں، جیسا غائب کیے گئے ملائکہ باوجود ان کے باجسادہم زندہ ہونے کے۔ پس جب ارادہ کرتا ہے اللہ

تعالیٰ پردہ اٹھانا جس کو ارادہ کرے شرف بخشنا اس کی زیارت کا دیکھے گا اس کو اس کی ہیئت پر جس پر تھے، نہیں مانع اس سے اور نہیں کوئی داعی طرف تخصیص کرنے کے ساتھ دیکھنے مثال کے (اور سید آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ) گیا ہے (سیوطی) طرف مثل اس کے تمام انبیاءؑ میں پس کہا وہ زندہ ہیں، پھیر دیے گئے ہیں طرف ان کے ارواح ان کے پیچھے اس کے کہ قبض کیے گئے ہیں اور اذن دیا گیا واسطے ان کے نکلنے میں اپنی قبروں سے اور تصرف کرنے میں عالم علوی اور سفلی میں"۔

یہ ہے علامہ سیوطی کا مفصل اور واضح مسلک۔ کیا المہند کی عبارت کا یہ آخری فیصلہ بتاتے ہیں؟ کیا المہند کی عبارت کا یہی محمل قرار دیتے ہیں؟ اور اکابر دیوبند کے ذمہ بھی یہی لگاتے ہیں کہ ان کے نزدیک انبیاء الآن کما کان ہیں؟ عرب و عجم مصر و ایران اور خراسان اور شام و روم میں اسی جسم عنصری کے ساتھ چل پھر رہے ہیں۔ کبھی کبھی سیالکوٹ اور ملتان بھی تشریف لے آتے ہیں صرف نظر نہیں آتے کلا و حاشا اکابر دیوبند سے اس کا کون قائل ہے......؟

اور دوستوں کو واضح رہے کہ اگر علامہ سیوطی کے مسلک کو اختیار کرتے ہیں تو اس سے پہلے علم غیب وغیرہ کے مسائل جو کتب آپ نے لکھی ہیں وہ منسوخ سمجھ لیں اور صاف کہہ دیں کہ پہلے ہم بھولے ہوئے تھے اور ویسے ہی قیام مولود اور حاضر ناظر وغیرہ کا انکار کرتے رہے، بات اب سمجھ میں آئی۔ اور ہم نے اپنے پہلے خود کردہ گفت سے رجوع کیا۔ یہ پہلے مشائخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا مرتضیٰ حسنؒ، اور حضرت مولانا حسین علیؒ کی سعی جمیل تھی کہ آپ نے مسئلہ علم غیب میں کچھ سیکھ لیا اور اس کے سہارے کام چلائے جاتے ہیں ورنہ اب یہ مسئلہ حیات النبی ﷺ چھڑا اور رنگا رنگ کی بولیاں ہیں، جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ سناتا ہے اور کوئی کچھ بیان دیتا ہے۔

گستاخی معاف رکھنا! آپ کوئی شریعت کے بانی نہیں جو کہیں گے ہم تسلیم کرتے جاویں گے۔ اگر کوئی کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، آثار صحابہؓ، اقوال ائمہ

دین اور تحقیقات محققین امت سے آپ کے پاس ہے تو وہ پیش کریں۔۔۔۔۔

انتھی کلام الامام القاضی شمس الدین نور اللہ مرقدہٗ

(مسالک العلماء ص:۱۵۰ سے ۱۵۶)

حضرات گرامی!!

المہند علی المفند کی عبارت اتنی دقیق ہے کہ بڑے بڑے علماء بھی اس کو نہیں سمجھ سکے۔ اس لیے ہم نے علماء حضرات کے فائدہ کے لیے علامہ زماں حضرت قاضی شمس الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ سابق مدرس دار العلوم دیوبند کی بیان کردہ توضیح، تشریح بیان کردی ہے اور محقق ممن اینڈ کمپنی کی تحقیق کا ماخذ چونکہ اردو رسائل "مقام حیات" وغیرہ ہے اور "صاحب مقام حیات" جیسے بزرگوں نے مسئلہ حیات اور المہند کی عبارت مذکورہ سمجھنے میں سخت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ لیکن فہم نارسا کی رسائی حقیقت تک نہیں ہوسکی۔ محقق ممن صاحب جیسے بزرگ قاضی صاحب کی بات سمجھنے سے چونکہ معذور ہیں اس لیے ہم حضرت محقق صاحب اور دیگر عوام کے فائدہ کیلئے مختصر خلاصہ عرض کردیتے ہیں۔

{المہند کی عبارت کا مختصر خلاصہ}

المہند کی عبارت مذکورہ کا خلاصہ تین چیزیں ہیں۔

۱۔ المہند میں انبیاء کرامؑ اور شہداء کرام کی حیات کو ایک نوع قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ المہند میں حضرت جلال الدین سیوطیؒ کے مسلک کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۳۔ المہند میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مسلک اور کتاب آب حیات کا حوالہ دیا گیا ہے۔

{توضیح امر اول}

المہند میں پہلا مسلک جو ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء کرام اور شہدا کرام کی حیات ایک نوع کی ہے فرق صرف مراتب کا ہوگا۔ تمام اکابرین علماء دیوبند کی مفصل

عبارتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کرامؑ اور شہداءؓ کی حیات برزخی ایک نوع کی ہے۔ قرآن وسنت بھی اسی بات کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے حیات شہداء کی بحث میں اسکو مفصلاً دلائل کے ساتھ بیان کردیا ہے۔ بلاشبہ یہی مسلک تمام اہل السنت والجماعت کا ہے کہ حیات انبیاءؑ وحیات شہداء برزخیہ ایک نوع سے ہے اور اس کی ترجمان جماعت اشاعت التوحید والسنۃ ہے۔ محقق ممن اینڈ کمپنی اس مسلک کو قبول کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس مسلک سے بھاگنے کیلئے کبھی تو قرآن وسنت میں تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں، اور کبھی بزرگوں کی کتابوں میں ردو بدل کرنے کے درپے ہوتے ہیں، جیسے ماقبل وضاحت کے ساتھ بیان ہوچکا ہے۔

فائدہ: اگر المہند کا منکر مسلمان نہیں ہے تو محقق ممن اینڈ کمپنی اپنے فتویٰ کے مطابق دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتی ہے۔ اور اگر المہند کا منکر خارج از اہلسنت ہے، تو محقق ممن کی پوری کمپنی خارج از اہلسنت ہے۔ کیونکہ محقق ممن اینڈ کمپنی کا معاملہ ان لوگوں کا سا ہے جن کے بارے میں فرمایا گیا:

{أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ}

{توضیح امر دوم}

دوسرا مسلک سیوطیؒ کا ہے، جس کی تفصیل حضرت قاضی شمس الدین صاحبؒ کی عبارت کے ضمن میں گذر چکی ہے، یہاں ہم خلاصہ پر اکتفا کریں گے۔

سیوطی صاحب کے مسلک کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرامؑ حیات دنیوی حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں۔

۲۔ تمام انبیاء کرامؑ اطراف زمین اور ملکوت میں جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں صرف آنکھوں سے پوشیدہ ہیں، جیسے فرشتے موجود ہیں لیکن نظر نہیں آتے۔

۳۔ تمام انبیاء کرامؑ عالم علوی سفلی میں تصرف فرماتے ہیں اور قبروں سے باہر تشریف لاتے ہیں۔

محقق ممن صاحب!!
آنکھیں کھولیں اور غور فرمائیں۔ آپ لوگ بار بار علامہ سیوطی کے نام کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔ اب ذرا ہمت کر کے علامہ سیوطی صاحب کے مسلک کو قبول کرنے کا اعلان فرمائیں۔ تاکہ لوگوں پر آپ حضرات کی حقیقت کھل جائے، کہ تقیہ باز رضاخانی دیوبندیت کے لباس میں کس طرح چھپے پھرتے ہیں۔

فائدہ: علامہ سیوطی صاحب کے مسلک مذکور کی علماء اہل السنت والجماعت نے سخت تردید فرمائی ہے...... خود علامہ آلوسی بغدادیؒ نے تفسیر روح المعانی (ص:۸۰۳ جلد ۲۲) میں سیوطی صاحب کے مسلک مذکور کا رد فرمایا ہے۔

توضیح امر سوم

تیسری بات المہند میں حضرت نانوتویؒ کے مسلک " جو آب حیات میں بیان کیا گیا ہے" کا حوالہ دیا گیا ہے۔ حضرت نانوتویؒ کے مسلک کا خلاصہ یہ ہے کہ ارواح انبیاء کرام کا ابدان عنصریہ سے اخراج نہیں ہوتا، بلکہ ارواح مبارکہ بوقت موت ابدان عنصریہ میں سمٹ جاتی ہیں اور انبیا کرام کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے، اس میں انقطاع یا تبدل وتغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔ (آب حیات وغیرہ)

حضرات گرامی!! حضرت نانوتویؒ کا مسلک آپ نے ملاحظہ فرمالیا، یہ حضرت کا اپنا تفرد ہے، اکابرین علماء دیوبند میں سے کسی کا یہ مسلک نہیں ہے۔

فائدہ: یاد رہے کہ حضرت نانوتویؒ کا یہ مسلک صرف انبیاء کرام کے بارے میں ہے، حضرات انبیاءؑ کے علاوہ حضرت نانوتویؒ کا مسئلہ حیات میں عقیدہ یہ ہے کہ شہداء اور دیگر مومنین وغیرہ کی ارواح کا موت کے بعد تعلق اجساد عنصریہ سے قطعاً نہیں ہوتا اور مرنے کے بعد جسد عنصری مجملہ جماد ہوتا ہے۔ (آب حیات)
جس کی تصریح ہم نے حیات شہداء کی بحث میں ذکر کر دی ہے، لیکن محقق ممن

اینڈ کمپنی حضرت نانوتویؒ کا نظریہ نہ تو مسئلہ حیات انبیاءؑ میں تسلیم کرتی ہے اور نہ ہی حیات شہداء وغیرہ میں۔

محقق ممن صاحب! اگر ہمت ہے تو اپنے دعوے کے مطابق بانی دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتویؒ کے مسلک مذکور پر مع اپنی جماعت کے دستخط فرمادیں تاکہ پتہ چل سکے کہ آپ واقعی اصلی دیوبندی ہیں۔ لیکن ہماری پیشن گوئی ہے کہ محقق ممن اینڈ کمپنی زہر کا پیالہ پی لے گی موت کے منہ میں چلی جائے گی، لیکن حضرت نانوتویؒ کے مسلک مذکور پر دستخط کبھی نہیں کرے گی۔ حاصل یہ کہ المہند علی المفند کی عبارت مذکورہ کا امر اول یعنی حیات انبیاءؑ وحیات شہداء کا اشتراک جو تمام علماء دیوبند کا منصور مسلک ہے، جماعت اشاعت التوحید والسنۃ نہ صرف اس کی قائل ہے بلکہ اسی مسلک کی ترجمان اور پاسبان ہے اور محقق ممن اینڈ کمپنی "المہند" کی پوری عبارت کی منکر ہے، نہ تو حیات انبیاءؑ کو حیات شہداء کے نوع سے ماننے کے لیے تیار ہے اور نہ ہی علامہ سیوطیؒ اور حضرت نانوتویؒ کا مسلک اختیار کرنے کے لیے تیار ہے۔ الٹا الزام جماعت اشاعت التوحید والوں کو دیتی ہے کہ دیکھو جی! جماعت اشاعت التوحید والے اکابر کو نہیں مانتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محقق ممن اینڈ کمپنی کا حضرت شیخ القرآنؒ کے بارے میں منافقانہ رویہ

محقق ممن اینڈ کمپنی کا حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے بارے میں انتہائی منافقانہ اور دجالانہ رویہ ہے، جس کا اظہار موقع کی مناسبت دیکھ کر کرتے رہتے تھا۔ اسلیے ہم اپنے قارئین کے لیے سب سے پہلے محقق ممن اینڈ کمپنی کے اس منافقانہ نظریہ کو بیان کرتے ہیں، پھر حضرت شیخ القرآن کا نظریہ بیان کریں گے۔

{علامہ اللہ یار خان چکڑالوی کا بیان}

محقق لمن اینڈ کمپنی کے ایک بزرگ الموسوم علامہ اللہ یار خان چکڑالوی مصالحت ۱۹۶۲ء کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے خبث باطنی اور تعصب کا یوں اظہار فرماتے ہیں:

یہ معاہدہ ایسی حالت میں ہوا...... کہ قاضی صاحبان اور لاشے (حضرت شیخ القرآنؒ از ناقل) کے ہوش وحواس قائم ٹھیک ٹھاک تھے، مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ کافر شیخ القرآن بھی ہوا کرتے ہیں اس لئے پنڈت دیانند سرسوتی، نولڈ کیے، سیل رچرڈ بیل وغیرہ کو اگر شیخ القرآن سمجھے تو تعجب کی بات نہیں، اس دستخطی لغزش کی توجیہ خود شیخ لاشے نے ایک موقع پر فرمادی۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ شیخ القرآن ڈھوک زمان داخلی چکڑالہ تشریف لائے، تقریر کے بعد جو لوٹے تو قاضی عمر الدین صاحب مشایعت کے لیے ساتھ ہولیے۔ راستے میں شیخ سے سوال کیا ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر صلوۃ وسلام سنتے ہیں یا نہیں؟'' شیخ جی نے جواب دیا ''ہم کو یہ بھی یقین نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک صحیح موجود ہے یا مٹی ہو چکا ہے''۔ قاضی عمر الدین نے کہا تو پھر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ پر دستخط کیوں کیے تھے؟ شیخ نے جواب باصواب لاجواب فرمایا کہ کیا کرتے اگر دستخط نہ کرتے تو بندہ ایک بھی ساتھ نہ رہتا'' یہ ہے صاحب جواہر القرآن کی قرآن دانی کا جوہر، یہ ہے صاحب جواہر التوحید کی توحید کا حدود اربعہ، یعنی بندے ساتھ ہونے چاہئیں، ایمان رہے نہ رہے۔ یہ توحید کے دعوے، یہ سنت کے نعرے، یہ شیخ القرآنی کے چرچے، یہ دیوبندیت کے پراپیگنڈے، محض سوانگ ہیں، ایکٹنگ ہے، کہ کسی طرح بندے اپنے گرد جمع کیے جاسکیں، یہ ہے جواہر القرآن اور یہ ہے جواہر التوحید، روٹی تو کسی طور کما کھائے مچھندر۔

(حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ اللہ یار خان چکڑالوی ص:۲۸،۲۹)

حضرات گرامی!!

آپ نے اللہ یار خان چکڑالوی کی بدتہذیبی کو ملاحظہ فرمایا، آپ اندازہ کریں کہ یہ لوگ شیخ القرآنؒ کے نام پر عوام بیچاری کو کس طرح دھوکہ اور مغالطہ دیتے ہیں، ان لوگوں کی عقیدت تمام اکابرین علماء دیوبندؒ کے ساتھ اسی طرح ہے، صرف اپنی معاشی مجبوریوں کے تحت برملا اظہار کرنے سے معذور ہیں، موقع کی مناسبت سے وقتاً فوقتاً اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے کوئی نہ کوئی جھوٹ گھڑ کر اہل حق پر تبراء بازی کرتے رہتے ہیں۔

اب محقق لمن صاحب اینڈ کمپنی کے ایک دوسرے بزرگ اور مجتہد کے تاثرات اور جھوٹ ملاحظہ فرمائیں:

{ماسٹر اوکاڑی کا رویہ اور کذب بیانی}

ماسٹر اوکاڑوی صاحب ''جماعت اشاعت التوحید'' پر تبراء بازی کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

مولانا غلام اللہ خانؒ۔ یہ تعلیم القرآن ۱۹۶۲ء میں حیات النبی علیہ السلام پر دستخط کیے تھے، قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم کے سامنے جس پر مولانا نور محمد صاحب مولانا محمد علی جالندھری کے دستخط بھی ہیں۔ لیکن ٹھیک ایک سال بعد جواہر القرآن آگئی اس میں آیت شہداء کے نیچے بحث کرتے ہوئے لکھ دیا کہ ''روح کا قبر کے ساتھ تعلق نہ ثابت ہے نہ نفی ہے تو حیات کا انکار ہو گیا'' تو اس لیے اس کی آخری تحریر ہمارے پاس ہے وہ بھی ہے یہ تو تحریر ہے۔

بلواری کا مدرسہ جہاں شوال ۱۴۲۱ھ میں شیعہ قتل ہوئے تھے، وہاں غلام اللہ خان کی مرنے سے دو ہفتے پہلے جو پٹائی ہوئی تھی، وہ اسی مسئلے پر ہوئی تھی۔ وہاں اس کی تقریر تھی جو مزارعہ تقریر کروا رہا تھا وہ اس کا مرید تھا، لیکن زمیندار بریلوی تھے، انہوں نے کہا کہ ہم تقریر نہیں ہونے دیں گے۔ وہ مرید بلواری مدرسہ میں آیا کہ توحید پر پروگرام رکھا ہے آپ ساتھ دیتے ہیں تو توحید کی وجہ سے انہوں نے ان کا ساتھ دیا،

اور جلسہ کروایا۔ اس کے بعد کھانا بھی اپنے ہاں رکھا تو جب مدرسہ میں پہنچے تو ایک آدمی نے پوچھا کہ مولانا! حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں حیات ہیں؟ تو اس نے کہا "او جنیاں اوتھے کوئی چیز وی نہیں ہے گی" (اے مردو وہاں کچھ بھی نہیں)۔ اس پر انہوں نے اس کی پٹائی کی، تو مولانا کی پگڑی، جوتا اور کھونڈی (عصا) بھی وہیں رکھا ہے، یہ چھوڑ کر وہاں سے بھاگے تھے۔

تو بہر حال وہ اتنا سخت تو نہیں تھا جتنے یہ ہیں اس نے پھر بھی تعلق کا انکار کیا اور ہمیں قرآن کا منکر نہیں کہتا تھا۔ لیکن ان کا وہ دعویٰ جو انہوں نے لکھا تھا اس پر یہ بھی قائم نہیں رہے"۔

بلفظہ (خطبات صفدر جلد سوم ص: ۲۱۳، ۲۱۴)

حضرات گرامی!!

آپ نے اوکاڑوی صاحب کی تقریر ملاحظہ فرمائی۔ اوکاڑوی صاحب تعصب اور عناد میں مست ہو کر ایسے گا رہے ہیں کہ خود بھی نہیں سمجھ سکے ہوں گے، کہ کیا بک رہے ہیں۔ اس مختصر اقتباس میں حضرت نے دو بڑے جھوٹ ارشاد فرمائے ہیں:

۱۔ حضرت شیخ القرآنؒ وفات سے دو ہفتے پہلے بلواری میں تقریر کے لیے آئے اور بلواری کے مدرسہ میں ان کی پٹائی ہوئی۔

۲۔ حضرت شیخ القرآنؒ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کے محفوظ ہونے کے قائل نہیں تھے۔ (معاذ اللہ)

﴿پہلے جھوٹ کی تحقیق﴾

اوکاڑوی صاحب کا کہنا ہے کہ شیخ القرآنؒ وفات سے دو ہفتے پہلے بلواری تقریر کے لیے تشریف لائے۔ جبکہ حضرت شیخ القرآنؒ اپریل ۱۹۸۰ء کے آخری ہفتے میں عمرہ کے لیے تشریف لے گئے، واپسی پر بحرین سے ہوتے ہوئے دوبئی پہنچے اور ۲۶ مئی ۱۱ رجب المرجب کی عشاء کے بعد مسجد دھرہ میں خطاب فرمانا تھا، عشاء کے بعد

جلسہ میں تلاوت ہو رہی تھی، سٹیج پر تشریف فرما تھے کہ دل کا دورہ پڑنے سے ہسپتال پہنچائے گئے اور ۲۷ مئی کو سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

(شیخ القرآن نمبر ماہنامہ تعلیم القرآن رجب، شعبان ۱۴۰۱ھ مئی جون ۱۹۸۱ء)

اب آپ اندازہ فرمائیں کہ حضرت شیخ ایک مہینہ پہلے حرمین شریفین میں ہیں، جبکہ اوکاڑوی صاحب وفات سے دو ہفتے پہلے بلواری میں پٹائی پر بغلیں بجا رہے ہیں اور پگڑی، جوتا اور کھونڈی وصول کرنے کے چکر میں ہیں۔

﴿دوسرے جھوٹ کی تحقیق﴾

اوکاڑوی صاحب اور چکڑالوی صاحب نے جو جھوٹ بول کر حضرت شیخ القرآنؒ پر بہتان لگایا ہے کہ "حضرت شیخ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کو محفوظ ہی نہیں سمجھتے۔" (معاذ اللہ) تو اس پر ہم صرف ایک ہی تحفہ پیش کر سکتے ہیں کہ......

لَعْنَتُ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

اوکاڑوی صاحب اور چکڑالوی صاحب نے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ پر اپنی سبائی ذہنیت کے مطابق بہتان عظیم لگایا ہے کہ حضرت شیخ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کو محفوظ ہی نہیں سمجھتے۔ (معاذ اللہ) حالانکہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "انبیاء کی ارواح کا مستقر اعلیٰ علیین ہے نہ کہ ان کے ابدان، کیونکہ ان کے ابدان مبارکہ تو قبور ارضی میں مدفون ہوتے ہیں لیکن دیگر اموات کے برعکس ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت اور شرف عطا فرمایا ہے کہ ان کے ابدان قبروں میں بالکل اسی طرح صحیح سالم رہیں گے، جس طرح رکھے گئے تھے اور مٹی ان کو نہیں کھائے گی، ان کے ابدان کو محفوظ رکھنے کی اللہ کی طرف سے ضمانت ہے۔

(تفسیر جواہر القرآن جلد اول ص: ۱۹۳)

حضرات گرامی! اندازہ فرمائیں کہ محقق ٹمن کے بزرگ کس طرح آنکھیں بند کر کے جھوٹ بولتے ہیں اور ذرہ بھی ان کو خوف خدا محسوس نہیں ہوتا۔ محقق

ثمن سے لے کر ماسٹر اوکاڑوی تک سب ایک دوسرے سے بڑھ کر کذاب واقع ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ القرآنؒ کی مندرجہ بالا عبارت پڑھیں اور محقق ثمن اینڈ کمپنی کی حیاسوزی، بہتان تراشی اور دجل وفریب کا اندازہ فرمائیں۔

یہ ہے محقق ثمن کے بزرگوں کی حضرت شیخ القرآنؒ کے ساتھ عقیدت۔ اور یقین کیجیے کہ ان لوگوں کی ایسی ہی عقیدت تمام صلحاء امت کے ساتھ ہے۔

{محقق ثمن صاحب کا دجل اور منافقانہ رویہ}

محقق ثمن صاحب بھی اپنے بڑوں کی تقلید میں حضرت شیخ القرآنؒ پر تبرا بازی فرماتے رہتے ہیں لیکن موصوف چونکہ بزدل ہیں، اس لیے تقیہ سے کام چلاتے ہیں۔ چنانچہ مقدمہ تقریر دلپذیر میں "شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے دستخط" کے عنوان سے مصالحت کی عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس فیصلہ کا ذکر سوانح حیات مولانا غلام اللہ خان صاحب مصنفہ مولانا عبد المعبود صاحب جو کہ کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی سے شائع ہوئی ہے اس کے ص: ۳۵۷ پر موجود ہے۔

﴿تبصرہ﴾

محقق ثمن صاحب سے عرض ہے کہ آپ کے بزرگوں کے نزدیک حضرت شیخ القرآنؒ صاحب حیات مزعومہ کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں یا کم از کم بدعتی (معاذ اللہ) جیسا کہ اوپر ہم نے اوکاڑوی اور چکڑالوی کی عبارتیں ذکر کر دی ہیں اور آپ نے حضرت شیخ القرآنؒ کو مرحوم لکھا ہے، سوال یہ ہے کہ آپ اپنے بزرگوں کی نظر میں کتنے درجے کے کافر یا بدعتی بنے ہیں۔ **بینوا و توجروا**

محقق ثمن صاحب! مسجد میں منبر رسول ﷺ پر باوضو حالت میں بیٹھ کر قرآن سامنے رکھ کر لوگوں کے سامنے علی الاعلان یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ شیخ القرآنؒ عادۃً سماع عند القبر کے قائل تھے، جب کہ اوکاڑوی اور چکڑالوی دونوں بزرگ کہتے

ہیں کہ شیخ القرآن آپ ﷺ کے سماع عند القبر اور تعلق روح بجسد عنصری کے ہرگز قائل نہیں تھے اور اوکاڑوی صاحب وغیرہ نے بھی منبر رسول ﷺ پر یہ بات فرمائی ہے۔

اب محقق ثمن اینڈ کمپنی سے سوال ہے کہ یا تو محقق ثمن کو سچا سمجھیں اور چکڑالوی و ماسٹر اوکاڑوی کو کذاب، دھوکہ باز اور مفتری ٹھہرائیں ...... یا پھر ان دونوں بزرگوں کو سچا مانیں اور محقق ثمن صاحب کو کذاب اعظم اور دھوکہ باز قرار دیں، کیونکہ مسجد میں باوضو ہو کر قرآن سامنے رکھ کر اتنا بڑا جھوٹ بولنا کوئی معمولی بات نہیں۔

حضرات گرامی!! محقق ثمن صاحب جس مصالحت کا حوالہ دیتے ہیں، اس مصالحت کے بارے میں بھی محقق ثمن اینڈ کمپنی کا منافقانہ رویہ ہے اور اسرائیلی ذہن کے مطابق کچھ حصہ کا نام لیتے ہیں اور کچھ کا ذکر ہی جائز نہیں سمجھتے۔ مثلاً اسی مصالحت میں موجود ہے کہ پیر طریقت سید عنایت اللہ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سماع عند القبر اور تعلق کے انکار کے باوجود اہل السنت والجماعت سے ہیں اور ممدوح حامی سنت اور ناصر دیوبندیت ہیں۔

چنانچہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

"جب کہ ان (حضرت سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاریؒ) کا یہ اختلاف بحث سے ہے ان پر زبان طعن وملامت کھولنا یا تشنیع کرنا کسی طرح قرینہ انصاف و صواب نہیں۔ بالخصوص جب کہ وہ دوسرے مسائل میں بحیثیت مجموعی اہل السنت و الجماعت کے حامی اور خادم بھی ہیں"۔ (بحوالہ عبارت مصالحت ۱۹۶۲ء)

نیز قاری محمد طیب صاحب اس مسئلہ یعنی سماع عند قبر النبی ﷺ اور تعلق روح بالجسد العنصری کو فروعی اور غیر ضروری قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جبکہ یہ مسئلہ کوئی اساسی مسئلہ نہیں ہے کہ اسے ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے اسٹیج پر لایا جائے ...... مسئلہ کوئی اساسی یا بنیادی عقائد کا نہیں۔

(عبارت مصالحت مذکورہ)

کیوں جناب محقق ٹمن صاحب! ۱۹۶۲ء کی مصالحت میں تو قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند نے فرمایا ہے کہ پیر طریقت سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاریؒ پر زبان طعن کھولنا اور ملامت کرنا ہرگز جائز نہیں۔ جبکہ آپ حضرات کی روٹی بھی اس وقت تک ہضم نہیں ہوتی جب تک حضرت شاہ جیؒ پر تبراء نہ کرلیں اور آپ حضرات رافضیوں کی طرح حضرت شاہ جیؒ پر تبراء کرنا سب سے بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔

تو آپ حضرات کو قاری محمد طیب صاحبؒ کا حلالی فرزند کس طرح کہا جاسکتا ہے؟ یا تو ۱۹۶۲ء کی مصالحت کا نام لینا چھوڑ دو یا پھر حضرت سید شاہ جیؒ ممدوح پر تبراء بازی اور زبان درازی چھوڑ دو' تاکہ آپ کا روحانی نسب نہ بگڑ جائے۔ نیز حضرت قاری محمد طیب صاحب نے مصالحت ۱۹۶۲ میں یہ فیصلہ بھی فرمایا ہے کہ سماع عند قبر النبی ﷺ اور روح مبارک کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق بالکل فروعی مسئلہ ہے اور یہ مسئلہ سٹیج پر بیان کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور نبی پاک ﷺ کے سماع عند القبر اور روح مبارک کے بدن عنصری کے ساتھ تعلق کے منکرین کو اہلسنت والجماعت سے قرار دیا ہے۔

محقق ٹمن صاحب! اگر آپ لوگوں میں ذرا بھر صداقت اور شرم وحیا موجود ہے اور آپ کے ضمیر مردہ نہیں ہو چکے تو یا تو اکابرین کا نام لینا چھوڑ دو یا پھر قاری محمد طیب صاحبؒ کی مصالحت مندرجہ بالا کے تمام امور قبول کرنے کا اعلان کرو، اور بمع اپنی جماعت ان تمام باتوں پر دستخط فرمادو، اور ابن ابی کی منافقانہ چالوں سے بعض رہو۔ ہماری پیشین گوئی ہے کہ محقق ٹمن اینڈ کمپنی جہنم جانا قبول کرلے گی لیکن قاری محمد طیب صاحب کی مذکورہ بالا تمام باتوں کو ہرگز قبول نہیں کرے گی۔ تو ہم محقق ٹمن سے عرض کرتے ہیں:

؎ دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا ۔ یا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

مصالحت کے چند امور

1. مرشد الموحدین حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاریؒ جو صلوٰۃ و سلام کے سماع عند قبر النبی ﷺ اور تعلق روح بالجسد العنصری کا انکار فرماتے ہیں، اکابرین کے نزدیک ان کا یہ اختلاف حجت اور دلیل پر مبنی ہے۔
2. حضرت سید ممدوحؒ باوجود اس اختلاف کے اہل السنت والجماعت سے ہیں۔
3. قاری محمد طیب صاحبؒ وغیرہ کے نزدیک یہ مسئلہ کوئی اساسی اور ضروری مسئلہ نہیں۔

اب ہم قاری محمد طیب صاحبؒ اور خود حضرت شیخ القرآن صاحبؒ سے یہ بات پوچھ لیتے ہیں کہ ۱۹۶۲ء کا فیصلہ محض مصالحت تھی یا مسلک کی تبدیلی؟ قاری محمد طیب صاحب نے اس کی وضاحت فرمائی ہے:

مہتمم دار العلوم دیوبند قاری محمد طیب صاحبؒ
کا ۱۹۶۲ء کے فیصلے کے بارے میں وضاحتی بیان:

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں:

مصالحت کا تعلق عوام کو جدال ونزاع سے بچانے سے تھا، نفس مسئلہ کی خطاء و صواب کی تنقیح وتحقیق سے نہ تھا، مطلب یہ تھا کہ علماء اس میں اگر حجت ودلیل سے اختلاف رائے رکھتے ہیں تو رکھیں، اس کا تعلق ان کی نیت، ان کے فہم اور ان کے خدا سے ہے۔
(تعلیم القرآن ۱۹۶۲ء بعنوان "وضاحتی بیان")

محقق ٹمن صاحب!

قاری محمد طیب صاحب کی عبارت کو بار بار پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں اور الزام تراشی اور دھوکہ دہی سے پرہیز کریں۔

حضرت شیخ القرآنؒ کا ۱۹۶۲ء کے فیصلہ
کے بارے میں وضاحتی بیان

۱۔ جب محقق ممن صاحب کے ایک بزرگ سید نورالحسن شاہ صاحب نے محقق ممن کی طرح حضرت شیخ القرآنؒ پر الزام لگایا کہ حضرت شیخؒ سماع عند القبر کے قائل ہو گئے ہیں اور بطور دلیل کے ۱۹۶۲ء کا فیصلہ پیش کیا تو حضرت شیخ القرآنؒ صاحب نے یہ جواب عنایت فرمایا:

''اور اخیر میں حضرت مرشدی مولانا حسین علی صاحب مرحوم اور مولانا قاضی نور محمد مرحوم اور احقر (شیخ القرآنؒ) پر بہتان عظیم لگایا ہے اور حضرت علامہ قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کو غلط پیش کر کے دھوکہ دیا ہے حالانکہ حضرت مرشدی مولانا حسین علی صاحب مرحوم کا واضح دلائل کے ساتھ عقیدہ تھا کہ عند القبر نبی اکرم ﷺ کا کوئی سماع نہیں ہے، البتہ قائلین سماع کی تکفیر و تضلیل نہیں کرتے تھے۔

(تقریظ ''رد منکرات حیات الاموات'' از شیخ القرآنؒ)

حضرات گرامی!!

حضرت شیخ القرآن صاحبؒ نے کس قدر صراحت فرمادی ہے کہ ہمیں سماع عند القبر کا قائل بتانا، ہم پر بہتان اور دھوکہ دہی ہے۔ ہمارے پیر و مرشد کے عقیدہ عدم سماع عند القبر پر واضح دلائل موجود ہیں۔ گویا کہ حضرت شیخؒ نے خود وضاحت فرمادی ہے کہ ۱۹۶۲ء کا فیصلہ صرف مصالحت ہی تھی نہ کہ مسلک کی تبدیلی۔

اب محقق ممن اینڈ کمپنی کی مرضی ہے کہ ان وضاحتی بیانوں کے بعد بھی اپنے موقف پر قائم رہیں یا رجوع کر لیں۔ اب ہم آپ کے سامنے شیخ القرانؒ کا نظریہ حیات و سماع کے بارے میں تفصیلاً ذکر کرتے ہیں تا کہ حقیقت واضح ہو جائے۔

﴿نظریہ حضرت شیخ القرانؒ﴾

سماع موتیٰ کے بارے میں اجمالی تحقیق یہ ہے کہ بدن تو بالکل نہیں سنتے جیسا کہ اس آیت سے اور دوسری آیتوں سے عدم سماع ہی معلوم ہوتا ہے (کیونکہ) سماع اسماع کا مطاوع ہے، اسلئے اسماع کی نفی کو سماع کی نفی لازم ہے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ نفی اسماع متعدی کی ہے سماع کی نہیں۔ سننا روح کا کام ہے جیسا کہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے سورۃ فاطر کی آیت پر لکھا ہے (کہ) سننا روح کا کام ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ (تو) نہیں سنتا۔ باقی امام صاحب (اعظم امام ابوحنیفہؒ) اور امام شافعیؒ کا (باہم) نزاع اس میں (بات میں) ہے کہ آیا روحیں قبروں کے نزدیک رہتی ہیں، اور وہیں علیین اور سجین (کا مقام) ہے یا (روحیں) قبروں کے نزدیک نہیں رہتیں۔ اور علیین اور سجین جنت اور دوزخ کے مقام کا نام ہے (اور حق بات یہی ہے کہ علیین جنت میں ایک مقام کا نام ہے اور سجین دوزخ میں ایک مقام کا نام ہے) اور روحیں وہاں ہی ہوتی ہیں قبر کے نزدیک ہرگز نہیں ہوتیں اسلئے ان کو زائرین کا حال شرک وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔

جیسا کہ حضرت عزیرؑ اور اصحاب کہف کے واقعات اس پر صاف دلالت کرتے ہیں اور حدیث معراج میں آدمؑ کا یمین و شمال روحوں کو دیکھنا اور خوش و غمناک ہونا اس پر دال (اس بات پر دلالت کرتا) ہے باقی جو حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ بدر میں نبی کریم ﷺ نے مردہ کفار کے بارے میں فرمایا {ما انتم باسمع منهم۔ انهم ليسمعون۔۔ الخ}

تو اولاً جواب یہ ہے کہ) حضرت عائشہ صدیقہؓ اسی آیت کی وجہ سے اس کا انکار کرتی ہیں (اس آیت قرآنیہ کی وجہ سے اس قول کا انکار فرمایا ہے کہ یہ بات حضورؐ نے نہیں فرمائی) اور فرماتی ہیں کہ اصل میں {انهم ليعلمون۔۔ الخ} تھا اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے بیان کرنے میں غلطی (خطا واقع) ہوئی ہے (لعلها ما

انکرت علیہ لفظۃ السماع بل تریں رضی اللہ عنہا ان تقول ان النبی ﷺ ارادبالسماع العلم... واللہ تعالٰی اعلم. س. ب)

ثانیاً...... (جواب یہ ہے کہ) یہ معجزہ تھا جو پیغمبر (خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کے قبضہ قدرت میں نہ تھا (بلکہ خدائے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا چنانچہ) اسی لئے بخاری میں آیا ہے قال قتادۃ احیاھم اللہ نقمۃ وحسرۃ.. عینی، عنایہ (وغیرہ) سب میں اس کو معجزہ ہی) لکھا ہے۔

پس حق یہ ہے کہ سماع موتی بالکل نہیں اور کوئی حدیث صحیح یا آیت سماع موتی پر دال نہیں بلکہ سماع موتی لوگوں کے لیے منجر الی الشرک ہے۔ صاحب فتح القدیر نے کتاب الایمان میں صاف (صراحۃً) لکھا ہے کہ مشائخ حنفیہ نے عدم سماع موتی پر نص کی ہے اور جو حدیث میں آیا ہے انہ لیسمع قرع نعالھم (تو اس کے جواب میں) صاحب فتح القدیر نے کتاب الایمان میں لکھا ہے کہ یہ وضع المیت فی القبر کے ساتھ خاص ہے نہ کہ عام (ہر وقت)۔ ورنہ ان تمام آیات صریحہ کے خلاف قول کرنا پڑے گا (ان تمام آیات قرآنیہ صریحہ کے خلاف قول کرنا پڑتا ہے) اور بہتر جواب یہ ہے کہ منکر نکیر کی سرعت آمد بیان کی گئی ہے یعنی دفن کرنے والے ابھی قبر سے فاصلے پر ہوتے ہیں (اتنی مقدار کی دوری میں ہوتے ہیں) کہ وہاں سے ان کے جوتوں کی آواز سنی جا سکتی ہے (کہ یعنی اتنے مقدار کی دوری سے اتنی جلدی میں) منکر نکیر آجاتے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ مردہ ان کی جوتوں کی آواز سنتا ہے جیسا کہ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا ہے یہی جواب الکوکب الدری میں ہے۔

اور احادیث میں منکر نکیر کے سوال کے کے متعلق آیا ہے حق یہ ہے کہ یہ سوال عالم برزخ میں ہوتا ہے اور قبر ''عالم برزخ'' ہی سے کنایہ ہے اور اس سے یہ معروف گڑھا مراد نہیں (اس گڑھے کا نام نہیں ہے) ورنہ بہت سی احادیث صحیحہ کا کوئی معنی ہی نہیں بن سکے گا مثلاً مومن کی قبر کا ستر (۷۰) گز فراخ ہونا اور کافر کی قبر کا تنگ ہونا حالانکہ اس ظاہری قبر میں کوئی فراخی یا تنگی نہیں ہوتی نیز مجرموں کو قبروں میں ایسے

زہریلے سانپ کاٹتے ہیں کہ اگر ایک سانس دنیا میں نکالیں تو (دنیا میں) زمین پر کوئی سبزہ بھی پیدا نہ ہو سکے حالانکہ جہاں ہندو (سکھ وغیرہ) اپنے مردوں کو جلاتے ہیں وہاں قریب ہی اچھی اچھی فصلیں پیدا ہوتی ہیں (یعنی متصل نہایت اچھے فصل اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں) ان احادیثوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے اور وہ بھی عالم برزخ میں نہ اس متعارف قبر اور گڑھے میں (یعنی اس مٹی کے گڑھے میں جہاں مردہ لاش دفن کی جاتی ہے سوال و جواب نہیں ہوتا) یہ جو حدیث میں آیا ہے فتعاد روحہ الی جسدہ یا فی جسدہ (تو) یہ راوی کی خطا (غلطی) ہے فی جسدہ (کا لفظ) اکثر روایتوں میں (بالکل) نہیں ہے۔

مطلب یہ تھا روحوں کو برزخ میں ان کے اپنے اپنے مقام میں لوٹا دیا جاتا ہے اور پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ باقی رہا روح اور بدن کا تعلق تو یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں محض قیاسی بات ہے۔ یہی تحقیق جو لکھائی گئی ہے (حضرت الوالیؒ نے لکھوائی ہے) بعینہٖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے اور جو حدیثوں میں آتا ہے کہ ''اگر کوئی قبر پر مجھے سلام دے تو میں خود سنتا ہوں اور اگر دور سے سلام بھیجے تو فرشتے پہنچاتے ہیں'' (من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیاً ابلغتہ او اعلمتہ او بلغتہ وغیرھا از ناقل) یہ احادیث ضعیف ہیں ان کے رواۃ میں اکثر شیعہ ہیں اس لیے امام مسلمؒ اور بخاریؒ نے اپنی صحیحین میں یہ احادیث نہیں لائیں اور امام مسلمؒ نے خطبہ میں لکھا ہے کہ جن احادیث کو میں نہیں لایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رواۃ پختہ نہیں تھے اس کی اور عرض اعمال کی پوری تحقیق رسالہ درود شریف میں ہے ھٰذا ما عندی۔

(جواہر القرآن ایک جلد والا جس کو سامنے رکھ کر حضرت شیخ القرآنؒ دورہ تفسیر پڑھایا کرتے تھے، یہ سب مولانا حسین علیؒ صاحب کے لکھوائے ہوئے مختصر فوائد ہیں، از شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ)

الكرت عليه لفظة السماع بل ترين رضى الله عنها ان تقول ان النبى ﷺ اراد بالسماع العلم ... والله تعالىٰ اعلم. س. ب

ثانیاً...... (جواب یہ ہے کہ) یہ معجزہ تھا جو پیغمبر (خدا ﷺ) کے قبضہ قدرت میں نہ تھا (بلکہ خدا نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا چنانچہ) اسی لیے بخاری میں آیا ہے قال قتادة احياهم الله نقمة وحسرة .. عینی، عنایہ (وغیرہ) سب میں اس کو معجزہ ہی لکھا ہے۔

پس حق یہ ہے کہ سماع موتی بالکل نہیں اور کوئی حدیث صحیح یا آیت سماع موتی پر دال نہیں بلکہ سماع موتی لوگوں کے لیے منجر الی الشرک ہے۔ صاحب فتح القدیر نے کتاب الایمان میں صاف (صراحۃً) لکھا ہے کہ مشائخ حنفیہ نے عدم سماع موتی پر نص کی ہے اور جو حدیث میں آیا ہے انه ليسمع قرع نعالهم (تو اس کے جواب میں) صاحب فتح القدیر نے کتاب الایمان میں لکھا ہے کہ یہ وضع الميت فى القبر کے ساتھ خاص ہے نہ کہ عام (ہر وقت)۔ ورنہ ان تمام آیات صریحہ کے خلاف قول کرنا پڑے گا (ان تمام آیات قرآنیہ صریحہ کے خلاف قول کرنا پڑتا ہے) اور بہتر جواب یہ ہے کہ منکر نکیر کی سرعت آمد بیان کی گئی ہے یعنی دفن کرنے والے ابھی قبر سے فاصلے پر ہوتے ہیں (اتنی مقدار کی دوری میں ہوتے ہیں) کہ وہاں سے ان کے جوتوں کی آواز سنی جا سکتی ہے (کہ یعنی اتنے مقدار کی دوری سے اتنی جلدی میں) منکر نکیر آ جاتے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ مردہ ان کی جوتوں کی آواز سنتا ہے جیسا کہ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا ہے یہی جواب الکوکب الدری میں ہے۔

اور احادیث میں منکر نکیر کے سوال کے کے متعلق آیا ہے حق یہ ہے کہ یہ سوال عالم برزخ میں ہوتا ہے اور قبر "عالم برزخ" ہی سے کنایہ ہے اور اس سے یہ معروف گڑھا مراد نہیں (اس گڑھے کا نام نہیں ہے) ورنہ بہت سی احادیث صحیحہ کا کوئی معنی ہی نہیں بن سکے گا مثلاً مومن کی قبر کا ستر (۷۰) گز فراخ ہونا اور کافر کی قبر کا تنگ ہونا حالانکہ اس ظاہری قبر میں کوئی فراخی یا تنگی نہیں ہوتی نیز مجرموں کو قبروں میں ایسے

زہریلے سانپ کاٹتے ہیں کہ اگر ایک سانس دنیا میں نکالیں تو (دنیا میں) زمین پر کوئی سبزہ بھی پیدا نہ ہو سکے حالانکہ جہاں ہندو (سکھ وغیرہ) اپنے مردوں کو جلاتے ہیں وہاں قریب ہی اچھی اچھی فصلیں پیدا ہوتی ہیں (یعنی متصل نہایت اچھے فصل اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں) ان احادیثوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے اور وہ بھی عالم برزخ میں نہ اس متعارف قبر اور گڑھے میں (یعنی اس مٹی کے گڑھے میں جہاں مردہ لاش دفن کی جاتی ہے سوال و جواب نہیں ہوتا) یہ جو حدیث میں آیا ہے فتعاد روحه الى جسده یا فی جسده (تو) یہ راوی کی خطا (غلطی) ہے فی جسده (کا لفظ) اکثر روایتوں میں (بالکل) نہیں ہے۔

مطلب یہ تھا روحوں کو برزخ میں ان کے اپنے اپنے مقام میں لوٹا دیا جاتا ہے اور پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ باقی رہا روح اور بدن کا تعلق تو یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں محض قیاسی بات ہے۔ یہی تحقیق جو لکھائی گئی ہے (حضرت الواقیؒ نے لکھوائی ہے) بعینہٖ نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہے اور جو حدیثوں میں آتا ہے کہ "اگر کوئی قبر پر مجھے سلام دے تو میں خود سنتا ہوں اور اگر دور سے سلام بھیجے تو فرشتے پہنچاتے ہیں" (من صلى علىّ عند قبرى سمعته و من صلى علىّ نائياً ابلغته او اعلمته او بلغته وغيرها از ناقل) یہ احادیث ضعیفہ ہیں ان کے رواۃ میں اکثر شیعہ ہیں اس لیے امام مسلمؒ اور بخاریؒ نے اپنی صحیحین میں یہ احادیث نہیں لائیں اور امام مسلمؒ نے خطبہ میں لکھا ہے کہ جن احادیث کو میں نہیں لایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رواۃ پختہ نہیں تھے اس کی اور عرض اعمال کی پوری تحقیق رسالہ درود شریف میں ہے هٰذا ما عندی۔

(جواہر القرآن ایک جلد والا جس کو سامنے رکھ کر حضرت شیخ القرآنؒ دورہ تفسیر پڑھایا کرتے تھے، یہ سب مولانا حسین علیؒ صاحب کے لکھوائے ہوئے مختصر فوائد تھے، از شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ)

{حیات انبیاءؑ کے بارے میں خلاصہ کلام از شیخ القرآنؒ}

حضرت شیخ القرآنؒ حیات انبیاء کرامؑ پر مفصل بحث فرماتے ہوئے احادیث و اقوال اکابر ذکر کرنے کے بعد سب کا خلاصہ ذکر فرماتے ہیں، ہم صرف حضرت شیخؒ کا بیان کردہ مختصر ترین خلاصہ تحریر کریں گے، تفصیل کے لیے اصل کتاب کی طرف مراجعت فرمایئے۔

خلاصہ .... ان روایتوں اور عبارتوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔

اول .... یہ کہ شہداء اور دیگر اموات کی طرح انبیاءؑ کی ارواح بھی ان کے ابدان سے نکالی جاتی ہیں۔

دوم .... یہ کہ ان کی ارواح کو ان کے اصلی ابدان کے مماثل مشک و کافور کے مثالی اجسام دیے جاتے ہیں۔

سوم .... یہ کہ انبیاءؑ کی ارواح کا مستقر اعلیٰ علیین ہے نہ کہ ان کے ابدان کیونکہ ان کے ابدان مبارکہ تو قبور ارضی میں مدفون ہوتے ہیں۔ لیکن دیگر اموات کے برعکس ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت اور شرف عطا فرمایا ہے کہ ان کے ابدان قبروں میں بالکل اسی طرح صحیح سالم رہیں گے جس طرح رکھے گئے تھے اور مٹی ان کو نہیں کھائے گی ان کے ابدان کو محفوظ رکھنے کی اللہ کی طرف سے ضمانت ہے۔

(تفسیر جواہر القرآن جلد اول ص: ۱۹۳)

حضرت شیخ القرآنؒ {وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۝ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ} .... (یونس آیت: ۲۹) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یہاں بطور نتیجہ اور ثمرہ آخرت کا منظر پیش کیا گیا کہ دیکھو جن کو تم متصرف و کارساز اور سفارشی سمجھتے ہو قیامت کے دن وہ تمہارے کام تو کیا آئیں گے یا تمہاری

سفارش تو کیا کریں گے وہ تو سرے سے تمہاری عبادت اور پکار ہی کا انکار کر دیں گے اور میدان حشر میں علیٰ رؤس الاشہاد خدا کی قسم اٹھا کر اعلان کریں گے کہ وہ تمہاری عبادت اور پکار سے بالکل بے خبر تھے اور انہیں اس بات کا قطعاً کوئی علم نہیں کہ کون ان کی قبر پر آیا؟ کس نے اس کی قبروں پر سجدے کیے؟ کون ان کے نام کی نذریں نیتیں دیتا رہا؟ اور کون انہیں حاجت روائی کے لیے پکارتا رہا۔

اس سے سماع موتیٰ کی نفی مفہوم ہی کما لا یخفیٰ علیٰ من لہ ادنیٰ فہم و تدبر (جس طرح کہ نہیں مخفی اس شخص پر جس میں رتی بھر عقل موجود ہو) شرکاء سے یہاں فرشتے، پیغمبر، اور اولیاء اللہ مراد ہیں جن کے مجسمے بنا کر مشرکین ان کی عبادت کرتے ہیں یا جن مردان حق کی قبروں پہ جا کر ان کو پکارتے ہیں قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب طلبی ہوگی کہ کیا یہ لوگ دنیا میں تمہیں پکارتے تھے اور کیا تم نے انہیں اس بات کی تعلیم دی تھی یا ان مشرکانہ افعال کا ان کو حکم دیا تھا وہ صاف انکار کریں گے۔ ہمارے خدایا! ہم نے ان کو شرک کی تعلیم ہرگز نہیں دی، نہ اس پر راضی تھے بلکہ ہمیں تو ان کے مشرکانہ افعال کا علم بھی نہیں، یہ مضمون قرآن مجید میں اور کئی جگہوں میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ موجود ہے .... بلفظہ۔

(تفسیر جواہر القرآن جلد دوم ص: ۴۷۳)

{بحث الانبیآء احیاء فی قبورھم الخ}

محقق ممن صاحب نے مقدمہ کے ص: ۶۱ پر {الانبیآء احیآء فی قبورھم} کا حوالہ دیا ہے اور ساتھ مقام حیات سے کچھ بزرگوں کے نام ذکر کیے ہیں جنہوں نے بیہقی سے اس روایت کی تصحیح نقل کی ہے۔ الانبیآء احیآء فی قبورھم کی وضاحت ہم نے بیان کر دی ہے۔ محقق ممن صاحب نے جو بزرگوں کے نام نقل کیے ہیں یا تو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے یا خود دھوکہ کھایا ہے کیونکہ ان بزرگوں نے اپنی طرف سے تصحیح نہیں کی بلکہ امام بیہقی کی تصحیح نقل کی ہے۔

اور حضرت علامہ نیلوی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ ساری زندگی مولانا سرفراز

خان صفدر صاحب کو چیلنج کرتے رہے کہ امام بیہقی کی اصل کتاب سے اس حدیث کی صحیح دکھا دیں تو مولانا صفدر صاحب نہ دکھا سکے۔ اب اگر محقق ٹمن میں ہمت ہے تو امام بیہقی کی اصل کتاب سے اس حدیث کی صحیح دکھا دیں اور سند کا تواتر بھی ثابت فرما دیں تا کہ اس کے معنی پر غور کیا جا سکے، صرف متأخرین کے حوالہ جات نقل کرنے سے حدیث صحیح ثابت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب ایک بریلوی کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

الغرض! ہمارا یہ اعتراض کہ اس حدیث کی سند اور رواۃ کی توثیق معلوم نہیں بدستور باقی ہے' اس کا ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا جا سکا۔ ادھر ادھر کی باتیں کر کے اور غیر معصوم اقوال وعبارات اور غیر متعلق حوالے نقل کر کے ان کا جواب تصور کر لینا نفل تسلی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اس حدیث کی بحوالہ سند اور رواۃ کی کتب اسماء رجال سے توثیق مطلوب ہے۔ ودونہ خرط القتاد

(اتمام البرہان ص:۳۵۵)

{بحث من صلّیٰ علیٰ عند قبری سمعتہ}

محقق ٹمن صاحب نے مقدمہ کے ص: ۶۳ پر {من صلّٰی علیٰ عند قبری سمعتہ ومن صلیٰ علیٰ نائیاً أبلغتہ ...} روایت نقل کی ہے اور حسب عادت تلبیس کرتے ہوئے اصل کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔

{محقق ٹمن صاحب کی بدترین جہالت}

محقق ٹمن صاحب نے بدترین جہالت سے کام لیتے ہوئے ایسا شرمناک جھوٹ بولا ہے کہ جس کے انکشاف کے بعد اگر حضرت محقق ٹمن صاحب میں ذرا بھر بھی شرم وحیاء ہو تو آئندہ تصنیف وتالیف میں ٹانگ اڑانے سے عمر بھر کے لئے توبہ کر جائیں گے۔

انکشاف: محقق ٹمن صاحب نے اس روایت کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں

{من صلیٰ علیٰ عند قبری سمعتہ ومن صلیٰ علیٰ نائیاً ابلغتہ} یہ روایت نقل کرنے کے بعد محقق ٹمن صاحب نے جلاء الافہام از علامہ ابن قیم کے حوالہ سے اس روایت کی ابوالشیخ اصبہانی کی سند نقل کی ہے۔ حالانکہ جلاء الافہام میں {ومن صلیٰ علیٰ نائیاً ابلغتہ} کے الفاظ قطعاً موجود نہیں ہیں۔

محقق ٹمن صاحب! ہم نے تو بڑی کوشش کر کے جناب کے لئے لفظ محقق کا انتخاب کیا تھا، لیکن آپ کی تحقیق نے لفظ محقق کی جو مٹی پلید کی ہے، اب بچارا یہ لفظ سوائے بدنامی کے کسی کھاتے کا بھی نہیں رہا۔ اب بزم شیخ الہند والے جب جناب کی جہالت ملاحظہ فرمائیں گے تو نہ معلوم جناب کو کتنا انعام ملے گا۔

{محترم محقق ٹمن صاحب}

توجہ سے پڑھ لیں اور غور کر لیں کہ آپ نے جو الفاظ نقل کیے ہیں کسی کتاب سے نقل ماری ہے اور نقل کے لیے بھی عقل چاہئے' جس نعمت سے آپ بالکل محروم معلوم ہوتے ہیں۔ جناب کے تحریر کردہ الفاظ مشکوٰۃ شریف ص: ۸۷ پر موجود ہیں اور صاحب مشکوٰۃ نے یہ روایت امام بیہقی" کی کتاب سے نقل کی ہے۔ اور آپ نے جو سند بیان کی ہے' وہ جلاء الافہام کے حوالے سے بیان کی ہے۔ اگر ہمت ہے تو اپنی بیان کردہ سند کے ساتھ جلاء الافہام سے اپنے ذکر کردہ الفاظ روایت دکھا دیں' تا کہ اتنی بڑی ذلت سے بچ جائیں۔

حضرات گرامی!! پہلے آپ نے مناظر موصوف کی جہالت، تحریف، دھوکہ دہی اور دھاندلی ملاحظہ فرمائی اور اب محقق ٹمن صاحب کی ہیرا پھیری، چکر بازی اور جہالت ملاحظہ فرمائیں کہ روایت کے الفاظ تو نقل کیے مشکوٰۃ شریف سے بحوالہ شعب الایمان اور ساتھ سند جڑ دی ابوالشیخ کی۔ حالانکہ ابوالشیخ کی جو سند بیان کی جاتی ہے اس میں یہ الفاظ موجود نہیں بلکہ اس کے لفظ ہیں {من صلیٰ علیٰ من بعید اعلمتہ} اب جس بچارے کو ایسی روایت کی سند اور متن کا علم بھی نہیں۔ جس کا دن رات بڑے چھوٹے ملکر ورد کرتے رہتے ہیں، یہ ہیں مناظر اسلام، مناظر اہل السنت

سبحان اللہ (انف فی الماء واست فی السماء)

محقق ثمن صاحب! کاش اگر آپ تسکین الصدور کا ہی مطالعہ فرما لیتے تو اتنی بڑی ذلت و رسوائی سے بچ جاتے۔ آپ نے اس روایت کے جو الفاظ نقل کیے ہیں یہ جلاء الافہام میں نہیں ہیں، یہ الفاظ بیہقی کی شعب الایمان کے ہیں۔ جن کے متعلق مولانا سرفراز خان صاحب فرماتے ہیں:

نوٹ ضروری: اسی مضمون کی روایت حضرت ابوہریرہ سے امام بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے لیکن اس کی سند میں محمد بن مروان السدی الصغیر ہے جو ضعیف ہے لیس بشئی غیر ثقة کذاب ذاهب الحدیث متروك الحدیث اور وضاع ہے۔

(تسکین الصدور ص: ۳۳۴)

محترم محقق ثمن صاحب!! حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کا نورانی بیان جناب کے بیان کردہ روایت کے متن کی سند کے متعلق بار بار غور سے پڑھیں، اگر سمجھ نہ آئے تو ہمارے پاس تشریف لائیں، ہم آپ کو بتائیں گے کہ آپ محمد بن مروان سے بھی بڑے کذاب اور محرف ہیں، روایات کے متن اور اسناد میں قطع برید کرنے میں کلبی، سدی اور طوسی سے بھی آپ خطرناک واقع ہوئے ہیں۔

محقق ثمن صاحب توجہ:

آپ نے جلاء الافہام سے جو اس روایت کی سند نقل کی ہے اس میں آپ نے دو خیانتیں فرمائی ہیں۔

۱۔ جلاء الافہام میں ابوالشیخ کی سند کا جو ماخذ ذکر کیا گیا ہے آپ نے اس کا تذکرہ جائز نہیں سمجھا، اس لئے ذکر نہیں فرمایا۔ اور آپ کے اکثر علماء یہ دھوکہ دیا کرتے ہیں جس کی کئی وجوہات ہیں۔ جن میں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کے علماء سے اب تک یہ متعین نہیں ہو سکا کہ اس روایت کا اصل ماخذ ہے کیا۔

آپ کے علماء اس مسئلہ میں اب تک متذبذب اور سرگرداں ہیں اور اب تک

کسی بچارے کو اس روایت کے اصل ماخذ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے بچارے اصل ماخذ بتانے سے ہچکچاتے ہیں۔ اگر آپ میں ہمت ہے تو ابوالشیخ کی اصل کتاب جس میں یہ روایت درج ہو ہمیں دکھا دیں ہم آپ کو اس کتاب کی قیمت انعام دے دیں گے۔ آپ کی معلومات میں اضافہ کے لئے ہم یہ بتا دیتے ہیں کہ علامہ ابن قیمؒ نے اس روایت کا ماخذ کتاب "الصلوٰة علی النبی ﷺ" ذکر فرمایا ہے، جو دنیا کے کسی کتب خانے میں موجود نہیں، اگر ہو تو پیش فرما کر کتاب کی پوری قیمت انعام وصول فرمائیں۔ جبکہ آپ کے بعض بزرگوں نے اس روایت کا ماخذ "کتاب الثواب" ذکر فرمایا ہے، لیکن کتاب الثواب بھی کہیں دستیاب نہیں۔

۲۔ دوسری خیانت آپ نے جلاء الافہام سے جو سند ذکر کی ہے اس سند میں ایک راوی الحسین بن الصباح ہے۔ اگر آپ کے پاس جلاء الافہام موجود ہو تو ص: ۱۹ پر زیارت فرمالیں۔ آپ کے بزرگوں نے بھی تحفہ ہدایت ص: ۵ میں اس راوی کا نام الحسین بن الصباح تسلیم فرمایا ہے۔ جبکہ آپ کو غالباً ابھی تک جلاء الافہام کی زیارت ہی نصیب نہیں ہوئی۔ اور آپ نے سند نقل کرنے میں بھی کسی کتاب سے نقل مارنے کا ارتکاب فرمایا ہے، اس لئے الحسین بن الصباح کو الحسن بن الصباح بنا ڈالا ہے۔

﴿چیلنج﴾

ہم آپ کی پوری جماعت کو کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ اس راوی الحسین بن الصباح کی ثقاہت کتب اسماء الرجال سے ثابت فرمائیں تاکہ آپ کی ذلت پر پردہ پڑ جائے۔

محقق ثمن صاحب! آپ نے خود علامہ ابن قیمؒ کی کتاب جلاء الافہام سے یہ سند نقل کرنے کے بعد علامہ ابن قیمؒ کے الفاظ "غریب جداً" نقل تو کر دیے ہیں، لیکن جناب کو معلوم نہیں کہ "غریب جداً" کا کیا مطلب ہے؟ اگر آپ کسی صاحب علم سے اس کا مطلب پوچھ لیتے تو اس روایت سے اپنے ایسے اہم عقیدہ پر

قطعاً استدلال فرمانے کی حماقت نہ فرماتے۔ اب بھی اگر آپ کی جماعت میں کوئی رجل رشید ہو تو اس سے دریافت فرمالیں اور یہ بھی پوچھ لیں کہ "غریب جداً" حدیث سے عقیدہ ثابت کرنے والا دیوبندی ہوتا ہے، یا تقیہ باز رضاخانی؟

اب ضرورت تو نہیں کہ اس روایت پر زیادہ بحث کی جائے، کیونکہ یہ روایت محقق ٹمن صاحب کو قطعاً مفید نہیں ہے۔ لیکن ہمارا واسطہ ایسی قوم سے ہے کہ جس کا گزارہ محض پراپیگنڈہ بم پر ہی ہے۔ اس لیے مختصراً چند امور ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ ہماری سند لاجواب کا جواب ہی نہیں ہے۔

چیلنج

۱۔ حضرت نیلوی شاہ صاحب ؒ نے چیلنج کیا تھا کہ اس روایت کو اگر فریق مخالف طبقہ اولیٰ یا طبقہ ثانیہ کی کتب سے دکھادے تو ہم منہ مانگا انعام دیں گے۔ حضرت شاہ صاحب ؒ کے اس چیلنج کو محقق ٹمن اینڈ کمپنی کے بزرگ تاحیات قبول کر کے انعام وصول نہ کر سکے۔ اب ہم محقق ٹمن اینڈ کمپنی کو وہی چیلنج کرتے ہیں کہ اس روایت کو کتب حدیث کے طبقہ اولیٰ وطبقہ ثانیہ کی کسی ایک کتاب میں یہ حدیث {من صلیٰ علی عند قبری۔ الخ} دکھادیں اور منہ مانگا انعام وصول کریں۔ { اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ }

۲۔ اس روایت کا اصل راوی محمد بن مروان کذاب رافضی ہی ہے اور وہ اس روایت میں متفرد ہے۔

۳۔ محقق ٹمن صاحب نے جو ابوالشیخ کی سند بیان کی ہے اس میں محمد بن مروان کی جگہ ابومعاویہ راوی کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن محدثین نے صراحت فرمائی ہے کہ اس روایت میں محمد بن مروان متفرد ہے، محمد بن مروان کے علاوہ اور کسی نے یہ حدیث بیان نہیں کی۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالہادی ؒ فرماتے ہیں:

وقد روی بعضهم هذا الحديث من رواية ابي معاوية عن

الاعمش وهو خطاء فاحش وانما هو محمد ابن مروان تفرد به وهو متروك الحديث۔ (الصارم المنکی ص:۹۰)

یعنی بعض نے یہی حدیث ابومعاویہ عن الاعمش سے بیان کی ہے، مگر یہ اس کی فحش غلطی ہے۔ دراصل یہ روایت محمد بن مروان کے طریق سے مروی ہے، جو اس حدیث کے بیان کرنے میں اکیلا ہے اس کے سوا کسی ایک نے بھی یہ روایت بیان نہیں کی۔ نہ ابومعاویہ نے، نہ کسی اور نے۔ اور محمد بن مروان کی اپنی پوزیشن یہ ہے کہ وہ متروک الحدیث (کٹر رافضی، کذاب، دجال، وضاع اور ذاہب الحدیث) ہے۔

علامہ ابن عبدالہادی ؒ تو اس حدیث کو صریح طور پر موضوع اور من گھڑت بتاتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگوں نے من گھڑت بیان کی ہے۔ نہ اس حدیث کو ابوھریرہ ؓ نے بیان کیا، نہ ان کے شاگرد ابوصالح نے اور نہ ابوصالح کے شاگرد اعمش نے۔ محمد بن مروان نے جھوٹ موٹ اعمش کے طریق سے یہ روایت کر دی {قلت هذا الحديث موضوع على رسول الله ﷺ ولم يحدث به ابوهريرة ؓ ولا ابوصالح ؒ ولا الاعمش ؒ}

(الصارم المنکی ص:۹۰)

۴۔ امام عقیلی ؒ کہتے ہیں: لا اصل لهذا الحديث۔۔ یعنی اس حدیث کی کوئی اصل نہیں (کوئی مڈھ پاند نہیں)۔ (اللآلی المصنوعہ جلد اول ص:۱۳۶)

۵۔ اب ہم آپ کو اجمالاً چند محدثین کی فہرست دے دیتے ہیں، جنہوں نے اس روایت میں محمد بن مروان کو متفرد کہا ہے۔

۱۔ علامہ ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں:

تفرد به محمد ابن مروان السدی الصغير۔

(تفسیر ابن کثیر ص:۱۵۱ جلد:۳)

۲۔ علامہ عبدالعزیز پرہاروی فرماتے ہیں:

تفرد به محمد ابن مروان السدی الصغير وهو متروك۔

(کوثر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلمی نسخہ کندیاں میں موجود ہے۔ بحوالہ ندائے حق)

۳۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

لا یعرف الا من محمد ابن مروان السدی الصغیر عن الاعمش وهو عند اهل المعرفة بالحديث موضوع عن الاعمش۔

(الرد علی الاخنائی ص:۲۱۰)

یعنی محمد بن مروان کے سوا کوئی اس کا راوی نہیں۔ محدثین کے نزدیک اعمش کے نام سے یہ حدیث گھڑی گئی ہے۔ اسی طرح قاعدہ جلیلہ ص:۴۷ میں فرمایا۔

۴۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (موضوعات ص:۳۰۳ جلد اول)

۵۔ علامہ محمد طاہر فتنی (تذکرۃ الموضوعات ص:۹۰)

۶۔ امام سخاوی (القول البدیع ص:۱۵۴)

۷۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہ روایت "غریب جداً" ہے (غریب وہ ہے جس کا راوی ایک ہی ہو اور وہ یہی محمد بن مروان ہے)۔ (جلاء الافہام ص:۲۲)

۸۔ علامہ ذہبی (میزان الاعتدال ص:۲۱۳ جلد:۳)

۹۔ علامہ ابن دحیہ (اسنی المطالب ص:۲۱۱)

عبارت: اعله البيهقي بابن مروان قال العقيلي لا اصل له وقال ابن دحيه موضوع تفرد به محمد بن مروان السدي وكان كذابا و اورده ابن الجوزي في الموضوعات وفي الميزان محمد بن مروان السدي ترك واتهم بالكذب واورد له هذا الخبر...

۱۰۔ حضرت مولانا حسین علی (تفسیر بے نظیر ص:۵۵)

"تلك عشرة كاملة"

ہم نے صرف دس اکابر محدثین کا اختصاراً ذکر کر دیا ہے، ورنہ کثیر تعداد محدثین نے وثوق کے ساتھ یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ اس روایت کا راوی محمد بن مروان متفرد ہے۔ ابو معاویہ یا کوئی دوسرا اس روایت کو ہرگز روایت نہیں کرتا۔ اب اگر ان تمام محدثین کی

تغلیط کر کے محقق ممن اینڈ کمپنی کی پیش کردہ سند تسلیم کر لی جائے، تو تمام محدثین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ لہٰذا اس روایت کا اصل راوی محمد بن مروان ہی ہے جو پرلے درجے کا کذاب، دجال اور رافضی ہے۔ جس کا محقق ممن اینڈ کمپنی کے بزرگوں کو بھی اعتراف ہے۔

{سابق مناظر مولانا عبدالستار تونسوی صاحب کا اعلان حق}

علامہ عبدالستار تونسوی جب کسی زمانہ میں شیعہ کے خلاف ہوتے تھے اور اسماعیل شیعہ کے ساتھ مناظرہ کیا تھا، تو فرمایا: ثعلبی کی بعض روایات کا سلسلہ محمد بن مروان السدی الصغیر پر ختم ہوتا ہے، جس کو سلسلہ کذب اور وضع کی ایک کڑی بتایا جاتا ہے اور جو کٹر رافضی تھا۔

(مناظرہ باگڑ سرگانہ ص:۱۴۳،۱۴۴)

۴۔ ابوالشیخ کی کتابیں طبقہ رابعہ میں داخل ہیں، جن کی مفصل بحث پہلے گذر چکی ہے کہ محدثین کے نزدیک طبقہ رابعہ کی روایات قابل اعتماد نہیں ہیں۔ جن سے عقیدہ تو درکنار عمل بھی ثابت کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآں ہاں تمسک کردہ شود۔ (عجالہ نافعہ ص:۷)

اکابرین علماء دیوبند کا طبقہ رابعہ اور تصانیف ابوالشیخ کے بارے میں مصدقہ فیصلہ

تمام علماء دیوبند۔۔۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ، علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ، علامہ حبیب الرحمٰن صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند وغیرہم کی مصدقہ عقائد کی کتاب "عقائد اسلام علامہ حقانی" میں کتب طبقہ چہارم، جن میں تصانیف ابوالشیخ کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی کچھ وضاحت حسب ذیل ہے عقائد اسلام میں ہے:

طبقہ چہارم میں وہ کتابیں ہیں کہ جن کی احادیث کا قرون سابقہ میں کچھ نام و نشان نہ تھا، پھر متاخرین نے ان کو روایت کیا۔ ان احادیث کا حال دو طور پر ہے یا یہ کہ متقدمین نے ان کی کچھ اصل نہ پائی، اسے اصل جان کے چھوڑ دیا۔ یا کچھ اصل پائی، لیکن کسی جرح و قدح کے سبب ضعیف جان کر ترک کیا۔ بہرحال یہ احادیث اس قابل نہیں کہ ان سے کوئی عقیدہ یا کوئی حکم شرعی ثابت کیا جاوے اور ان کو تمسک قرار دیا جاوے۔ بعض محدثین کو اس باب میں بڑا دھوکا ہو گیا کہ ان کتابوں کی احادیث کو بسبب کثرت طرق روایت کے متواتر جان کر ان سے جمہور کے مخالف مذہب قرار دے دیا اور اس کو قطعی اور یقینی مان لیا اور اس طبقہ کی بہت سی کتابیں ہیں لیکن بعض کا نام لکھتا ہوں۔

(۱) کتاب الضعفاء لابن حبان (۲) تصانیف الحاکم (۳) کتاب الضعفاء للعقیلی (۴) کتاب الکامل لابن عدی.............. (۱۳) تصانیف ابو الشیخ

(عقائد اسلام مصدقہ علماء دیوبند ص:۱۰۴)

حضرات گرامی!! اکابرین علماء دیوبند کا نظریہ، ابو الشیخ کی تمام تصانیف کے بارے میں آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ جو لوگ تصنیف ابو الشیخ کتاب الصلوٰۃ یا کتاب الثواب (جو کہ مجہول ہیں) سے روایت مذکورہ پر اپنے عقائد کی بنیاد رکھتے ہیں اور قرآن پاک کے عموم کو خاص کرنے پر کمر کسے ہوئے ہیں، وہ کیسے دیوبندی ہو سکتے ہیں.......؟

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے اپنی کتابوں "آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سرور، راہ ہدایت، راہ سنت، ازالۃ الریب وغیرہ" میں اس قانون کی خوب تشریح فرمائی ہے، اور بریلویوں کو بتایا ہے کہ خبردار! طبقہ رابعہ ثالثہ کی روایات ہرگز پیش نہیں کرنی، کیونکہ محدثین کا ان کے خلاف اجماع منعقد ہو چکا ہے۔"

یا اللہ! محض اپنی رحمت سے محقق ٹمن اینڈ کمپنی کو بھی یہ قانون سمجھنے کی توفیق نصیب فرما، تاکہ امت مرحومہ ان کے شرور سے محفوظ ہو جائے۔ (آمین)

صاحب المہند علامہ خلیل احمد سہارنپوری نے بھی مولوی نعیم الدین مراد آبادی بریلوی کی خوب گت بنائی ہے اور فرمایا:

طبقہ رابعہ کی روایتیں عمل میں بھی قابل اعتبار نہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ طبقہ رابعہ کی حدیث پر اعتقادیات اور عملیات میں دونوں پر عمل کرنا درست نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں براھین قاطعہ ص:۸۶

۵۔ اس روایت کا پہلا راوی ابو الشیخ خود ضعیف ہے۔ چنانچہ ابو الشیخ کو الحافظ العلامہ القاضی ابو احمد محمد بن احمد بن ابراہیم بن سلیمان الاصبہانی العسال جیسے مشہور و معروف محدث نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح دیکھیں السہم المصیب ص:۱۲۰

صاحب اسنی المطالب نے بھی ابو الشیخ کو ضعیف قرار دیا ہے (اسنی المطالب ص:۱۱ مطبع مصر تانیب الخطیب ص:۱۰۲،۱۹۸ للکوثری ص:۲۰۶)

۶۔ اہم انکشاف:

اس روایت کا پہلا راوی ابو الشیخ، وہ ہستی ہیں جنہوں نے امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کو بدنام کرنے کے لیے کئی روایتیں بیان کی ہیں۔ حتیٰ کہ ابو الشیخ نے امام ابو حنیفہؒ کو ضال اور مضل (خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا) بتایا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھیں (تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص:۳۹۶،۴۳۸،۴۳۶) اور تاریخ بغداد کے محشی نے بیان فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف روایتیں بیان کرنے والا ابو الشیخ الاصبہانی خود ضعیف ہے۔ دیکھیں (تاریخ بغداد جلد ۳ صفحہ ۳۹۶)

{محقق ٹمن صاحب اینڈ کمپنی سے ایک دردمندانہ اپیل}

ہم محقق ٹمن اینڈ کمپنی سے انتہائی مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ حضرات کے ایمان کی بنیاد جس روایت پر ہے اس کا پہلا راوی ابو الشیخ ہے۔ جس کا حال آپ نے پڑھ لیا کہ ابو الشیخ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ضال، مضل ہونے کا بہتان لگایا ہے۔ اب

آپ حضرات کے لیے دو ہی صورتیں ہیں، یا تو جن حضرات محدثین ابوالشیخ کو ضعیف قرار دیا ہے ان پر اعتماد کرتے ہوئے ابوالشیخ کو ضعیف قرار دے کر اپنے ایمان پر نظر ثانی فرمائیں یا پھر ابوالشیخ پر اعتماد کر کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ضال، مضل (معاذ اللہ) سمجھتے ہوئے دعویٰ حنفیت سے دستبردار ہونے کا اعلان فرمائیں تاکہ آپ کی تقیہ بازی سے لوگ بیچارے گمراہ ہونے سے محفوظ رہیں۔

۷۔ اس روایت کا دوسرا راوی عبدالرحمن بن احمد الاعرج ہے جو مجہول ہے اور مجہول راوی کی روایت محدثین کے نزدیک قطعاً حجت نہیں ہوتی۔ تفصیل کے لیے دیکھیں (التقریب للنووی ص:۱۳، اختصار العلوم ص:۸۱، کتاب الام للامام الشافعی ص:۱۳ جلد:۳، العلل المتناھیہ ص:۲۶۶ جلد:۲، کتاب القرآۃ ص:۱۲۹، تخلیص جلد:۳ ص:۶۶)

محقق ٹمن اینڈ کمپنی کے بزرگوں کے نزدیک بھی مجہول الحال راوی نہ ثقہ اور عادل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی حدیث قبول ہوتی ہے۔

(احسن الکلام جلد:۲ ص:۹۳)

چیلنج

ہم محقق ٹمن اینڈ کمپنی کو کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ اگر آپ لوگوں میں ہمت ہے تو اس روایت کے دوسرے راوی عبدالرحمن بن احمد الاعرج کی توثیق کتب اسماء الرجال سے ثابت فرمائیں، ورنہ جھوٹ بول کر دھوکہ دہی سے پرہیز کریں۔

۸۔ ابومعاویہ راوی اعمش سے روایت کرنے میں خطا کر جاتا تھا اور یہاں پر بھی اعمش ہی سے روایت کر رہا ہے۔

دیکھیں کتاب العلل ص:۱۹۴، تہذیب التہذیب ص:۳۸۸

۹۔ من صلّی علیّ عند قبری والی روایت میں عند القبر کی بات ہے۔ اگر بفرض اس روایت کو تسلیم ہی کر لیا جائے تو آپ کا عقیدہ پھر بھی ثابت نہیں ہوتا،

کیونکہ آپ حضرات تو روضہ مبارک سے کئی ہاتھ کے فاصلے پر حتی کہ مسجد نبوی کی حدود میں جتنا آہستہ سلام پڑھا جائے کے سماع کے قائل ہیں۔ اگر ہمت ہے تو اپنے عقیدے کے مطابق کوئی روایت بیان کریں، یہ عند القبر والی روایت تو آپ کے عند الروضۃ والے اور مسجد نبوی سے سماع کے عقیدہ کے خلاف ہے، اس لئے یہ روایت کس منہ سے بیان کرتے ہو......؟

۱۰۔ من صلیٰ علیّ عند قبری میں لفظ "من" عام ہے یا خاص؟ یعنی آپ کے نزدیک ہر ایک آدمی کا سلام سنتے ہیں یا بعض کا؟ اگر بعض کا سنتے ہیں تو نص سے متعین فرمائیں کہ کن لوگوں کا سلام سنتے ہیں؟ اور اگر ہر ایک کا سلام سن کے جواب دیتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر شیعہ، بریلوی، پرویزی، عثمانی، قادیانی وغیرہ سب جاتے ہیں، تو کیا خیال ہے کہ ان سب کو روضہ انور سے سلام کا جواب ملتا ہے؟ یا نہیں۔ اگر سب کو ملتا ہے تو کیا مذہب محقق ٹمن اینڈ کمپنی میں مشرکین و مرتدین کے سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر سب کو جواب نہیں ملتا تو کیوں؟ کیا (آپ کے نزدیک) آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیم بذات الصدور ہیں کہ حاضر ہونے والوں کے دلوں کے بھید اور عقائد کو بھی جانتے ہیں کہ یہ قادیانی یا بریلوی ہے، اور وہ محقق ٹمن اینڈ کمپنی سے ہے۔ دلائل کے ساتھ معقول جواب عنایت فرمائیں۔

۱۱۔ سماع سے مراد آپ کے نزدیک روحانی ہے یا جسمانی؟ اگر کوئی شخص روحانی سماع کا قائل ہو اور جسمانی کا انکار کرے، تو آپ لوگوں کے نزدیک ایسے شخص کا کیا حکم ہوگا؟ نیز سماع دواماً عادۃً (ہر وقت) ہے، یا احیاناً (خرق عادت) ہے۔ اور جو شخص احیاناً خرق عادت کا قائل ہو اس کا حکم بیان فرمائیں اور اگر دواماً عادۃً ہے تو اس کی دلیل اپنے علمی تھیلے سے نکال دکھائیں۔

{ایک اہم وضاحت}

حضرات گرامی! محقق ٹمن اینڈ کمپنی لوگوں کو دھوکہ دیتی ہے کہ ہم قبر مبارک

کے نزدیک سماع کے قائل ہیں اور دور سے سماع کے قائل نہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ کی قبر مبارک پر تو پہنچ ہی کوئی نہیں سکتا حتیٰ کہ علماء نے وضاحت کی ہے کہ آپ کی قبر مبارک تک داخل الحجرہ وصول ممکن ہی نہیں۔ بڑے بڑے اکابر ائمہ کرام باوجود حاضری کے آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت نہیں فرما سکے اور آج بھی جو زائرین حاضر ہوتے ہیں کوئی بھی عند القبر نہیں پہنچ سکتا، سب حضرات حجرہ مبارکہ سے باہر روضہ اقدس سے کئی ہاتھ کے فاصلے پر دور کھڑے ہوتے ہیں۔ تو مسئلہ اب یہ ہے کہ عند القبر کا تو قصہ ہی ختم ہے اور نہ ہی کوئی عند القبر پہنچ سکتا ہے اس لئے عند القبر، عند القبر کی رٹ لگانا اور ایسی روایات و عبارات پیش کرنا، جن میں عند القبر کا ذکر ہو، دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ عند القبر وصول ہی ناممکن ہے، کیونکہ آپ کی قبر مبارک حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں ہے۔

اور اس کا دروازہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد سے بالکل بند ہے اور اس حجرہ شریفہ کے اردگرد خود عمر بن عبد العزیزؒ نے دیوار بھی کھینچ دی تھی۔ اس کے بعد چھٹی صدی عیسوی میں نور الدین زنگی کے حکم سے کئی دھاتیں جمع کر کے اس دیوار کے اردگرد گول گنبد بنایا گیا، پھر گنبد کے گرد شبکہ (جالی) بنائی گئی ہے۔ اور زائرین جالی سے بھی دور کھڑے ہوتے ہیں اور آواز بلند کرنے کی بھی اجازت نہیں، تو عند القبر کی بحثیں کرنا عبث محض ہے۔ اب اصل اختلاف تو یہ ہے کہ جو حجاج و دیگر زائرین حضرات آپ ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں اور بغیر رفع صوت کے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں، آیا یہ صلوٰۃ وسلام حضرت نبی پاک ﷺ بدن عنصری کے کانوں مبارک سے بلاواسطہ سماعت فرماتے ہیں یا نہیں......؟

چیلنج

ہم محقق لمن اینڈ کمپنی کو کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ اگر ہمت ہے تو اپنے عقیدہ کے مطابق خارج الحجرۃ روضہ اقدس سے کئی ہاتھ کے فاصلے پر جہاں تک زائرین پہنچ سکتے

ہیں یا مسجد نبوی سے بغیر رفع صوت کے صلوٰۃ وسلام، استغاثہ و دعا پکار سننے پر صرف ایک حدیث صریح صحیح مرفوع اصول اہل السنت کے مطابق پیش فرمادیں اور منہ مانگا انعام وصول فرمائیں۔ اور اگر پیش نہ کرسکیں اور یقیناً نہیں کرسکیں گے تو کم از کم شرم و حیا کے تقاضا کے مطابق عند القبر کے لفظ سے لوگوں کو دھوکہ مت دو اور عند القبر کے بہانے لوگوں کو دور سے مافوق الاسباب سماع کا قائل بنا کر بقول مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ ''شرک فی السمع'' کا مرتکب نہ بنائیں۔

حضرت مفتی اعظم ہند محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی دیوبندیؒ، اللہ تعالیٰ کی صفت سمع کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سمع کے معنی سننا اور بصر کے معنی دیکھنا۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے، لیکن مخلوق کی طرح اس کے کان نہیں ہیں اور نہ مخلوق کی طرح اس کی آنکھیں ہیں (مافوق الاسباب) نہ اس کے کانوں اور آنکھوں کی کوئی شکل وصورت ہے، ہلکی سے ہلکی آواز سنتا ہے اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھتا ہے، اس کے سننے اور دیکھنے میں نزدیک، دور، اندھیرے اجالے کا کوئی فرق نہیں۔

نیز شرک فی السمع کی بحث میں فرماتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں سب شرک ہے۔

(تعلیم الاسلام)

اگر مفتی کفایت اللہ صاحب کے فتویٰ پر یقین نہ آئے تو ہم تمام اکابرین علماء دیوبند کا مصدقہ فتویٰ ذکر کردیتے ہیں کہ دور و نزدیک سماع کا قائل کھرا شرک ہے۔

چنانچہ عقائد اسلام علامہ حقانی میں ہے:

تیسری قسم شرک فی السمع ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح نزدیک و دور کی بات سنتا

ہے اور کسی اور کو بھی یوں ہی سمجھا مشرک ہو گیا۔

(عقائد اسلام حقانی ص: ۳۳۳)

{محقق ثمن اینڈ کمپنی سے ایک سوال}

محقق ثمن اینڈ سے عرض ہے کہ آپ کے نزدیک سماع عند القبر کا مسئلہ ضروریات دین میں سے ہے۔ سوال یہ ہے کہ سماع کی حدود کہاں تک ہیں......؟

۱۔ آیا حجرہ مبارکہ جہاں آپ ﷺ کی قبر مبارک ہے کی حدود تک ؟

۲۔ حجرہ مبارکہ سے باہر روضہ اقدس کی حدود تک ؟

۳۔ روضہ اقدس کے باہر زائرین کے ٹھہرنے کی حدود تک ؟

۴۔ روضہ اقدس سے دور مسجد نبوی جو عہد نبوی ﷺ میں تھی کی حدود تک ؟

۵۔ دور عثمانی ؓ کی مسجد کی حدود۔ جب مسجد کی توسیع کر کے حجرہ عائشہ صدیقہ ؓ کو مسجد میں شامل کیا گیا کی حدود تک ؟

۶۔ آئندہ توسیع شدہ حدود تک ؟

۷۔ شہر مدینہ کی حدود تک ؟

جو حد بھی مقرر فرمائیں ساتھ شرعی دلیل بھی ذکر فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت نصیب فرمائے۔

فائدہ: محقق ثمن صاحب نے روایت مذکورہ کے جید ہونے پر چند بزرگوں کے حوالے پیش کیے ہیں اور یہ سمجھ لیا ہے کہ شاید یہ روایت متواتر ہے۔ واہ بھی واہ...... اب سمجھ آئی کہ محقق ثمن صاحب اصول حدیث اور جرح و تعدیل کے بھی امام الکل بننے کی کوشش میں ہیں۔ محقق ثمن صاحب! آپ لفظ جید دیکھ کر سمجھے ہیں کہ یہ اردو کا لفظ جید ہے، حالانکہ اصطلاح محدثین میں جید کا لفظ کسی اور طرف اشارہ کر رہا ہے، اس لیے سب سے پہلے آپ کسی صاحب علم سے جید کا مطلب دریافت فرمالیں تاکہ آئندہ ایسی حماقت کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں۔ اب ضرورت تو نہیں ہے کیوں

کہ اس روایت کی حقیقت پر مدلل بحث ہو چکی ہے، لیکن محقق ثمن صاحب کہیں ناراض نہ ہو جائیں کہ میں نے اتنی محنت کی ہے اور اوراق سیاہ کیے ہیں، جس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا الٹا بوجھ بڑھ گیا ہے۔ اس لئے آخر میں ہم اپنے دوستوں کو ناراض نہیں کرتے اور ان تمام حوالہ جات کا جواب حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحبؒ کے قلم سے عرض کر دیتے ہیں:

مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب، محقق ثمن جیسے ایک بریلوی کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حیرت ہے کہ مولف مذکور حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا جان چھڑانے کے لیے بار بار نام لیتے ہیں۔ لیکن اس کی سند اور رجال اور ان کی کتب اسماء رجال سے توثیق نقل کرنے سے قطعاً قاصر اور سراسر عاجز ہیں۔ ان کا علمی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ اپنے علمی تھیلے اور پٹاری سے اس روایت کی سند نکالیں اور رواۃ کی توثیق کریں۔ ورنہ اس سے انہیں قطعاً کوئی فائدہ نہیں۔ اسی طرح ان کا بار بار علماء کی عبارات نقل کرنا کہ فلاں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا اور فلاں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا، تو یہ بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ مثلاً انہوں نے اگر دس بزرگوں کے نام لے کر ان کی عبارات اس مضمون پر نقل کی ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا، تو ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ بجائے دس کے دس ہزار بزرگوں کی عبارات بھی پیش کر دیں تو اس سے کچھ نہیں بنتا کیوں کہ مسند مرفوع اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں دس ہزار تو کیا دس لاکھ، بلکہ دس ارب و کھرب حضرات کی بات بھی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ کیونکہ علمی قاعدہ تو یہ ہے کل احد یوخذ عنه ویترك الا رسول الله ﷺ (ہر ایک کی بات کو قبول و رد کیا جا سکتا ہے مگر قول رسول ﷺ کہ اس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

(اتمام البرہان ص: ۳۸۹)

ہم بھی یہی بات عرض کرتے ہیں...... کہ قرآن کے مقابلہ میں اقوال رجال چھوڑے جا سکتے ہیں لیکن قرآن کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ جب قرآن سے عدم سماع ثابت

ہے تو ایسی روایات کے پیچھے لگ کر سماع عادی کا نظریہ کیسے اختیار کیا جا سکتا ہے، یہاں ہم صرف ایک آیت ذکر کرتے ہیں تاکہ مزید تسلی ہو جائے۔

{إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ}

(سورۃ النمل آیت:۸۰)

ہمارا استدلال دو باتوں پر مبنی ہے:

۱۔ اس آیت کا معنی ام المومنین طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بحضر صحابہؓ یہ فرمایا ہے کہ مردے نہیں سنتے" (بخاری شریف) اور کسی صحابی سے آیت کے اس مطلب کی تردید منقول نہیں۔

۲۔ اصول مذہب امام اعظمؒ کے مطابق "الموتی" جمع معرف باللام ہے، اور جمع معرف باللام عام قطعی ہے..... جس کی تخصیص خبر واحد یا قیاس مجتہد سے نہیں ہو سکتی۔

(اصول الشاشی، نور الانوار، حسامی وغیرہ)

فلہذا فہم عائشہ صدیقہؓ واصول مذہب امام ابو حنیفہؒ کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی میت نہیں سنتا۔

{حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کا اعتراف حق}

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے اس آیت إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ میں الموتی کے عموم میں حضرت نبی کریم ﷺ کو بھی تسلیم فرمایا ہے۔

(دیکھیں المسلک المنصور)

اگر کوئی آدمی ہمارے استدلال پر خامہ فرسائی فرمانے کی کوشش فرمائے تو دونوں باتوں کو مد نظر رکھنا ہوگا۔ اور اگر آیت مذکورہ کی کوئی تاویل اسماع یا سماع نافع وغیرہ کے چکر کی صورت میں کرنی ہو تو خیر القرون سے کوئی ماخذ پیش کرنے کا اہتمام فرمانا ہوگا۔ کیونکہ صحابی کے مقابلے میں بڑے سے بڑے مفسر کی بات مردود ہوتی ہے۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک)

اور اگر کوئی صاحب، سماع انبیاءؑ اور غیر انبیاءؑ کا فرق ثابت فرمانا چاہے، تو خیر

القرون کی پاک ہستیوں سے منہ پھیرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور بغیر قیل وقال کے اصول مذہب امام کے مطابق تخصیص کے لیے دلیل پیش کرنی ہوگی ورنہ ہر خامہ فرسائی لا یعبأ بہ کے درجہ میں ہوگی۔

{محقق ثمن اینڈ کمپنی سے سوال}

محقق ثمن اینڈ سے عرض ہے کہ آپ حضرات کے نزدیک عادۃً سماع عند القبر کا منکر کم از کم اہل السنت والجماعت سے یا دیوبندیت سے خارج ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ ضروریات اہل السنت کون کون سی ہیں، جن کے انکار سے آدمی اہل السنت والجماعت سے خارج ہو جاتا ہے؟ تفصیل کے ساتھ بحوالہ بیان فرمائیں۔ اور اسی طرح ضروریات دیوبندیت بھی تفصیلاً ذکر فرمائیں کہ جن میں سے کسی کے انکار کی صورت میں آدمی دیوبندیت سے خارج ہو جاتا ہے، اور ساتھ کوئی معتبر ماخذ بھی تحریر فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ہر غیب کو ہدایت نصیب فرمائے۔

حضرات گرامی!!

یہاں تک صاحب مقدمہ اور مناظر موصوف کی تحریفات اور فریب وفراڈ کو اجمالاً بے نقاب کیا گیا۔ اگر ضرورت پڑی اور حالات نے تقاضا کیا تو انشاء اللہ محقق ثمن اینڈ کمپنی کی مکاریاں مفصلاً بیان کی جائیں گی۔

اب ہم اپنی اس بحث کا خاتمہ امیر شریعت علامہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہٗ کے ایمان افروز بیان پر کرتے ہیں، جو خطیب اسلام حضرت علامہ سید عبد المجید ندیم شاہ صاحب مدظلہ نے اپنی کتاب نوائے درویش ص:۸۱ پر فرمایا ہے کہ:

(شیخ القرآنؒ) مولانا غلام اللہ خان صاحب فرماتے ہیں:

جب مسئلہ حیات النبی ﷺ چل رہا تھا، ایک روز شاہ جی (امیر شریعتؒ) نے مجھے فرمایا: مولانا! قرآن وسنت آپ کے ساتھ ہیں..... مگر آپ سے اختلاف

کرنے والوں کے ہاتھ ایک حربہ آگیا ہے اور وہ ہے محمد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات...... اس لیے میں کہوں گا، آپ اس مسئلہ میں نہ الجھیں۔

(نوائے درویش ص:۸۱)

وما علینا الا البلغ المبین

خادم التوحید والسنۃ مختصر حیات بھکروی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

{خاتمة الکتاب}

سابقہ ابحاث میں مناظر موصوف اینڈ کمپنی کی تحریفات وتلبیسات کا تذکرہ تھا، جس کے ضمن میں مسلک منصور پر براہین ذکر کردی گئی ہیں۔ اور حیات برزخیہ کے متعلق بھی وضاحت کردی گئی ہے کہ حیات برزخیہ کیلئے نہ تو اعادہ روح فی الجسد العنصری شرط ہے اور نہ ہی روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق تصرف۔ اور حیات برزخیہ میت پر لفظ ''میت'' کے اطلاق کے بھی منافی نہیں ہے۔ حیات برزخیہ کے باوجود بدن عنصری میت ہی رہتا ہے۔

اب ہم اہل السنت والجماعت احناف جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے مستدلات چند عنوانات کے ضمن میں عرض کریں گے، اور اختصار کے پیش نظر آیات مبارکہ سے مقام استدلال ذکر کریں گے۔ اور ساتھ اکابرین علماء دیوبند میں سے کسی ایک بزرگ کا ترجمہ بھی ذکر کریں گے۔ قارئین حضرات سے التماس ہے کہ تفصیل کیلئے جس تفسیر کا ہم حوالہ دیں، اسی کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔

ہمارے پیش نظر اکابرین علماء دیوبندؒ کی معتبر تفاسیر میں سے زیادہ تر تفسیر عثمانی وتفسیر بیان القرآن ہی ہوگی۔ قارئین حضرات ٹھنڈے دل سے آیات مبارکہ پڑھتے جائیں اور علماء دیوبندؒ سے ان کا معنی ومفہوم سمجھتے جائیں۔ ان شاء اللہ ہر غیب پر ہدایت کے راستے واضح ہوتے جائیں گے۔

اگر فرصت ملی اور حالات نے تقاضہ کیا تو انشاء اللہ...۔ ان دلائل کو ہم وضاحت کے ساتھ تفصیلاً مستقل کتاب کی صورت میں بیان کریں گے۔ تمام قارئین سے گذارش ہے کہ عنوانات درج ذیل میں مندرجہ دلائل و براہین آیات مبارکہ کو اکابرین اہل السنت والجماعت کی ترجمانی میں ملاحظہ فرمائیں:

عنوان اول

ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے، مخلوق کا کوئی فرد (نبی، ولی پیر، فقیر، جن، فرشتہ) اللہ تعالیٰ کی اس صفت خاصہ میں شریک نہیں ہے۔ اگر کوئی انسان مخلوق کی کسی ہستی کو موت سے پاک سمجھے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہونا تسلیم کرے تو قرآن وسنت کی روشنی میں وہ قطعی مشرک ہے۔

دلیل نمبر ۱: اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ..... الآیۃ (البقرہ: ۲۵۵)

ترجمہ: اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے سب کا تھامنے والا۔ (از شیخ الہندؒ)

دلیل نمبر ۲: اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ..... الآیۃ (آل عمران: ۲)

ترجمہ: اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے سب کا تھامنے والا۔ (از شیخ الہندؒ)

دلیل نمبر ۳: وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ... الآیۃ (الفرقان: ۵۸)

ترجمہ: اور بھروسہ کر اوپر اس زندہ کے جو نہیں مرتا۔ (از شیخ الہندؒ)

دلیل نمبر ۴: ھُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ... الآیۃ (المومن: ۶۵)

ترجمہ: وہ زندہ رہنے والا، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، سو اس کو پکارو خالص کر کر اس کی بندگی۔ (از شیخ الہندؒ)

دلیل نمبر ۵: لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝..... الآیۃ (سورۃ الحدید: ۲، ۳)

ترجمہ: اسی کی سلطنت ہے آسمان اور زمین کی، وہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاھر ہے اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔ (از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۶: کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ۝ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ۝..... الآیۃ (آیت نمبر ۲۶، ۲۷)

ترجمہ: جتنے (جن وانس) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جاویں گے اور (صرف آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت (والی اور باوجود عظمت کے) احسان والی ہے) باقی رہ جاوے گی۔ (تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۷: وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ... الآیۃ (طٰہٰ: ۱۱۱)

ترجمہ: اور رگڑتے ہیں منہ آگے اس جیتے ہمیشہ رہنے والے کے۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

{عنوان ثانی}

تمام مخلوقات کے لیے موت کا قانون اٹل ہے اور مخلوق کا کوئی فرد (نبی، ولی، پیر، فقیر، جن، فرشتہ) موت سے مستثنیٰ نہیں ہے، جو کوئی شخص مخلوق کی کسی ہستی کو موت سے پاک سمجھے، وہ قرآن کا منکر ہے۔

دلیل نمبر ۸: وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ لَہُ الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝... الآیۃ (القصص: ۸۸)

ترجمہ: اور اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکارنا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں، بجز اس کی ذات کے، اسی کی حکومت ہے اور اسی کے پاس تم سب کو جانا ہے۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۹: کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ..... الآیۃ (آل عمران: ۱۸۵)

ترجمہ: اور ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۱۰: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۳۴)

ترجمہ: اور نہیں دیا ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لیے زندہ رہنا، پھر کیا اگر تو مر گیا تو وہ رہ جائیں گے۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

دلیل نمبر ۱۱: کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَۃً

وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ (الانبیاء:۳۵)

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت، اور ہم تم کو جانچتے ہیں برائی سے اور بھلائی سے آزمانے کو اور ہماری طرف پھر کر آجاؤ گے۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

دلیل نمبر ۱۲: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۟ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ (عنکبوت:۵۷)

ترجمہ: ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا (ضرور) ہے (آخر اس وقت سب چھوٹیں گے اور) پھر تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے۔ (تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۱۳: اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ..... الآية (النساء:۷۸)

ترجمہ: جہاں کہیں تم ہوگے موت تم کو آپکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط قلعوں میں۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

دلیل نمبر ۱۴: قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (الاحزاب:۱۶)

ترجمہ: آپ فرما دیجیے کہ تم کو بھاگنا کچھ نافع نہیں ہوسکتا اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں بجز تھوڑے دنوں کے اور زیادہ متمتع نہیں ہوسکتے۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

{عنوان ثالث}

انبیاء کرامؑ کیلئے لفظ "موت" یا "میت" کا اطلاق ان کی شان رفیعہ کے منافی نہیں ہے، انبیاء کرامؑ کے لیے لفظ موت یا میت کے اطلاق کو بے ادبی یا گستاخی سمجھنا قرآن وسنت سے جہالت ہے۔

۱۔ حضرت یعقوبؑ کے لیے لفظ موت کا اطلاق:

دلیل نمبر ۱۵: اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ..... الآية (البقرة:۱۳۳)

ترجمہ: کیا تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوبؑ کے موت۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

۲۔ حضرت سلیمانؑ کیلئے لفظ موت کا اطلاق:

دلیل نمبر ۱۶: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ ..... الآية (سبا:۱۴)

ترجمہ: پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کردیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

۳۔ حضرت عزیرؑ کے لیے لفظ موت کا اطلاق:

دلیل نمبر ۱۷: فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ..... الآية (البقرة:۲۵۹)

ترجمہ: پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس، پھر اٹھایا اس کو۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

۴۔ حضرت یوسفؑ کی موت کا بیان:

دلیل نمبر ۱۸: وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ ..... الآية (المومن:۳۴)

ترجمہ: اور تمہارے پاس آچکا ہے یوسفؑ اس سے پہلے کھلی باتیں لے کر، پھر تم رہے دھوکے ہی میں ان چیزوں سے جو وہ تمہارے پاس لے کر آیا، یہاں تک کہ جب مر گیا لگے کہنے ہرگز نہ بھیجے گا اللہ اس کے بعد کوئی رسول۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

دلیل نمبر ۱۹: اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ (یوسف:۱۰۱)

ترجمہ: (حضرت یوسفؑ اپنی مناجات میں عرض کرتے ہیں) تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں، موت دے مجھ کو اسلام پر اور ملا مجھ کو نیک بختوں میں۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

۵۔ حضرت عیسیٰؑ اور لفظ موت:

دلیل نمبر ۲۰: وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝ ..... الآیۃ (مریم: ۳۳)

ترجمہ: اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہوکر۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

۶۔ حضرت یحییٰؑ اور لفظ موت:

دلیل نمبر ۲۱: وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ۝ ..... الآیۃ (مریم: ۱۵)

ترجمہ: اور سلام ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے اور جس دن اٹھ کھڑا ہو زندہ ہوکر۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

۷۔ حضرت ابراہیمؑ اور لفظ موت:

دلیل نمبر ۲۲: وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ۝ (الشعراء: آیت ۸۱)

ترجمہ: اور وہ جو مجھ کو مارے گا پھر جلائے گا۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

۸۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لفظ موت و میت کا اطلاق:

دلیل نمبر ۲۳: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ۝ (حجر: آیت ۹۹)

ترجمہ: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ آپ کو موت آجاوے۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

ترجمہ: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے۔

(ترجمہ از حضرت لاہوریؒ)

دلیل نمبر ۲۴: اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝ (الزمر: آیت ۳۰، ۳۱)

ترجمہ: آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے، پھر قیامت کے روز تم اپنے مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کروگے۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۲۵: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ..... الآیۃ (آل عمران: ۱۴۴)

تشریحی ترجمہ: اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں جس پر موت یا قتل ممتنع ہو) آپ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں (اسی طرح آپ بھی ایک روز آخر گذر ہی جاویں گے سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ (جہاد یا اسلام سے) الٹے پھر جاؤ گے۔۔۔ الخ

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

{عنوان رابع}

۱۔ ہر ذی روح (نبیؑ، ولیؒ، پیرؒ، فقیرؒ) پر جب موت آتی ہے، تو اس کی روح اس کے بدن عنصری سے مکمل طور پر نکال دی جاتی ہے، کہ اب موت آجانے کے بعد اس کے بدن عنصری میں روح نہیں رہتی اور اس بدن عنصری کو میت ہی کہا جاتا ہے۔

۲۔ موت کے وقت جب ہر ذی روح کی روح اس کے بدن عنصری سے نکال لی جاتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ ہر روح کو اس کی شان اور درجہ کے مناسب اس کے مستقر اور مقام میں ٹھہرا لیتے ہیں اور قیامت تک اس کے بدن عنصری میں واپس نہیں کرتے۔

۳۔ موت کے بعد ہر ایک کی روح کا ٹھکانہ اگرچہ جدا ہے، لیکن کیفیت موت میں سب برابر اور مساوی ہیں، یعنی ہر ایک کی موت بصورت خروج روح واقع ہوتی ہے۔

دلیل نمبر ۲۶: اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ۚ فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰى عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الزمر: ۴۲)

تشریحی ترجمہ: اللہ ہی قبض (یعنی معطل) کرتا ہے (ان) جانوں کو (جن کا وقت

موت کا آگیا ہے) ان کی موت کی وقت (من کل الوجوہ) اور ان جانوں کو بھی کہ جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت (من بعض الوجوہ کہ حیات رہتی ہے ادراک نہیں رہتا اور موت میں دونوں چیزیں بدن میں نہیں رہتیں) پھر (معطل کرنے کے بعد) ان جانوں کو تو (تصرف فی الابدان کی طرف عود کرنے سے) روک لیتا ہے، جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو (جو کہ نوم میں معطل ہو گئیں تھیں اور ابھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا) ایک میعاد معین (یعنی مدت عمر) تک کے لیے رہا کر دیتا ہے (کہ جاگ کر پھر بدستور ابدان میں تصرف کرنے لگتی ہیں) اس (مجموعہ تصرف مذکور میں) ان لوگوں کے لیے جو کہ سوچنے کے عادی ہیں (خدا تعالیٰ کی قدرت وانفرادفی التصرف پر) دلائل ہیں۔ (تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

علامہ عبدالماجد دریا آبادیؒ فرماتے ہیں: اللہ جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت۔ یہ سلب روح ''من کل الوجوہ'' ہوتا ہے جس کے بعد نہ حیات جسمانی باقی رہ جاتی ہے نہ شعور نہ ادراک...... الخ (تفسیر ماجدی)

نوٹ: اس آیت کریمہ میں الانفس جمع معرف باللام ہے جو عام قطعی ہے انبیاء کرام وغیر سب کو شامل ہے۔ اور مفسرین اہل السنت والجماعت نے اس آیت مبارکہ کے معنی میں تصریح فرمائی ہے کہ قیامت تک روح بدن عنصری میں واپس نہیں آتی جس کی تفصیل بما لا مزید علیہ مقدمہ میں گذر چکی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۲۷: فلولا اذا بلغت الحلقوم ○ وانتم حینئذ تنظرون ○ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون ○ فلولا ان کنتم غیر مدینین ○ ترجعونہا ان کنتم صدقین ○ فاما ان کان من المقربین ○ فروح وریحان وجنت نعیم ○ واما ان کان من اصحب الیمین ○ فسلم لک من اصحب الیمین ○ واما ان کان من المکذبین الضالین ○ فنزل من حمیم ○ وتصلیۃ جحیم ○

(الواقعہ: آیت ۸۳ تا ۹۴)

ترجمہ: سو جس وقت حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت تکا کرتے ہو اور ہم اس شخص کے تم سے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ہو تو اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں ہو تو تم اس روح کو پھر کیوں نہیں لوٹا لاتے ہو اگر تم سچے ہو، پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لیے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا اس سے کہا جاوے گا کہ تیرے لیے امن وامان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا۔

{آیات بالا سے چند اہم امور}

۱۔ ان آیات میں وقوع موت کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ ہر انسان کی موت بایں صورت واقع ہوتی ہے کہ اس کی روح کو اس کے بدن عنصری سے نکال لیا جاتا ہے اور اس کی ''روح من کل الوجوہ'' بدن عنصری سے نکل کر دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے۔

۲۔ اگر مقربین انبیاءؑ، اولیاء، صدیقین کے گروہ سے ہیں، تو اب ان کے لیے راحت ہی راحت اور آرام ہی آرام ہے۔

۳۔ اگر عام مومنین صالحین میں سے ہیں تو تب بھی جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔

۴۔ اگر کفار و مشرکین میں سے ہیں، تو مرتے ہی عذاب کی سختیاں شروع ہو جائیں گی۔

۵۔ موت کے بعد ہر گروہ کی ارواح کا ٹھکانہ اگرچہ جدا جدا ہے، لیکن کیفیت موت (نفس خروج روح) میں سب برابر اور مساوی ہیں، یعنی ہر ایک کی موت خروج روح کی صورت میں ہی واقع ہوتی ہے۔

دلیل نمبر ۲۸: یایتہا النفس المطمئنۃ ○ ارجعی الی ربک راضیۃ

مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝
(الفجر: آیت ۲۷ تا ۳۰)

ترجمہ: اے اطمینان والی روح! تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش، پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔
(ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

علامہ عبدالماجد دریا آبادی دیوبندی" اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:
"یہ بشارت ہر مومن کو عین اس وقت ملے گی جو وقت اس مادی جسم سے انقطاع روح کا ہوگا۔ {قال ابن زید و جماعة ان ذلك القول عند الموت.. (روح المعانی)} اور انشاء اللہ اس کا مصداق ہر مومن کی روح ہوگی اور ایسے نفوس حضرات انبیاءؑ کے علاوہ اولیاء کاملین کے بھی ہوتے ہیں۔"
(تفسیر ماجدی تحت آیت بالا)

اسی طرح تفسیر معارف القرآن، تفسیر حقانی، اور حاشیہ از حضرت لاہوری وغیرہ میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

{آیت بالا کے چند فوائد}

۱۔ اس آیت میں وارد شدہ خطاب اگرچہ ہر مومن کامل کی روح کو عام ہے لیکن اس خطاب کے اصل مخاطب ارواح انبیاء کرام ہیں۔

۲۔ اس آیت کریمہ سے بھی واضح ہے کہ بوقت موت ہر مومن کی روح بالعموم اور ارواح انبیاء کرام، صدیقین و شہداء ان کے ابدان مقدسہ سے نکال لی جاتی ہیں۔

۳۔ اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ موت کے بعد ارواح انبیاءؑ، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ٹھکانہ جنت میں ہوتا ہے اور ان کو ابدان عنصریہ میں (قیامت سے پہلے) واپس نہیں کیا جاتا۔

دلیل نمبر ۲۹: الَّذِينَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلٰمٌ

عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (النحل: آیت: ۳۲)

ترجمہ: جن کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (شرک سے) پاک (صاف) ہوتے ہیں (مطلب یہ کہ مرتے دم تک توحید پر قائم رہتے ہیں اور) وہ (فرشتے) کہتے جاتے ہیں السلام علیکم! تم (قبض روح کے بعد) جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب۔

فائدہ: قبض روح کے بعد جنت میں جانا روحانی جانا ہے اور جسمانی جانا مخصوص ہے قیامت کے ساتھ...... الخ (تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۳۰: وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ۭ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ ۝ (البقرہ: ۱۵۴)

دلیل نمبر ۳۱: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا ۭ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ (آل عمران: ۱۶۹)

دلیل نمبر ۳۲: قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝
(یٰسین: ۲۶)

نوٹ: ان تین آیات مبارکہ کی تفسیر ماقبل کتاب میں بیان کی جا چکی ہے۔ دس احادیث مبارکہ اور پچاس مفسرین کے حوالہ جات سے بیان کیا جا چکا ہے کہ ارواح شہداء موت کے وقت ابدان عنصریہ سے نکل کر جنت میں چلی جاتی ہیں اور حشر تک باوجود تمنا کرنے کے ابدان عنصریہ میں واپس نہیں کی جاتیں۔ حشر تک ارواح مبارکہ کا ٹھکانہ تحت العرش جنت ہی ہے اور شہداء کے ابدان عنصریہ بھی حیات حقیقیہ حسیہ کے ساتھ قیامت کے روز زندہ کر کے قبروں سے اٹھا کھڑے کیے جاویں گے۔

دلیل نمبر ۳۳: كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ إِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ۝
(القیامۃ: آیت ۲۶ تا ۳۰)

ترجمہ: ہرگز ایسا نہیں جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ

کوئی جھاڑنے والا بھی ہے اور وہ یقین کر لیتا ہے کہ یہ مفارقت کا وقت ہے اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جاتی ہے اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے۔

(ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

فائدہ......﴿موت کی تعریف﴾

ماخذ نمبر ۱: مات یموت موتاً۔ حلّ بہ الموت وفارقت الرّوح جسدہٗ (المنجد عربی بحث میم مع الواو) یعنی جسد عنصری سے روح کے جدا ہو جانے کا نام موت ہے۔

ماخذ نمبر ۲: امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ... ای الموت عبارۃ عن زوال القوۃ الحیوانیہ وابانۃ الرّوح عن الجسد...

یعنی موت قوت حیات کے زائل ہو جانے اور روح کے بدن سے جدا ہو جانے کا نام ہے۔ (مفردات امام راغب ص:۴۷۷)

ماخذ نمبر ۳: الموت ضدّ الحیٰوۃ.. یعنی موت حیات کی ضد کا نام ہے۔

(تفسیر قرطبی سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۱۹)

ماخذ نمبر ۴: الموت نقیض الحیٰوۃ.. موت حیات کی ضد ہے۔

(حاشیہ مقامات از علامہ ادریس کاندھلوی)

ماخذ نمبر ۵: لانّ الاماتۃ بمعنی اخراج الرّوح وسلب الحیٰوۃ۔ موت دینے کا معنی یہ ہے کہ اس کی روح نکال لی جائے اور اس کی حیات کھینچ لی جائے۔ (تفسیر روح المعانی سورۃ بقرہ آیت:۲۵۹)

ماخذ نمبر ۶: الموت زوال الحیٰوۃ ..... یعنی موت حیات کے ختم ہو جانے کا نام ہے۔ (ہدایہ کتاب الطہارات)

ماخذ نمبر ۷: الموت امر وجودی یلزم منہ زوال الحیٰوۃ. الموت تزول بہ الحیٰوۃ اذا الموت حقیقۃ حالۃ یلزم منہا زوال الحیاۃ لانّہ

امر وجودی.....

(البنایۃ فی شرح الہدایۃ صفحہ ۲۷۰ جلد اول از علامہ بدر الدین عینی)

یعنی حیات کے زائل اور ختم ہو جانے کا نام موت ہے۔

ماخذ نمبر ۸: اور موت کی حقیقت جمہور علماء کے نزدیک روح کا جسد عنصری سے نکل جانا ہے۔ (تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ آیت:۳۵ سورۃ الانبیاء)

ماخذ نمبر ۹: علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں:

بلکہ موت عدم محض اور فناء خالص کا نام نہیں، بلکہ روح کا بدن سے تعلق منقطع ہونے کا نام موت ہے۔ (رسالہ عالم برزخ ص:۱۱)

ماخذ نمبر ۱۰: حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

بلکہ موت سے صرف اس کا (روح کا) تعلق جسم عنصری سے منقطع ہو جاتا ہے۔ (اشرف الجواب ص:۴۵۴)

ماخذ نمبر ۱۱: ”اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ آدمی میں ایک روح ہوتی ہے جب تک وہ جسم میں رہتی ہے آدمی زندہ رہتا ہے اور جب وہ نکل جاتی ہے تو موت آجاتی ہے روح کو بدن کے ساتھ خاص علاقہ (تعلق) ہے جب تک وہ علاقہ رہتا ہے تو آدمی کو زندگی حاصل رہتی ہے اور جب وہ علاقہ ٹوٹ جاتا ہے تو موت آجاتی ہے۔

(عقائد الاسلام از مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

{عنوان خامس}

جس فرد بشر پر بھی موت کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو اس کے بدن عنصری سے خروج روح کے بعد بدن عنصری میت ہو جاتا ہے اور قیامت تک روح بدن عنصری میں واپس نہیں آتی، اور بدن عنصری قیامت تک بدستور میت ہی رہتا ہے۔ قیامت کے دن نفخہ صور کے وقت جب روحوں کو ابدان عنصریہ میں داخل کیا جائے گا تو ابدان عنصریہ زندہ ہو کر قبروں سے نکل کر باہر آجائیں گے۔ قیامت تک تمام مردے عادۃً مردے ہی رہیں گے، جو شخص قیامت سے پہلے مردوں کے لیے عادۃً حیات حقیقیہ حسیہ کا قائل

ہے، وہ قرآن وسنت سے جاہل ہے یا ضدی اور ہٹ دھرم ہے۔

دلیل نمبر ۳۴: وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝ (التکویر: آیت ۷)

ترجمہ: اور جب جیوں کے جوڑے باندھے جائیں۔ (از شیخ الہندؒ)

فائدہ: اس سورۃ مبارکہ کی ابتدائی چھ آیات میں وہ حالات بیان فرمائے گئے ہیں جو نفخہ اولیٰ کے وقت وقوع پذیر ہوں گے اور پھر ساتویں آیت سے ان حالات کا بیان ہے جو نفخہ ثانیہ کے وقت وجود میں آئیں گے۔ جن میں سے نفخہ ثانیہ کا پہلا حال {وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ} سے بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت میں کئی اقوال ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ نفخہ ثانیہ کے وقت روحوں کو جسموں میں لوٹایا جائے گا۔

ماخذ نمبر۱: علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں:

روحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

ماخذ نمبر۲: علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

پھر روحیں چھوڑی جائیں گی اور ہر روح اپنے جسم میں آجائے گی۔

(ملخص از ابن کثیر)

ماخذ نمبر۳: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

ووقتیکہ ارواح را با جساد جمع کردہ شود۔

یعنی جس وقت کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ جمع کیا جائے گا۔

(فتح الرحمٰن ترجمہ قرآن پاک)

ماخذ نمبر۴: تفسیر جلالین تحت آیت بالا

ماخذ نمبر۵: تفسیر فتح العزیز از شاہ عبدالعزیزؒ

ماخذ نمبر۶: معارف القرآن از کاندھلویؒ

ماخذ نمبر۷: تفسیر جواہر القرآن از حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ

دلیل نمبر ۳۵: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا

الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝

(المؤمنون: آیت ۱۱ تا ۱۶)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا پھر تم بعد اس کے ضرور ہی مرنے والے ہو پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

اس آیت مبارکہ میں خلقت انسان بیان کرنے کے بعد تمام انسانوں کے لیے صاف قانون بیان کیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد تمام انسانوں پر موت آئے گی اور موت کے بعد قیامت تک سب انسان مردے ہی رہیں گے اور قیامت کے دن سب مردے دوبارہ زندہ کیے جاویں گے۔ آیت بالا اس باب میں نص قطعی ہے کہ مردوں کے لیے قیامت سے پہلے قبروں میں حیات حقیقیہ حسیہ قطعاً نہیں ہوتی اور بات ہر انسان کی ہے جن میں انبیاءؑ وغیر انبیاء سب شامل ہیں، جس طرح کہ {فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ} میں شامل تھے۔

دلیل نمبر ۳۶: ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ ۝ (الحج: آیت ۶، ۷)

ترجمہ: یہ اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے وہی ہر چیز پر قادر ہے اور قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

فائدہ: لفظ "بعث" موت کے بعد آئے تو اس کا معنی جی اٹھنا اور زندہ کرنا ہوتا ہے۔

ماخذ نمبر۱: فَهَٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ ۝ (روم: آیت ۵۶)

ترجمہ: سو یہ ہے جی اٹھنے کا دن۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

ماخذ نمبر۲: وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝ (الشعراء: ۸۷)

ترجمہ: اور جس روز سب زندہ ہو کر اٹھیں گے۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

ماخذ نمبر ۳: لغات القرآن ص:۲۶ ج:۲

ماخذ نمبر ۴: ترجمان القرآن ص:۵۲۱ جلد دوم

ماخذ نمبر ۵: قصص القرآن ص:۵۰۷ جلد اول

اس لئے دھیان رہے کہ مردوں کیلئے جہاں جہاں تبعثون یبعثون تبعث ابعث یبعث نبعث البعث وغیرہ کے الفاظ آئیں گے، تو یہی معنی ملحوظ ہوگا کہ زندہ ہو کر اٹھنا۔ جس طرح آیت بالا میں ہے، اور یہ آیت بھی لفظ "من" کے ساتھ تمام اہل قبور کو شامل ہے، یعنی تمام اہل قبور مرنے کے بعد قیامت کے دن زندہ کیے جاویں گے۔

دلیل نمبر ۳۷: وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝

(النحل: آیت ۲۰، ۲۱)

ترجمہ: اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں، مردے ہیں جن میں جان نہیں اور نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے۔

(ترجمہ از شیخ الہندؒ)

اکابرین امت نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت [اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ] میں انبیاء کرامؑ اور غیر انبیاء کرام (اولیاء اللہ، پیر، فقیر) سب شامل ہیں، جن کی مشرک لوگ پکاریں کیا کرتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں تفسیر بیان القرآن از حضرت تھانویؒ، تفسیر عثمانی از حضرت عثمانیؒ، تفسیر کمالین از حضرت نعیم دیو بندیؒ، تفسیر ماجدی از حضرت دریا آبادیؒ، تفسیر روح المعانی از علامہ آلوسیؒ، وغیرہ۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے:

"شاید یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی،
جو مرے ہوئے بزرگوں کو پوجتے ہیں"۔

دلیل نمبر ۳۸: وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝ (کہف: آیت ۹۹)

ترجمہ: صور دوبارہ پھونکا جاوے گا (جس سے سب زندہ ہو جاویں گے) پھر ہم سب کو ایک ایک کر کے (میدان محشر میں) جمع کر لیں گے۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۳۹: يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝

(طٰہٰ: آیت نمبر ۱۰۲)

ترجمہ: جس روز صور میں پھونک ماری جاوے گی (جس سے مردے زندہ ہو جاویں گے) اور ہم اس روز مجرم (یعنی کافر) لوگوں کو میدان قیامت میں اس حالت میں جمع کریں گے کہ (نہایت بدصورت ہوں گے کہ آنکھوں سے) کرنجے ہوں گے۔

(تشریحی ترجمہ حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۴۰: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ (یٰسین: آیت نمبر ۵۱)

دلیل نمبر ۴۱: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۗ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝

(الزمر: آیت ۶۸)

ترجمہ: اور (قیامت کے روز جس کا اوپر ذکر آیا ہے) صور میں پھونک ماری جاوے گی، سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جاویں گے (پھر زندہ تو مر جاویں گے اور مردوں کی روحیں بے ہوش ہو جاویں گی) مگر جس کو خدا چاہے (وہ اس بے ہوشی اور موت سے محفوظ رہے گا) پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونک ماری جاوے گی تو دفعۃً سب کے سب (ہوش میں آکر اور ارواح کا تعلق ابدان سے ہو کر قبروں سے نکل) کھڑے ہو جاویں گے اور چاروں طرف دیکھنے لگیں گے۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۴۲: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝

(ق: آیت نمبر ۲۰)

ترجمہ: (یعنی قیامت کے دن دوبارہ) صور پھونکا جائے گا (جس سے سب زندہ ہو جاویں گے) یہی دن ہوگا وعید کا۔

(تشریحی ترجمہ از مرشد تھانویؒ)

دلیل نمبر ۴۳: كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ۖ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (البقرہ: آیت ۲۸)

ترجمہ: بھلا کیونکر ناسپاسی کرتے ہو اللہ کے ساتھ (کہ اس کے احسانوں کو بھلائے دیتے ہو اور غیروں کا کلمہ پڑھتے ہو) حالانکہ (اس کے استحقاق عبادت میں یکتا ہونے پر دلائل قائم ہیں کہ) تھے تم محض بے جان (نطفہ میں جان پڑنے سے پہلے) سو تم کو جاندار کیا، پھر تم کو موت دیں گے، پھر زندہ کریں گے (یعنی قیامت کے دن)، پھر انہیں کے پاس لے جائے جاؤ گے (یعنی میدان قیامت سے حساب وکتاب کے لیے اجلاس پر حاضر کیے جاؤ گے)۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۴۴: وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۗ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ ۝ (الحج: آیت نمبر ۶۶)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تم کو زندگی دی، پھر (وقت موعود پر) تم کو موت دے گا، پھر (قیامت میں دوبارہ) تم کو زندہ کرے گا (اور ان دلائل ونعم کا مقتضی یہ تھا کہ لوگ توحید اور شکر کو اختیار کرتے مگر) واقعی انسان ہے بڑا بے قدر۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۴۵: اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (الروم: آیت ۴۰)

ترجمہ: اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا، پھر تم کو موت دیتا ہے، پھر (قیامت میں) جلائے گا (جس میں بعض مخاطبین کے اقرار سے ثابت ہے اور بعض دلائل سے غرض وہ ایسا قادر ہے اب یہ بتلاؤ کہ) کیا تمہارے شرکاء میں بھی کوئی

ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے (اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں، پس ثابت ہوا کہ) وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۴۶: قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

(جاثیہ: آیت ۲۶)

ترجمہ: آپ یوں کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ تم کو (جب تک چاہتا ہے) زندہ رکھتا ہے، پھر (جب چاہے گا) تم کو موت دے گا، پھر قیامت کے دن جس (کے وقوع) میں ذرا شک نہیں تم کو (زندہ کرکے) جمع کرے گا (پس دعویٰ اس روز کی احیاء کا ہے اور عدم احیاء موتیٰ فی الدنیا سے اس احیاء کی نفی لازم نہیں آتی) لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے (اور بلا دلیل، و دلیل خود و بلا عدم دلیل مخالف انکار حق کا کرتے ہیں۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۴۷: قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ۝ (حم مؤمن: آیت ۱۱)

ترجمہ: وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار (ہم جو حیات ثانیہ کا انکار کیا کرتے تھے اور اسی انکار سے کفر وشرک وجمیع معاصی پر دلیر تھے اب ہم کو اپنی غلطی معلوم ہوگئی چنانچہ ہم نے دیکھ لیا کہ) آپ نے ہم کو دوبار مردہ رکھا (ایک بار قبل تولد جبکہ حالت جمادیت میں تھے، جس میں جان متعارف نہیں ہوتی اور دوسری بار جس کو سب موت کہتے ہیں) اور دوبارہ زندگی دی (ایک دنیا کی زندگی، دوسری آخرت کی ...... وھذا کقولہ تعالیٰ کُنتُمْ أَمْوَاتًا ... الآیۃ) یہ سب چار حالتیں ہوئیں، گو ان میں انکار ایک ہی کا تھا اور اسی کا اقرار اس وقت مقصود ہے، لیکن بقیہ تین حالتیں اس لیے ذکر کر دیں کہ وہ یقینی تھیں پس مقصود یہ ہوگا کہ یہ رابعہ بھی مثل ان ہی ثلاثہ کے متیقن ومحقق ہے) سو ہم اپنی خطاؤں کا (جس میں اصل انکار بعث ہے اور

باقی اس کے فروع) اقرار کرتے ہیں تو کیا (یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے (کہ دنیا میں پھر جا کر ان سب خطاؤں کا تدارک کرلیں ...... الخ)

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۴۸: وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۝ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ۝ (ق: آیت ۴۱ تا ۴۳)

ترجمہ: اور (اے مخاطب اس اگلی بات کو توجہ سے) سن رکھ کہ جس دن ایک پکارنے والا (فرشتہ یعنی اسرافیلؑ بذریعہ نفخہ صور مردوں کو قبروں سے نکلنے کے لیے) پاس ہی سے پکارے گا (پاس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آواز سب کو بے تکلف پہنچے گی اور جیسے اکثر دور کی آواز کسی کو پہنچتی ہے، کسی کو نہیں پہنچتی، ایسا نہ ہوگا) جس روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے، یہ دن ہوگا (قبروں سے) نکلنے کا، ہم ہی (اب بھی) جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف پھر لوٹ کر آنا ہے (اس میں بھی اشارہ کر دیا "قدرت علی الاحیاء" کی طرف) جس روز زمین ان (مردوں) پر سے کھل جاوے گی جب کہ وہ (نکل کر میدان قیامت کی طرف) دوڑتے ہوں گے یہ (جمع کر لینا) ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے (غرض مکرر در مکرر قیامت کا امکان اور وقوع سب ثابت ہو چکا...... الخ) (تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۴۹: وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (النحل: آیت نمبر ۷۷)

ترجمہ: قیامت (اس) کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلدی (قیامت کے معاملہ سے مراد ہے مردوں میں جان پڑنا اور اس کا جلدی ہونا ظاہر ہے کیونکہ آنکھ جھپکنا حرکت ہے اور حرکت زمانی ہوتی ہے اور جان پڑنا آنی ہے اور آنی ظاہر ہے کہ زمانی سے اسرع ہے اور اس پر تعجب نہ کیا جائے کیونکہ) یقینا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ (تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۵۰: إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝

(الطارق: آیت ۸،۹)

ترجمہ: (حاصل یہ کہ نطفہ سے انسان بنا دینا زیادہ عجیب ہے بنسبت دوبارہ بنانے کے، پس یہ امر عجیب اس کی قدرت سے ظاہر ہو رہا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ) وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے (پس استبعاد قیامت کا شبہ دفع ہو گیا اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس روز ہوگا) جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۵۱: إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝ (البروج: آیت ۱۳)

ترجمہ: وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ (قیامت میں بھی) پیدا کرے گا۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۵۲: اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ ۝

(الروم: آیت ۱۱، ۱۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ خلق کو اول بار پیدا بھی کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی اس کو پیدا کرے گا پھر (پیدا ہونے کے بعد) اس کے پاس (حساب کتاب کے لیے) لائے جاؤ گے اور جس روز قیامت قائم ہوگی (جس میں اعادہ مذکور ہونے والا ہے) اس روز مجرم (یعنی کافر) لوگ (باز پرس کے وقت) حیرت زدہ رہ جاویں گے۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۵۳: وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ ...... الآیۃ (الروم: آیت ۲۷)

دلیل نمبر ۵۴: إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ..... الآیۃ (یونس: آیت ۴)

دلیل نمبر ۵۵: قُلِ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ۝

(یونس: آیت ۳۴)

نوٹ: ان دونوں آیتوں کا ترجمہ ان سے ماقبل متصل آیات مبارکہ میں ملاحظہ کر لیا جائے۔

دلیل نمبر ۵۶: وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۙ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ

(انشقاق: آیت ۴،۵)

ترجمہ: اور (وہ زمین) اپنے اندر کی چیزوں کو (یعنی مردوں کو) باہر اگل دے گی اور (سب مردوں سے) خالی ہو جاوے گی اور (وہ زمین) اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے۔ (تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۵۷: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۙ

(المرسلٰت: آیت ۲۵،۲۶)

ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کی سمیٹنے والی نہیں بنایا (کہ زندگی اسی پر بسر ہوتی ہے، مر کر بعد دفن یا بعد غرق یا بعد حرق آخر اجزاء ارضیہ ہو کر اسی میں کھپ جاتے ہیں اور اسی حالت بعد الموت کا نعمت ہونا اس طرح ہے کہ اگر مردے خاک نہ ہو جایا کرتے تو زندے پریشان ہو کر مردہ سے بدتر ہو جاتے۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دونوں آیتوں کے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ قبور ارضیہ میں مردے ہی ہوتے ہیں، نہ کہ زندے جیسا کہ بعض حضرات کا خیال ہے۔

دلیل نمبر ۵۸: ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۙ

(عبس: آیت ۲۱،۲۲)

ترجمہ: پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا۔ (ترجمہ از مرشد تھانویؒ)

دلیل نمبر ۵۹: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۙ

(طٰہٰ: آیت ۵۵)

ترجمہ: ہم نے تم کو اسی زمین سے (ابتداء میں) پیدا کیا (چنانچہ آدم مٹی سے بنائے گئے، سوان کے واسطے سے سب کا مادہ بعید خاک ہوئی) اور اسی میں ہم تم کو (بعد موت) لے جاویں گے (چنانچہ کوئی مردہ کسی حالت میں ہو لیکن آخر وہ گو مدتوں کے بعد سہی مگر مٹی میں ضرور ملے گا) اور (قیامت کے روز) پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے (جیسا پہلی بار اس سے پیدا کر چکے ہیں) (تشریحی ترجمہ از مرشد تھانویؒ)

دلیل نمبر ۶۰: وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۙ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۙ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۙ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ..... الآیۃ (بنی اسرائیل: آیت ۴۹ تا ۵۲)

ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم (مر کر) ہڈیاں اور (ہڈیوں کا بھی چورہ (یعنی ریزہ ریزہ) ہو جاویں گے تو کیا (اس کے بعد قیامت میں) ہم از سر نو پیدا اور زندہ کیے جاویں گے (یعنی اول تو مر کر ہی زندہ ہونا مشکل ہے کہ محل میں قابلیت نہیں رہی، پھر خاص کر ایسی حالت میں کہ محل میں اجتماع بھی نہ رہے) آپ (جواب میں) فرما دیجیے کہ (تم ہڈیوں ہی سے حیات کو بعید کہتے ہو اور ہم کہتے ہیں کہ) تم پتھر یا لوہا یا اور کوئی ایسی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں (قبول حیات سے) بہت ہی بعید ہو (دیکھو زندہ کیے جاؤ گے یا نہیں اور لوہے پتھر کا بعید عن الحیات ہونا ظاہر ہے کہ ان میں کبھی حیوانی حیات نہیں آئی بخلاف اجزاء انسان کے کہ ایک بار حیات کے ساتھ موصوف ہو چکے ہیں جب ابعد کا احیاء ممکن ہے تو اقرب کا احیاء تو بدرجہ اولیٰ ممکن ہے اور کونوا سے مقصود امر نہیں ہے بلکہ تعلیق ہے کہ اگر حدید و حجارہ بھی ہو جاؤ تب بھی محل قدرت رہو گے) اس پر (یعنی جب قابل کی قابلیت ثابت ہو گئی تو اب فاعل کی تحقیق کرنے کے لیے آپ سے) پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو دوبارہ ہم کو زندہ کرے گا؟ آپ فرما دیجیے کہ وہ وہ ہے جس (کی اتنی بڑی قدرت

ہے کہ اس) نے تم کو اول بار میں پیدا کیا تھا (جب کہ تم جماد محض تھے اب اس کی قدرت کہاں گئی خصوص ایسی چیز پر کہ اس میں قابلیت بھی زیادہ ہے غرض قابل تام اور فاعل کامل پھر فعل میں کیا استبعاد) اس پر (جب قابل و فاعل دونوں کی تحقیق ہو چکی زمانہ وقوع کی تحقیق کے لیے) آپ کے آگے (بطور انکار کے) سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ اچھا یہ (زندہ ہونا) کب ہوگا؟ آپ فرما دیجیے کہ عجب نہیں یہ قریب ہی آپہنچا ہو (آگے اس کے وقت وقوع کی حالت کا بیان ہے کہ) یہ اس روز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو (زندہ کرنے اور میدان حشر میں جمع ہونے کے لیے فرشتہ کے ذریعے سے) پکارے گا ...الخ

(تشریحی ترجمہ از تھانویؒ)

دلیل نمبر ۶۱: ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۝ (الصافات: آیت ۱۶ تا ۱۸)

ترجمہ: (کہتے ہیں از ناقل) بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم (پھر) زندہ کیا جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (زندہ ہوں گے)؟ آپ کہہ دیجیے کہ ہاں (ضرور زندہ ہوگے) اور تم ذلیل بھی ہوگے (جو شخص دلیل کے بعد بھی عناداً انکار کرے اس کے لئے ایسا ہی جواب زیبا ہے۔ آگے ثبوت مقدمات بعث پر تفریع فرماتے ہیں کہ) بس قیامت تو ایک للکار ہوگی (یعنی نفخہ ثانیہ) سو (اس سے) سب یکایک (زندہ ہو کر) دیکھنے بھالنے لگیں گے۔ (تشریحی ترجمہ از مرشد تھانویؒ)

دلیل نمبر ۶۲: ....وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ... الاٰية

(بنی اسرائیل: آیت ۹۸، ۹۹)

دلیل نمبر ۶۳: وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝

(یٰسین: آیت ۷۸، ۷۹)

دلیل نمبر ۶۴: اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝

(المؤمنون: آیت ۳۵ تا ۳۷)

دلیل نمبر ۶۵: قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝

(المؤمنون: آیت ۸۲)

دلیل نمبر ۶۶: وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝

(الواقعہ: آیت ۴۷ تا ۵۰)

دلیل نمبر ۶۷: يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝ (النازعات: آیت ۱۰ تا ۱۴)

دلیل نمبر ۶۸: اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ (القیامۃ: آیت ۳، ۴)

دلیل نمبر ۶۹: بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَاۗءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝

(ق: آیت ۲، ۳، ۴)

نوٹ: ان آیات (دلیل نمبر ۶۲ تا ۶۹) کا مضمون دلیل نمبر ۶۰، ۶۱ میں بیان ہو چکا ہے، اس لیے اختصار کے پیش نظر ترجمہ نہیں ذکر کیا گیا۔ فلہذا اوپر ذکر کردہ تراجم یا کسی معتبر تفسیر سے ملاحظہ فرما لیے جائیں۔

دلیل نمبر ۷۰: وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ

مَيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَٰلِكَ النُّشُورُ ○

(فاطر: آیت ۹)

ترجمہ: اور اللہ ایسا (قادر) ہے جو (بارش سے پہلے) ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ (ہوائیں) بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر ہم اس بادل کو خشک قطعہ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں (کہ وہاں بارش ہوتی ہے) پھر ہم اس کے ذریعے سے (یعنی اس بادل کے پانی کے ذریعہ سے) زمین کو (نباتات سے) زندہ کرتے ہیں (اور جس طرح زمین کے مناسب اس کو حیات عطا فرمائی) اسی طرح (قیامت میں آدمیوں کا) جی اٹھنا ہے۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۷۱: لَقَدْ وُعِدْنَا هَٰذَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِن قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ○ أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا وَآبَاؤُنَا أَئِنَّا لَمُخْرَجُونَ ○

(النمل: آیت ۶۷، ۶۸)

دلیل نمبر ۷۲: وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ○ (النمل: آیت ۶۵)

ترجمہ: ان (مخلوقات) کو یہ خبر (بھی) نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کیے جاویں گے۔

(تشریحی ترجمہ حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۷۳: أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۚ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

(الاحقاف: آیت ۳۳)

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا، وہ اس پر (بدرجہ اولیٰ) قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو (قیامت میں) زندہ کر دے (اور وہ اس پر قادر) کیوں نہ ہو، بے شک وہ (تو) ہر چیز پر قادر ہے۔

(تشریحی ترجمہ از مرشد تھانویؒ)

دلیل نمبر ۷۴: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۚ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيرٌ ○

(حٰم سجدہ: آیت ۳۹)

ترجمہ: اور منجملہ اس کی (قدرت وتوحید کی) نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ (اے مخاطب) تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی دبائی (پڑی) ہے، پھر جب اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے (اور اس سے علاوہ دلالت علی التوحید کے دلالت علی امکان البعث بھی حاصل ہوئی اور ثابت ہوا کہ) جس نے زمین کو (اس کے مناسب) زندہ کر دیا، وہی مردوں کو (ان کے مناسب) زندہ کر دے گا۔ بے شک وہی ہر چیز پر قادر ہے (اور دونوں امر مذکور امکان میں متساوی ہیں، پس دونوں پر قدرت یکساں ہو گی، کا سہل عند القدرت ہونا مشاہد ہے پس دوسرا بھی سہل ہو گا، پھر اس کو مستبعد جاننا جہل محض ہے)۔

(تشریحی ترجمہ از مرشد تھانویؒ)

دلیل نمبر ۷۵: قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ○

(الاعراف: آیت ۲۵)

ترجمہ: فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے (قیامت کے روز) پھر پیدا ہونا ہے۔ (تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۷۶: وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○

(اعراف: آیت ۵۷)

ترجمہ: اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ اپنے باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ (بارش کی امید دلا کر دل کو) خوش کر دیتی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں، تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں۔ پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں (جس سے مثل تصرفات بالا توحید ہماری بھی ثابت ہوتی ہے اور قدرت علی البعث بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ) یوں ہی (قیامت کے روز) ہم مردوں کو (زمین سے) نکال

کھڑا کریں گے (یہ سب اس لیے سنایا) تا کہ تم سمجھو (کہ جو اس مذکور پر قادر ہے وہ بعث پر بھی قادر ہے)۔

دلیل نمبر ۷۷: إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ... الآية

(یٰسین: آیت ۱۲)

ترجمہ: بے شک ہم (ایک روز) مردوں کو زندہ کریں گے (اس وقت اس سب کا ظہور ہو جاوے گا) اور الخ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۷۸: يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝

(مجادلہ: آیت ۱۸)

ترجمہ: جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو (مع دیگر مخلوقات کے) دوبارہ زندہ کرے گا، سو یہ اس کے روبرو بھی (جھوٹی) قسمیں کھا جاویں گے، جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا جاتے ہیں۔ (جیسا مشرکین کی جھوٹی قسم قیامت کے دن اس آیت میں مذکور ہے۔ وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ)

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۷۹: إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝

(دخان: آیت نمبر ۴۰)

ترجمہ: بے شک فیصلہ کا دن (یعنی قیامت کا دن) ان سب (کے دوبارہ زندہ ہونے اور جزا سزا ملنے) کا وقت مقرر ہے۔ (تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۸۰: فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

(الشوریٰ: آیت ۹)

ترجمہ: سو (اگر کارساز بنانا ہے تو) اللہ ہی کارساز (بنانے کا مستحق) ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۸۱: فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ۝

(زخرف: آیت نمبر ۱۱)

تشریح: یعنی جس طرح مردہ زمین کو بذریعہ بارش کے زندہ اور آباد کر دیتا ہے، ایسے ہی تمہارے مردہ جسموں میں جان ڈال کر قبروں سے نکال کھڑا کرے گا۔

(از علامہ عثمانیؒ)

دلیل نمبر ۸۲: يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ... الآية

(سورۃ مجادلہ آیت ۶)

ترجمہ: جس روز تم سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا پھر ان کا سب کیا ہوا ان کو بتلا دے گا۔ (ترجمہ از مرشد تھانویؒ)

دلیل نمبر ۸۳: إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝ (الانعام: آیت ۳۶)

ترجمہ: وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھاویں گے، پھر سب اللہ کی طرف لائے جاویں گے۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۸۴: وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ۝ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ ..... الآية (مریم: آیت ۶۹)

ترجمہ: اور انسان (منکر بعث) یوں کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ (اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ) کیا (یہ) انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اس کے قبل (عدم سے) وجود میں لا چکے ہیں اور یہ (اس وقت) کچھ بھی نہ تھا (جب ایسی حالت سے حیات تک لانا آسان ہے تو دوبارہ حیات دینا بدرجہ اولیٰ آسان ہے) سو قسم ہے آپ کے رب کی، ہم ان کو (قیامت میں زندہ کر کے موقف میں) جمع کریں گے ۔۔۔ الخ

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۸۵: حضرت ابراہیم کا عقیدہ:

وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ (الشعراء: آیت ۸۱)

ترجمہ: اور جو مجھ کو (وقت پر) موت دے گا پھر (قیامت کے روز) مجھ کو زندہ کرے گا۔ (تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۸۶: حضرت عیسیٰ کا عقیدہ:

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۝

(مریم: آیت نمبر ۳۳)

ترجمہ: سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا (کہ وہ زمانہ قرب قیامت کا بعد نزول من السماء کے ہوگا) اور جس روز میں قیامت میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ (تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۸۷: حضرت یحییٰ کی متعلق فرمان الٰہی:

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝

(مریم: آیت نمبر ۱۵)

ترجمہ: ان کو (اللہ تعالیٰ کا) سلام پہنچے جس دن کے وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ انتقال کریں گے اور جس دن (قیامت میں) زندہ ہو کر اٹھائے جائیں گے۔

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۸۸: وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ... الآیۃ

(آل عمران: آیت نمبر ۴۹)

حضرت عیسیٰ کا مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ تب بن سکتا ہے کہ قبروں والے پہلے سے مردہ ہوں...... اگر قبروں والے پہلے ہی سے زندہ ہیں تو پھر وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ کا کوئی مفہوم نہیں بن سکتا۔ اور حضرت عیسیٰ کے معجزہ کا انکار کر کے تکذیب قرآن لازم آتی ہے، جس کی مفصلاً بحث کتاب میں گذر چکی ہے۔

دلیل نمبر ۸۹: وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ... الآیۃ (المائدہ: آیت ۱۱۰)

دلیل نمبر ۹۰: حضرت ابراہیم عرض کرتے ہیں:

رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ... الآیۃ (البقرۃ: آیت ۲۶۰)

حضرت تھانویؒ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ف: روح المعانی میں بسند ابن المنذر حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے (پرندوں کے) اسی طرح جیسے پارہ پارہ کر کے ان کو پکارا تو فوراً ہی ہڈی سے ہڈی، پر سے پر، خون سے خون، سب مل ملا کر سب (چاروں پرندے) اپنی اصلی ہیئت پر ہو کر زندہ ہو کر آ گئے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: کہ اے ابراہیم! اسی طرح قیامت کے روز سب اجزاء و اجساد کو جمع کر کے ایک دم سے جان ڈال دوں گا۔ فقط اس واقعہ کو دکھلا کر اللہ تعالیٰ نے کیفیت احیاء یوم قیامۃ کی بتلا دی کہ اسی طرح اول اجزاء بدنیہ مختلف مقامات سے جمع ہو کر اجساد تیار ہوں گے، پھر ان میں روح پڑ جاوے گی۔ (بیان القرآن جلد اول ص: ۱۷۹)

﴿عنوان سادس﴾

اہل قبور، اہل دنیا کے حالات اور دعا، پکار و فریاد سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ نہ تو دنیا والوں کے حالات کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی دعا پکار اور فریادیں سن سکتے ہیں:

دلیل نمبر ۹۱: وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۗ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۗ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝

(فاطر: آیت ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری سنیں گے نہیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہارا کہنا نہ کریں گے اور قیامت کے روز تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے اور تجھ کو خبر رکھنے والے کے برابر کوئی نہیں بتلاوے گا۔ (ترجمہ از مرشد تھانویؒ)

فائدہ: یہود و نصاریٰ انبیاء کرامؑ و صالحین کی قبروں کے پجاری تھے اور مشرکین عرب فوت شدہ بزرگوں کے مجسموں کو اس عقیدہ سے پوجا کرتے تھے کہ ان کی ارواح کا تعلق ان مجسموں کے ساتھ ہے اور ہم جب ان مجسموں اور مورتیوں کی تعظیمیں کرتے ہیں تو ان کے ارواح خوش ہو کر ہماری مشکلیں حل کر دیتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ سے حل کروا دیتے ہیں — تفصیل کے لیے دیکھئے گلدستہ توحید، دل کا سرور (مصنفات حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب) اور مقدمہ کتاب التوحید (مولانا عبدالحق حاجروی صاحبؒ) وغیرہ، یہ آیت مشرکین کے تمام معبودوں کو شامل ہے خواہ ذوات الارواح ہوں یا غیر ذوات الارواح۔

(تفصیل کے لیے دیکھیں بیان القرآن از مرشد تھانویؒ)

دلیل نمبر ۹۲: وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝ (احقاف: آیت ۵،۶)

ترجمہ: اور اس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک، اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی اور جب لوگ جمع ہوں گے وہ ہوں گے ان کے دشمن اور ہوں گے ان کے پوجنے سے منکر۔

(ترجمہ از شیخ الہندؒ)

دلیل نمبر ۹۳: وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۝ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ۝ (سورۃ یونس آیت ۲۸،۲۹)

ترجمہ: اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس روز ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرو، پھر ہم ان کے آپس میں پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے وہ شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے، سو ہمارے

تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔

(ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۹۴: وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ (النحل: آیت نمبر ۸۶)

ترجمہ: اور جب دیکھیں مشرک اپنے شریکوں کو، بولیں گے: اے رب! یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم پکارتے تھے تیرے سوائے، تب وہ ان پر ڈالیں گے بات کہ تم جھوٹے ہو۔

(ترجمہ از شیخ الہندؒ)

دلیل نمبر ۹۵: يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ (المائدہ: آیت نمبر ۱۰۹)

ترجمہ: جس دن اللہ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر کہے گا تم کو کیا جواب ملا تھا وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی باتوں کا جاننے والا۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

فائدہ: اس آیت کے کئی مطالب بیان کیے گئے ہیں۔

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب،

ائمہ مفسرین سے یہ مطلب بھی بیان فرماتے ہیں:

حضرات انبیاء کرامؑ کو اگرچہ یہ معلوم تھا کہ ہماری حیات میں فلاں فلاں نے ہماری دعوت پر لبیک کہا تھا اور ہمارا دین قبول کیا تھا، لیکن ان کو پورے طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ ان میں سے کون اس پر قائم رہا؟ کس کا کیسا انجام ہوا؟ کس نے کیا کیا نئی بدعات نکالیں؟ اس لیے وہ فرمائیں گے کہ لَا عِلْمَ لَنَا ... ہم کو ان کے انجام اور ہماری وفات کے بعد کے حالات کا علم نہیں ہے اور جزا سزا کا تعلق خاتمہ ہی سے ہے۔

(ازالۃ الریب ص: ۱۹۶)

دلیل نمبر ۹۶: إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝ (فاطر: آیت نمبر ۲۲)

ترجمہ: اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)

دلیل نمبر ۹۷: فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ (الروم: آیت نمبر ۵۲)

ترجمہ: سو تو سنا نہیں سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکارنا جب کہ پھریں پیٹھ دے کر۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

دلیل نمبر ۹۸: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ (النمل: آیت نمبر ۸۰)

ترجمہ: تو سنا نہیں سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکارنا جب کہ لوٹیں وہ پیٹھ پھیر کر۔ (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

نوٹ: دلیل نمبر ۹۶، ۹۷، ۹۸ میں مذکورہ آیات کا معنی خیر القرون خصوصاً اصحاب رسول ﷺ سے یہی چلا آیا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ان کا کوئی اور معنی کرنا چاہے تو خیر القرون سے اس کا صریح ماخذ ضرور پیش فرمانا ہوگا۔

دلیل نمبر ۹۹: سورۃ کہف میں اولیاء اللہ کا واقعہ موجود ہے کہ اولیا کاملین تین سو نو سال تک سوئے رہے۔ اور تین سو نو سال کے بعد جب بیدار ہوئے تو تین سو نو سال کے عرصہ کو ایک دن یا دن کا کچھ حصہ قرار دیا۔ قرآن پاک کے اس مقام پر عبارۃ النص کے طور پر معلوم ہوا کہ سونے والے کو اپنے حال کا بھی علم نہیں ہوتا۔ تو دلالت النص سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ سونے والے کو اس جہان کا حال معلوم نہیں ہوتا تو مردے کو بطریق اولیٰ اہل دنیا و جہان کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔

دلیل نمبر ۱۰۰: حضرت عزیرؑ کے واقعہ میں موجود ہے کہ حضرت نے سو سال موت کے طویل عرصہ کو ایک دن یا دن سے بھی کم بتلایا۔ تو اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو یہ کہا جائے کہ حضرت عزیرؑ کو سو سال تک میت رہنے اور انقلابات زمانہ کا علم تھا اور جان بوجھ کر حضرت عزیرؑ نے خلاف واقعہ بات کہہ ڈالی۔ (معاذ اللہ) اور یا پھر یہ تسلیم کرنا

پڑے گا کہ اگر اللہ کے معصوم نبی کو بھی موت آ جائے تو دنیا و اہل دنیا کے حالات سے بے خبر ہوتے ہیں۔ ہمارے نزدیک دوسری صورت متعین ہے اور پہلی صورت کا تصور بھی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔

{فائدہ}

فریق مخالف کے پاس مردوں کے قبور ارضیہ میں حیات حقیقیہ کے ساتھ زندہ ہونے پر قرآن وسنت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی مردوں کے عادۃً اہل دنیا کے حالات دیکھنے اور پکاریں، فریادیں سننے پر کوئی دلیل موجود ہے۔ اس لیے ان حضرات نے اب اکابرین امت کی کتابوں میں اور قرآن پاک میں معنوی تحریف شروع کر رکھی ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر صرف دو مثالیں عرض کرتے ہیں اور علماء امت کی خدمت میں عرض گزار ہیں کہ خدا کے لیے اس تحریف بازی کا راستہ روک کر اپنے فرض منصبی کی ادائیگی کا ثبوت دیں۔

۱۔ مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب کا کارنامہ:

سید مفتی عبدالشکور ترمذی ساہیوالی نے حضرت تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن میں اپنی تقدیم وتصحیح کے بہانے کئی مقام پر تحریف کا ارتکاب فرمایا ہے۔ جن میں سے ہم ایک ہی مقام پر اکتفاء کرتے ہیں۔

مفتی صاحب {مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ} کا ترجمہ بگاڑتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

"آپ ان لوگوں کو نہیں ڈرا سکتے جو قبروں میں ہیں۔"

تفسیر بیان القرآن بمع مقدمہ وتصحیح (تحریف) از سید مفتی عبدالشکور صاحب

قارئین حضرات اندازہ فرمائیں کہ اپنے عقیدہ فاسدہ کے دفاع کی خاطر مفتی موصوف نے قرآن پاک کی کس بے باکی، بے خوفی اور جرأت کے ساتھ تحریف معنوی کا ارتکاب کیا ہے اور ظلم یہ کہ اس کی نسبت حضرت تھانویؒ کی طرف کر دی۔

حالانکہ حضرت تھانویؒ کی اصل تفسیر میں وہ ترجمہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں یعنی
''آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں''

۲: مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب کا کارنامہ:

مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب اپنے عقیدہ مخصوصہ (مردوں کا قبور ارضیہ میں زندہ ہونا) کو ثابت کرنے کے لیے قرآن پاک کی ایک آیت کا مطلب بگاڑتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

{كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ}

(ترجمہ) جیسا کہ کافر اہل قبور (کی حیات سے) ناامید ہو چکے ہیں۔

(تسکین الصدور ص:۸۹)

حضرت صفدر صاحب نے بین القوسین جو عبارت لکھ کر آیت کے مفہوم میں تبدیلی کرنے کی کوشش فرمائی ہے، انتہائی افسوس ناک ہے۔ اب ہم اس آیت کا صحیح مفہوم علماء دیوبند کی معتبر تفسیر بیان القرآن از حضرت تھانویؒ سے پیش کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''وہ آخرت (کے خیر و ثواب) سے ایسے ناامید ہو گئے ہیں جیسا کفار جو قبروں میں (مدفون) ہیں (خیر و ثواب آخرت سے) ناامید ہیں''......الخ

(تشریحی ترجمہ از حضرت تھانویؒ بیان القرآن ج: ص:۷ ۵۳)

حضرات گرامی!! ہم نے اختصار کے پیش نظر مناظر موصوف کے دو بزرگوں کے حوالہ جات ذکر کر دیے ہیں۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ جب اس پارٹی کے بڑے ذمہ دار حضرات اس مسئلہ میں تحریف قرآن سے نہیں چوکتے، تو چھوٹوں کا کیا حال ہو گا؟ یہی وجہ ہے کہ مناظر موصوف نے {وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ...... الآية} اور {وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

أَمْوَاتًا...... الآية} کے مفہوم میں صریح تحریف کی ہے۔

اور اگر آپ حضرات یادگار خطبات کا مطالعہ فرمائیں تو ایسی ایسی تحریفات پائیں گے جس سے احبار و رہبان اہل کتاب بھی شرما جائیں۔

آخری التماس

ہم اپنے کرم فرماؤں سے دست بستہ عرض گزار ہیں کہ آپ جو عقیدہ بھی اپنائیں بے شک اپناتے رہیں......لیکن خدارا قرآن و سنت میں تحریف و تلبیس کرنے سے گریز فرمائیں۔ اور جن کتابوں میں تحریف و تلبیس کا ارتکاب کیا گیا ہے خصوصاً یادگار خطبات، خطبات صفدر اوکاڑوی، مقام حیات، آواز حق، تقریر دلپذیر، قبری زندگی، ''رحمت کائنات'' نامی کتاب از حضرت حسینی، اللہ یار چکڑالوی کی کتاب ''حیات النبی ﷺ'' وغیرہ جو کہ تحریفات و تلبیسات کا مجموعہ ہیں...... سے برأت کا اعلان فرمائیں۔ یا پھر ان کتابوں سے تحریفات و تلبیسات کو نکال کر امت مرحومہ پر رحم فرمائیں۔

اگر فرصت ملی تو انشاء اللہ العزیز، فریق مخالف کی تحریفات پر مستقل ایک کتاب لکھی جائے گی۔

وما علينا الا البلغ

تمت الخاتمة والكتاب بعون العزيز الوهاب

بندہ خضر حیات بھکروی

******

****

****

آخری التماس

ہم اپنے کرم فرماؤں سے دست بستہ عرض گزار ہیں کہ آپ جو عقیدہ بھی اپنائیں بے شک اپناتے رہیں...... لیکن خدارا قرآن وسنت میں تحریف وتلبیس کرنے سے گریز فرمائیں۔ اور جن کتابوں میں تحریف وتلبیس کا ارتکاب کیا گیا ہے ...... خصوصاً یادگار خطبات، خطبات صفدر اوکاڑوی، مقام حیات، آوازِ حق، تقریر دلپذیر، قبر کی زندگی، ''رحمت کائنات'' نامی کتاب از حضرت حسینی، اللہ یار چکڑالوی کی کتاب ''حیات النبی ﷺ'' وغیرہ جو کہ تحریفات وتلبیسات کا مجموعہ ہیں...... سے برأت کا اعلان فرمائیں۔ یا پھر ان کتابوں سے تحریفات وتلبیسات کو نکال کر امت مرحومہ پر رحم فرمائیں۔

اگر فرصت ملی تو ان شاء اللہ العزیز، فریق مخالف کی تحریفات پر مستقل ایک کتاب لکھی جائے گی۔

وما علینا الا البلٰغ

تمت الخاتمۃ والکتاب بعون العزیز الوھّاب

بندہ خضر حیات بھکروی

امام ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ، قصیدہ نونیہ ص: ۱۷۱ پر فرماتے ہیں:

وحدیث ذکر حیاتهم بقبورهم لما یصح و ظاهر النکران

فانظر الی الاسناد تعرف حاله ان کنت ذا علم بهذا الشان

هذا ونحن نقول هم احیآء لکن عندنا کحیوة ذی الابدان

والترب تحتهم و فوق رؤسهم و عن الشمال ثم عن ایمان

مثل الذی قد قلتموه معاذنا بالله من افک و من بهتان

بل عند ربهم تعالی مثلما قد قال فی الشهدآء فی القرآن

لکن حیاتهم اجل و حالهم اعلی و اکمل عند ذی احسان

ولقد ابان الله ان رسوله میت کما جاء فی القرآن

افجاء ان الله باعثه لنا فی القبر قبل قیامة الابدان

ثلاث موتات تکون لرسله ولغیرهم من خلقه موتان

اذ عند نفخ الصور لا یبقی امرء فی الارض حیا قط بالبرهان

افهل اتت بموت الرسل ام یبقوا اذا مات الوری ام هل لکم قولان

فتکلموا بالعلم لا الدعوی وجیئوا بالدلیل فنحن ذوا اذهان

(قصیدہ نونیہ)